ان الذین یلحدون فی ایتنا لا یخفون علینا (القران)

کفر و الحاد کی بے نظیر تحقیق

اکفار الملحدین

تصنیف:

امام العصر محدث جلیل حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

مترجم:

مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

نام کتاب ——— اکفار الملحدین

مؤلف ——— حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

اشاعت اول ——— جون 2010ء

تعداد ——— 1100

طابع ——— القادر پرنٹنگ پریس کراچی

ناشر ——— فیاض احمد 021-34594144
مکتبہ عمر فاروق 4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

ملنے کے پتے

دارالاشاعت، اردو بازار کراچی
اسلامی کتب خانہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی
ادارۃ الانور، بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ
کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی
مکتبۃ العارفی، جامعہ امدادیہ ستیانہ روڈ فیصل آباد
مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور
مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور
مکتبہ علمیہ، اکوڑہ خٹک
وحیدی کتب خانہ، محلہ جنگی قصہ خوانی بازار پشاور

فہرست عنوانات

ترجمہ اکفار لملحدین

✿✿✿✿✿✿✿

ترجمہ تقاریظ معتبرہ

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

حمد و صلوٰۃ کے بعد فقہاء اور محدثین اور متکلمین کی کلام میں اہل قبلہ کی تکفیر کا مسئلہ بہت پیچیدہ سا ہو گیا تھا اور سمجھ میں آنے والا نہ تھا ہاں اگر کسی خوش نصیب کو اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ سے عقل سلیم عطا فرماتے اور قبول حق کی توفیق عنایت فرماتے تو اور بات تھی اور بعض لوگ تو اپنی کم فہمی کی وجہ سے فقہاء محدثین کی عبارات سے غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے پس حضرت مولانا الشیخ الحاج مولوی محمد انور شاہ صاحب نے جو دار العلوم دیوبند میں صدر المدرسین کے عہدے پر جلوہ افروز ہیں اس عقدہ کو حل کرنے کے لئے کمر ہمت باندھی اور مسئلہ تکفیر اہل قبلہ کی تحقیق میں دن رات ایک کرتے ہوئے حق اور باطل میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی واضح کر دیا۔

سو وہ دلائل اور عبارات جو اس مسئلہ کے بارہ میں متقدمین و متاخرین علماء سے جمع کی گئیں ان پر جب میں مطلع ہوا اور اس مسئلہ سے جہل اور بہت ذہنوں کے شبہ کے زائل ہونے پر مطلع ہوا تو میں نے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے واضح حق اور صحیح مذہب پر انشراح صدر کے ساتھ تصدیق کر دی۔

اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب کو اپنی بہترین جزاء عطا فرمائیں جو ان کی کوشش و ہمت کو کافی اور وافی ہو جائے اور دعا ہے کہ یہ مجموعہ بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت سے نوازا جائے۔

خلیل احمد

ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپوری

☆☆☆☆☆☆

حضرت اقدس مجدد الملۃ والدین والشرف

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حامدا و مصلیا: بندہ عرض گذار ہے کہ یہ بات شہرت حاصل کر چکی تھی اور ہر خاص و عام کے درمیان زبان زد تھی کہ جو لوگ اہل قبلہ ہیں ان کی تکفیر مطلقاً منع ہے اگرچہ وہ ضروریات دین کا انکار کریں

یا ضروریات دین میں تاویل فاسد کریں، یا ان کی باتوں سے کفر لازم آئے جب کہ اس نے التزام نہ کیا ہو تو ایسے آدمی کو کافر قرار دینا منع ہے اور بعض لوگ تو نام لے کر مرزائیوں کے عدم تکفیر کا نتیجہ نکالتے تھے خاص کر ان مرزائیوں کو کافر قرار نہ دیتے تھے جو ظاہراً مرزا قادیانی کے نبی ہونے سے منکر تھے اور مرزا کے دعویٰ نبوت کی تاویل کرتے تھے۔

میری عمر کی قسم! اگر معاملہ ایسے ہوتا جیسا کہ ان لوگوں نے سمجھ لیا تو پھر ان لوگوں کو کافر قرار دینا کیا معنی رکھتا ہے جو مسیلمہ کذاب یمامی پر ایمان لائے حالانکہ وہ بھی تو نمازیں پڑھتے تھے اور زکوۃ بھی دیتے تھے اور مسیلمہ کے دعویٰ نبوت کی تاویل کرتے تھے اور مسیلمہ کذاب بھی ہمارے سردار نبی ﷺ پر ایمان لایا تھا اور میں نے تو مسلمانوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو اس بات کا قائل ہو کہ مسیلمہ کذاب یا اس کے متبعین کافر نہیں اور جب یہ لازم "یعنی مسیلمہ کذاب اور اس کے متبعین کافر نہیں" بالاتفاق باطل ہے تو ملزوم یعنی "مرزا اور اس کے تاویل کرنے والے کافر نہیں"۔

پس اللہ تعالیٰ "اکفار الملحدین" نامی رسالہ کے مصنف کو اجر جزیل عطا فرمائیں جنہوں نے ایک وضاحت کر دی جس سے زیادہ وضاحت ہو بھی نہیں سکتی اور ضرورت بھی نہیں۔ کیونکہ یہ کامل و مکمل ہے اور دلائل تو انصاف کا دامن چھوڑے بغیر برابر سرابر بیان فرمائے۔ پس اس وقت جو یہ رسالہ میرے پاس ہے، مقصود میں کافی اور شافی ہے اور بوقت بحث جن دلائل کی ضرورت پڑتی ہے ان کے لئے کافی وافی ہے پس اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرما کر اسے نافع اور مفید بنائیں اور اس عالم کو شکوک و شبہات کے اندھیروں سے دور کرنے والا بنائیں۔

اپنے رب کی رحمت کا محتاج بندہ

محمد اشرف علی تھانوی

بروز جمعہ ۳ محرم الحرام ۱۳۴۳ھ

☆☆☆☆☆

حضرت اقدس حضرت مولانا و مرشدنا مفتی اعظم

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حمد و صلوٰۃ کے بعد: کچھ لوگ ایسے تھے جن کے دلوں میں مرزا قادیانی کی نبوت کے قائلین قادیانی گروہ کو کافر قرار دینے کے بارے میں علماء کا فتویٰ کھٹکتا تھا اور اس فرقہ احمدیہ کو کافر قرار دینے میں بھی وہ لوگ متردد تھے جو مرزا قادیانی کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ مسیح موعود تھا اور امام مہدی تھا

ختم تھا اور بہت بڑا مجدد دین تھا اور بہت بڑا ولی تھا اور کہتے ہیں کہ اگرچہ مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو نبوت اور رسالت سے موسوم کر لیا تھا وحی اور الہام کا دعویٰ کیا تھا اور اس نے اپنی وحی اور دوسرے انبیاء کی وحی میں برابری کر دی تھی، لیکن ان سب باتوں کے باوجود اس نے حقیقۃً دعویٰ نبوت نہ کیا تھا۔

تو اس طرح کی تاویلات بن کر بعض سلف صالحین نے ان کو متاوّل سمجھ کر ان کے کفر میں توقف و تردد کیا اور ان جیسوں کی حمل میں بھی توقف کیا۔ اسی اثناء میں اپنے زمانہ کے لوگوں میں سے عمدہ ترین اور اپنے وقت کے مضبوط علم والے ارباب فضل کے بڑے اور اصحاب فضیلت کے لئے قابل فخر بہت بڑے عالم علامۃ الدہر مولانا محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ دار العلوم میں صدر المدرسین کے عہدے پر فائز ہیں) اس مسئلہ کی تحقیق میں سر توڑ کوشش کی اور تدقیق کے جھنڈے کو بلند کر دیا مقصود سے پردہ ہٹا دیا اور اندھیروں کو مٹا دیا۔

ایک رسالہ میں جس کو انہوں نے "اکفار الملحدین" کے نام سے موسوم کیا اسے پر رونق بنایا موتیوں سے اور معاملے کو اتنا واضح کر دیا کہ دل کی کھٹکن اور شک کی کوئی گنجائش باقی نہ چھوڑی۔ جب تمہاری نظر ان موتیوں پر پڑے گی تو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ وہ حصول اطمینان کے لئے کشادہ راستے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے اچھا بدلہ عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ملحدین کی جڑ کو اکھاڑ پھینکیں جو کہ ظاہر ہوئی اور اللہ تعالیٰ دین مبین کے رنگ کو واضح کر دیں اور اللہ تعالیٰ ظالم اور خائن لوگوں کی تدابیر کو مٹا دیں۔

کفایت اللہ عفی عنہ

۴ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ

☆☆☆☆☆

حضرت العلامہ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و صلوٰۃ کے بعد: جب قادیان کے ایک باغی اور سرکش گروہ نے اسلام سے بغاوت کی اور سرکشی کی اور بہت بڑی نافرمانی اور زمین میں فساد برپا کر دیا اور انہوں نے اپنے سرغنے کے لئے نبوت عامہ یا اس کے قریبی معصوم ہونے کو یا مہدی مجدد دین متین ہونے کو ثابت کیا تو کمربستہ ہوئے ان کے جھوٹے پروپیگنڈے کو باطل کرنے کے لئے اور ان کی جھوٹی باتوں کو مٹانے کے لئے۔ علامہ فہامہ شیخ الحدیث اور صدر المدرسین دار العلوم دیوبند حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فائدہ تامہ پہنچایا اور عمدہ ترین مضبوط اور مستحکم کام کر دکھایا اور دونوں گروہوں کو ثابت کر دیا جو کہ ملحد، سرکش

،بانی قادیانی کے پیروکار ہیں اور ایسے دلائل کے ساتھ رد فرمایا کہ اس سے زیادہ کچھ کہنے کی گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزا نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو ظاہری، باطنی نعمتیں عطا کرنے والا ہے، رحمتیں اور سلام ہوں ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ پر جو اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور جو خاتم الانبیاء والرسل ہیں اور آپ کی آل اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جو نیک اور منتخب ہیں۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد: میں مطلع ہوا اکفار الملحدین نامی واضح رسالہ پر اور میں اس رسالہ کے مطالعہ سے قطع مند ہوا بحمد اللہ جو حضرت شیخ علامہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری کی تصنیف لطیف ہے جو بلند مرتبہ رکھتے ہیں، اپنے زمانہ میں بے مثال ہیں اور بے نظیر ہیں اسلاف کی نشانی ہیں اور بعد والے لوگوں کے لئے حجت ہیں علم میں سمندر کی مثال رکھتے ہیں خوب چمکنے والے چراغ کی مانند ہیں وہ ایسے آدمی ہیں کہ جس کی مثال کو موجودہ زمانہ میں آنکھوں نے نہیں دیکھی اللہ تعالیٰ نے ان کو علم سے اور نہی عن المنکر سے اور پاک دامنی اور تقویٰ سے وافر ترین حصہ عطا فرمایا ہے اور وہ ہمارے سردار اور ہمارے شیخ ہیں اللہ تعالیٰ ان کے سایہ شفقت کو طلباء اور مریدین کے لئے تا دیر قائم رکھے۔ اس وقت زمانہ کی ضرورت اس جیسے عمدہ رسالہ کی طرف داعی تھی کیونکہ مسئلہ بڑا اہم تھا اور اقوال مضطرب تھے اور ان کا شیرازہ بکھرا پڑا تھا اور اقوال تھے بھی بہت زیادہ۔ اس وجہ سے بعض اہل علم اور نیک ارادہ والے بھی غلط فہمی اور شک وتردد میں مبتلا ہو گئے پس اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اور تمام فائدہ حاصل کرنے والوں کی طرف سے اچھا بدلہ عطا فرمائیں حضرت الشیخ علامہ کو جو اس رسالہ کے مصنف ہیں کیونکہ انہوں نے حق اور درستگی کے چہرے سے پردہ چاک کر دیا اور اشتباہ اور شک کی شہ رگ کو کاٹ دیا۔ اہل قبلہ کی عدم تکفیر کے قاعدہ کی وضاحت کر دی اور صاف شفاف کر دیا تاویل کرنے والے کے عدم تکفیر کے ضابطے کو، ایسی وضاحت فرمائی کہ اس سے زائد کچھ کہنے کی گنجائش نہیں حتیٰ کہ آنکھوں والوں کے لئے صبح کو واضح کر دیا اور کافی شافی بیان فرمایا حتیٰ کہ شبہ اور انکار کی گنجائش کو باقی نہ رکھا لیکن اس شخص کے لئے شبہ اور انکار کی گنجائش نہیں جس کا قلب سلیم ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے شرح صدر بھی

کردیا ہو، یا جس نے سننے کے لئے کان دھرے ہوں اور اس کا دل اور دماغ بھی حاضر ہوں پس اللہ کے لئے اول آخر اور ظاہر اً باطناً تمام تعریفات ہیں اس لئے کہ وہ تعریفوں اور بزرگی والا ہے۔

العبد شبیر احمد عثمانی

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۳ھ

☆☆☆☆☆☆

العلامۃ الفقیہ المحدث المفتی مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد ادام اللہ ظلہ

حمد و صلوٰۃ کے بعد! جب عوام بلکہ اہل علم جو بڑے سمجھدار شمار ہوتے تھے ان کا گمان ہوگیا تھا کہ جن لوگوں کی زبانیں کلمہ شہادت سے گونجتی ہیں اور ایمان باللہ کا بھی اظہار کرتی ہیں وہ تو پکے مومن ہیں اگرچہ انکار کردیا انہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے ہزاروں معانی متفقہ کا، حالانکہ جمہور کے ہاں وہ قطعی الثبوت ہیں اور وہ ایسی تاویل کرتے ہیں جو باطل کردیتی ہے منقول ومشہور عقیدے کو۔ تو ان لوگوں کے ہاں ایمان بالبعض ایسا ایمان ہوگیا کہ بعض کا کفران کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

اور ائمہ مجتہدین سے یہ بات عام ہوگئی کہ ہم اہل قبلہ کی تکفیر نہ کریں گے شاید کہ یہ لوگ ائمہ مجتہدین کے اس قول کی مراد پر مطلع نہ ہوسکے تو خاص وعام کی ضرورت نے تقاضا کیا کہ کوئی ایسی کتاب ہونی چاہئے جو ایمان کے ختم ہونے کی صورتوں کو کھول کر بیان کردے اور دلیل کے ساتھ اسلاف کے مسلک کو واضح کردے اور زائل کردے شک کرنے والوں کے وہموں کو ان زنادقہ اور ملحدین کو کافر قرار دینے میں جو تاویل باطل کے ساتھ اور گمراہ کرنے والی تحریف کے ساتھ اپنی خواہشات کے متبعین ہیں اس طور پر مسلک حق کو واضح اور شک کرنے والوں کے شک کو زائل کرے کہ حق صریح واضح ہوجائے اور اس میں کسی قسم کا شک وخلل نہ ہوسکے اور نہ اس میں عقل سلیم کے مالک کو شک باقی رہے۔

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے بہت بڑے علم رکھنے والے کو توفیق عطا فرمائی جو بہت بڑے محقق اور اپنے زمانہ کے فقیہ اور اپنے زمانہ کے محدث جو روایت میں ثقہ اور فہم وفراست میں حجت ہیں وہ شیخ العلماء مولانا مولوی محمد انور شاہ صاحب ہیں اللہ تعالیٰ ہم پر اور سارے مسلمانوں پر ان کے سایہ کو لمبا کردیں اور اللہ تعالیٰ ان کو باقی رکھیں اور ان کی چاہت میں انہیں کامیاب بنائیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اس بحث میں عمدہ تصنیف پیش فرمائی اور اس کو موسوم کیا "اکفار المتاولین والملحدین فی شیٔ من ضروریات الدین" انہوں نے اس

میں فصلیں قائم کیں اور ایسے اصولوں کو جمع کر دیا کہ ان اصولوں سے کفر اور اسلام کا مدار واضح ہو جاتا ہے اور اہل حق اور سرکش لوگوں کے درمیان امتیاز آسان ہو جاتا ہے اور ہر باب میں مفہوم کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے مدلل کر دیا اور بڑے بڑے ائمہ سے روایات لائے۔ سو وہ ایسی عمدہ کتاب لائے کہ دل اس کے لیے حرکت میں آجاتے ہیں اور اس سے دل ٹھنڈے ہو جاتے ہیں ان کی اس کوشش پر اللہ کا شکر ہے اللہ ان کو ہماری طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے جزاء خیر عطا فرمائیں پوری پوری اور مکمل جزاء۔
وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین وصلی اللّٰہ علی النبی الکریم وآلہ واصحابہ اجمعین۔

(علامہ حضرت اقدس) ابو المحاسن محمد سجاد رحمہ اللہ

حضرت العلامہ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب، ناظم التعلیم دار العلوم دیوبند

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حمد و صلوٰۃ کے بعد: پس پنجاب کے مسیلمہ کذاب نے بے شک ختم نبوت اور رسالت کا انکار کر دیا اور اس کے معنی میں تحریف کی اور اس کے کفر میں اتباع کی اور دعویٰ کر دیا کہ حقیقی اور شرعی نبوت کا بلکہ نئی شریعت کا اور وحی اور نئی کتاب کا اور انبیاء علیہم السلام کی توہین کی خاص کر ہمارے سردار نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی واضح طور پر اور ضروریات دین کا تاویلات فاسدہ کے ساتھ انکار کر دیا اور اس کا یہ انکار اس کے اپنے اقرار کے ساتھ ہے بغیر کسی تاویل اور حجاب کے۔

لہٰذا بلا ریب اور بلا شک مرزا قادیانی خود اور جو اس کی اتباع کرے وہ ملحد ہے زندیق ہے، کافر اور مرتد ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے اور یہی حق ہے اور یہی درست ہے۔ اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے جو مرزا کی کفریہ باتوں پر مطلع ہو جانے کے بعد اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے۔ اسی پر وبال ہے جتنا ہے اس پر دنیا میں لعنت ہے اور آخرت میں ذلت اور رسوائی ہے عذاب و عقاب ہے۔

اگر مرزا قادیانی اور اس کے متبعین اسلام سے خارج اور مرتد نہ سمجھے جائیں تو پھر مسیلمہ کذاب اور اس کے متبعین کا اسلام سے خارج ہونا اور مرتد ہونا چہ معنی دارد، اور اسی طرح مسیلمہ کذاب کے سارے امثال کیسے خارج اور مرتد ہیں آخرت میں۔ سو اللہ تعالیٰ میری طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے دنیا و آخرت میں جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کے ٹھکانہ کو اچھا کرے۔ وہ شیخ الاسلام والمسلمین ہیں اور علوم دنیاوی اور اخروی کے سمندروں کا جامع ہیں یعنی محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ جو دار العلوم دیوبند میں صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز ہیں انہوں نے اپنے رسالہ المسمیٰ با کفار المتاولین والملحدین فی شیٔ من ضروریات الدین میں قرآن و سنت اور آثار صحابہ

کرام ﷺ اور محدثین اور فقہاء اور اصحاب اصول اور مفسرین کی تصریحات کو اس مسئلہ میں فصل خطاب کے ساتھ بیان کیا۔ اس بات کو کہ بے شک ضروریات دین میں سے کسی کا انکار یا تاویل ناجائز ہے۔

پس یہ رسالہ کافی شافی وافی ہے اپنے موضوع میں اور اصول وفروع اور عمدہ موتیوں اور روشن مضامین پر مشتمل ہے اور عجائبات اور غرائب پر مشتمل ہے اور پھر مزہ یہ ہے کہ اس سے منافع اور فوائد کو حاصل کرنا مشکل نہیں۔ لہٰذا مسلمانوں پر اس کا مطالعہ لازم ہے اور اس کے مفہوم اور مضامین کی اشاعت بھی لازم ہے اور مسیلمہ کذاب کے گروہ کو اصول وفروع سمیت ختم کرنا بھی مسلمانوں پر لازم ہے اور اس کی عبارات میں کچھ عبارات کو زبانی یاد کرنا بھی لازم ہے، تاکہ اس کے کفر والحاد اور زندیقیت کے سمندر کے قطرہ سے تذکرہ اور تبصرہ آسان ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا کرنے والے ہیں، اور اللہ کے لئے اول آخر تعریفیں ہیں اور صلوٰۃ وسلام ہوں اس کے نبی اور حبیب پر اور اس کی آل اور اس کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر جب تک کہ اتفاق وتفرق باقی ہے۔ اے اللہ اپنی رحمت کے طفیل قبولیت سے نواز دے۔ اے اسلام اور قرآن اور دین اور دین والوں کی حفاظت کرنے والے۔

بندہ سید مرتضیٰ حسن

☆☆☆☆☆

حضرت اقدس مولانا شیخ حبیب الرحمٰن (نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفوں کے لائق وہ اللہ ہے جو دین متین کی حفاظت کا ذمہ دار بن گیا، جس نے ہر دور اور زمانہ میں ایسا گروہ مقرر فرمادیا جو دین میں فہم سلیم رکھتے ہیں تاکہ امور دین کو درست شکل میں باقی رکھیں اور اللہ کے عذاب سے ہر اس شخص کو ڈراتے رہیں جو دوسروں کو واضح گمراہی کے کنارے پر لے جانے کی کوشش کرے، اور تاکہ دین کے حریم کو پاک کریں کفر کی پلیدیوں اور الحاد وزندقہ کی گندگیوں سے یہاں تک کہ حق کی صبح روشن اور واضح ہو جائے۔

اور رحمتِ کاملہ اور سلامتی نازل ہو ہمارے آقا اور مولیٰ حضرت محمد ﷺ پر جنہوں نے ہمیں ایک ایسی روشن شریعت پر چھوڑا کہ اس کی رات اور اس کا دن برابر روشن ہیں پس اب گمراہی کی گھاٹیوں میں صرف وہی شخص گرے گا جو توفیق ویقین سے محروم کر دیا گیا ہو۔ اور رحمتِ کاملہ وسلامتی نازل ہو آپ کی آل اور آپ ﷺ کے ان صحابہ پر جنہوں نے شریعت کے جھنڈوں کو بلند کیا اور شریعت کے

مینار کو مضبوط بنایا۔ پس (ان کی محنت کے بعد) اب آفاق عالم میں ہر افق خوب چمک رہا ہے جیسا کہ آفتاب عالم آسمان وزمین پر چمکتا ہے، اور انہوں نے دین کی حمایت میں اپنے مال وجان کھپا دیئے اور ہر ذلیل، جھوٹے اور سرکش کو دین سے دور کیا حتیٰ کہ جس کسی نے بھی ضروریات دین میں سے کسی کا بھی انکار کیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے قتل کر دیا، یا جس کسی نے بھی اپنی ذات کے لئے نبوت کا دعویٰ کیا اگرچہ وہ سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا معترف ہی کیوں نہ ہو اسے قتل کیا، جیسے اسود عنسی، مسیلمہ کذاب۔ پس دین اسلام میں کسی نرمی نے انہیں نہ روکا اور نہ ہی مہربانیوں نے انہیں دین حق سے نکلنے والے ان ملعونین پر شدت کرنے سے روکا۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد: اس میں کوئی شک نہیں کہ آغاز آفرینش سے کوئی ایک زمانہ نہیں گزرا جو فتنوں سے خالی ہو یعنی ہر زمانہ میں ایسا فتنہ موجود رہا جس نے اہل زمانہ کو بے قرار وبے چین کر دیا اور اس فتنہ کی ہولناکی نے اس کی شدت اور اس کی آگ کے اشتعال نے اور اس کے انگاروں کے اشارے نے اہل زمانہ کو ذلیل کر دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور اسلام کی حفاظت کا وعدہ پورا فرمایا اور اس فتنے کے وقت بادشاہوں اور کامل یقین والے علماء ربانیین کو توفیق سے نوازا کہ انہوں نے بتوفیق اللہ اس فتنے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور اس فتنہ کی بنیادوں کو گرا دیا، اور انہوں شکوک وشبہات کے اندھیروں کو دین کے روشن چہرے سے ہٹا دیا حتیٰ کہ ہر فتنہ ان کی محنتوں سے اپنے پھیلاؤ کے بعد کافور ہو گیا اور اپنی شکست کے بعد معدوم ہو گیا اور اپنے منتشر ہونے کے بعد سکڑ گیا اور کمزور پڑ گیا۔ حتیٰ کہ اس فتنہ کا صرف نام ہی باقی بچا یا فقط ایک چھوٹے سے گروہ کی شکل میں اس کا نشان بچا، پس ایسے لوگ نہیں تھے جو اس مستر ذمۂ قلیلہ پر اعتماد کرتے ہوئے ان سے اس فتنہ کو قبول کریں۔ پس ان کی تعداد تھی نہ ان کا لشکر۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ باطنیہ اور قرامطہ (یہ دونوں گمراہ فرقے ہیں) جن کی مدت بڑی لمبی ہے اور ان کی قوت مضبوط ہوئی حتیٰ کہ انہوں نے مطاف اور عرفات میں حجاج کرام کا ناحق خون بہایا اور انہوں نے حجر اسود کو اکھاڑ پھینکا اور اس کو ہجر کی طرف لے گئے۔ کہاں چلے گئے وہ؟ اور اب برغواطہ فرقے کے لوگ کہاں ہیں جو شہروں پر قابض ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر تنگی کی اور انہوں نے گھروں میں فساد بپا کیا۔ کیا اے مخاطب تو ان میں سے کوئی ایک کو دیکھ سکتا ہے یا تو ان میں سے کسی ایک کی آہٹ کو سن سکتا ہے، کہاں فرقہ مہدویہ والے اور جون پوری کے متبعین کہاں ہیں؟ کیا کوئی باقی ہے ان میں سے سوائے چند لوگوں کے جیسے وہ کھوئی ہوئی جیل کے قیدی ہیں اور مرے ہیں قبروں میں۔ بے شک بدبختی کے لحاظ سے سب سے زیادہ فتنہ اور فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ اور سب سے بڑی مصیبت جس کو فتنہ قادیان کہا جاتا ہے اور فتنہ مرزائیہ کہا جاتا ہے جس کے سردار مرزا غلام احمد نے ختم نبوت کا

انکار کیا اور اس نے اپنے متعلق یہ خیال کرلیا کہ وہ نبی ہے خواہ ظلی ہو یا بروزی یا تشریعی، یہ سب کچھ اس کی ان کتب میں ہے جو اس نے اپنی ذریت کے لئے کالی کیں۔ وہ اپنی زہر آلود باتیں اپنے متبعین پر ڈالتا رہا یہاں تک کہ ان کے دلوں میں اس کی جھوٹی نبوت نے گھر کرلیا اور وہ ایمان لا بیٹھے اس کی وحی پر اور اس کی معجز کلام پر اور اس کے (جھوٹے) معجزات پر، سو اس کی اُمت نسبت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے الگ مستقل اُمت بن گئی اور جو شخص مرزا کی جھوٹی نبوت کا انکار کرے قادیانی گروہ اس کے مسلمان ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ پوری دنیا کے مسلمانوں میں سے قادیانی ان مسلمانوں کے پیچھے نہ نماز پڑھتے ہیں اور نہ جنازہ اور نہ ان مسلمانوں سے قادیانی عورتوں کا نکاح جائز سمجھتے ہیں۔

اس جھوٹے مدعی نبوت نے اس پر بس نہ کی، بلکہ اپنی ذات کے لئے تمام انبیاء اور رسل پر فضیلت کا بھی دعویٰ کردیا حتیٰ کہ سردار الانبیاء ﷺ پر بھی فضیلت کا دعویٰ کر بیٹھا اور ہمارے سردار حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو روح اللہ اور اللہ کے سچے پیغمبر ہیں کی توہین کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں بُرے کلمات کا مرتکب ہوا۔ ایسے کلمات کہ ان کے سننے کی کوئی مسلمان طاقت نہیں رکھتا۔

پھر اس کے متبعین دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ سو ایک نے تو اس کے اصلی دعویٰ نبوت کو لازم پکڑا اور اعلانیہ اس کی نبوت کا اعلان کرتا رہا۔ نہ ان کو دین نے اس غلط سے روکا اور نہ ہی شرم و حیا نے ان کو روکا۔ یہ فرقہ ہی جمہور مرزائیہ ہیں اور دوسرا گروہ مسلمانوں کو دھوکہ دیتا رہا اور اندر ہی اندر سے اسی عقیدہ پر جمارہا جس کا مرزا قادیانی دعویٰ کرتا تھا اور منافقانہ طور پر بطور دھوکہ دہی کے کہا کہ مرزا نے اپنی نبوت کا دعویٰ چھوڑ دیا تھا اور ہم بھی اس کو نبی تسلیم نہیں کرتے بلکہ ہم اس کو مصلح اور مجدد اور مسیح موعود خیال کرتے ہیں حالانکہ یہ ان کا صریح جھوٹ تھا مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اور مرزا کی خفیہ سازشوں اور اس کی لغزشوں کی تلقین کے لئے۔ اور یہ فرقہ زیادہ خطرناک تھا بنسبت پہلے فرقے کے۔ کیونکہ بہت سے مسلمان کہ جن کو مرزا کی خفیہ سازشوں کا علم نہیں اور نہ ہی ان کو ان حیلہ باز منافقین کی تدابیر کی اطلاع ہے، جب وہ ان کی باتوں کو سنتے ہیں تو مرزا قادیانی کے بارے میں اس کے خیالات کو اچھا اور درست سمجھتے ہیں۔ پھر مرزا قادیانی کے فضائل کو کان لگا کر سنتے ہیں جو قادیانیوں کے ہاں گھڑت ہیں اور اس کے ان اوصاف کو جن میں انہوں نے خود اختلاف کیا تو یہ بھولے بھالے مسلمان یقین کر لیتے ہیں کہ وہ نیک آدمی تھا اور یہ ایک جال ہے جس کے ذریعے غافل اور لاعلم مسلمانوں کو شکار کیا جاتا ہے۔

اے بیدار مغز آدمی تو کچھ غور تو کر کہ ان خالصوں کا نفاق مسلمانوں کے ساتھ کہاں تک پہنچ گیا اور ان کی تکفیر میں وہ شخص توقف کرتا ہے جو ان کی مراد و مقصود پر مطلع نہ ہوا ہو اور سنت اللہ جاری ہے

ابتداء آفرینش سے کہ فتنہ ایک حد معلوم تک باقی رہے، اس کی آگ بھڑکتی رہے اور اس کے شعلے اڑتے رہیں۔ پھر وہ بجھ جائے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ تو پورا ہو کر رہتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ حق کو باقی اور ثابت رکھے اور باطل کو مٹادے۔ پس باقی رہ جائے اسلام ایسا خالص تازہ جیسا اصل میں اور شروع تھا اور مسلمانوں کی مدد کی جاتی رہے گی اور مضبوط رہیں گے حق پر اور یہ فتنے اس کو نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور مسلمانوں کو کم نہ کر سکیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ دین دار امراء اور بادشاہوں اور علماء ربانی کامل یقین والوں پر لازم تھا کہ وہ اس فتنے کا قلع قمع کرنے کے لئے متحد ہو کر کھڑے ہوتے رہیں تا کہ اس کو مل کر ختم کر دیا جائے اور وہ اس کے مقابلہ میں اپنی کوششوں کو خرچ کرتے اور اسلام کی نصرت میں اپنی ذمہ داری کو ادا کرتے۔ ورنہ تو مسلمان رسوا ہو جاتے اور دین سے پشت پھیرنے والے ہو جاتے اور اس بات کے حق دار بن جاتے کہ ان کے نام تک کو مٹادیا جائے اور اللہ تعالیٰ کوئی اور قوم بدلہ میں لے آئیں۔ پس علماء کا ایک گروہ اس ذمہ داری کے لئے اور نصرت حق کے لئے کمر بستہ ہوا تا کہ اس فتنہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں اور اس کے چھپے دعوکوں کو ظاہر کر دیں۔ پس انہوں نے کتب اور رسائل کو عام کیا حتیٰ کہ حق واضح ہو گیا اور باطل رسوا ہو گیا۔ عوام وخواص اس چیز پر مطلع ہو گئے جو مرزا غلام احمد قادیانی نے کفر اور ارتداد کی خفیہ سازشیں کیں۔ پس اس کے متبعین میں سے ایک گروہ باقی بچا کہ جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی اور ان کے سینوں کو تیز جسے چن نے پر کر دیا۔ سو ایسے لوگ ہرگز ایمان نہ لائیں گے، یہاں تک کہ دردناک عذاب سے ملاقات نہ کر لیں۔

مسلمانوں میں سے وہ سعادت مند آدمی جو اس فتنے کا سر پھوڑنے کے لئے کھڑا ہوا اور اس باغی سرکش فتنہ جس کا شمار مسلمانوں کے فرقے میں سے نہیں کے باطل دعووں کے قلع قمع کرنے کے لئے کھڑا ہوا اور تکفیر الملحدین والمتاولین اہل قبلہ کے مسئلہ کی تحقیق کے لئے کمر بستہ ہوا وہ شیخ عادل، پرہیز گار، متقی، الحافظ اور حجت مفسر اور محدث اور فقیہ اور علوم عقلیہ ونقلیہ میں سمندر جیسے علوم رکھنے والے اور مسائل مشکلہ میں تحقیق کے جھنڈے کو بلند کرنے والے، ان کا نام نامی اسم گرامی حضرت مولانا شاہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری ہے اور دارالعلوم دیوبند میں صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی امان میں رکھے اور ان کی مزید مدد فرمائیں۔

پس انہوں نے ایک رسالہ تصنیف فرمایا اس میں اس مسئلہ کے بارے میں ہر وہ چیز کہ جس کی طرف علماء محتاج ہوتے ہیں جمع کر دیا ہے اور محفوظ فرمادیا ہے اور اس میں تحقیقات مفیدہ لائے اور اس میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح کر دی کہ مرزائی مسلمانوں میں نہیں رہے اور مسلمانوں کے تمام فرقوں سے خارج ہیں۔

یہ ایسا رسالہ ہے کہ جب اس کو انصاف والا اور بیدار مغز دیکھے گا تو اس کو کسی قسم کا شک وشبہ نہ

رہے گا اور اس مسئلہ میں کوئی شک نہیں رہے گا اور وہ اسلام کے فرقوں میں سے مرزائی گروہ کے اسلام سے خارج میں تردد نہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ اس کے اجر کو کئی گنا بڑھائیں اور ان کے واقعات میں برکت عطا فرمائیں اور اس رسالہ سے مسلمانوں کو نفع مند کریں اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت عطا فرمائیں جو مرزائیوں کے بارے میں شک کر رہے ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العلمین، والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا محمد ﷺ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین.

انا العبد الضعیف

حبیب الرحمٰن الدیوبندی العثمانی

☆☆☆☆☆

حضرت مولانا محمد رحیم اللہ بجنوری ادام اللہ ظلہ

بعد حمد وصلوٰۃ!:

کہتا ہے بندہ گنہگار ضعیف جو امید رکھنے والا ہے اپنے طاقت والے رب کی رحمت کی، محمد رحیم اللہ بجنوری۔ بے شک میرے پاس بہترین، نافع بلکہ کامل نفع والی کتاب ہے، بلکہ اس کتاب کا ہونا شدید ضروری تھا حق اور تحقیق کے طلب کرنے والوں کے حق میں ان اہم دینی اُمور کے معاملہ کہ جن میں مکمل اطلاع نہیں رکھتے اور ان کا یقین کامل نہیں رکھتے۔

☆☆☆☆☆

تعارف

الحمدللّٰہ رب العلمین ولاعدوان الاعلی الظالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

سرزمین بیت الحرم میں "غارِ حرا" کے اُفق سے نبوت کبریٰ کا آفتاب عالم تاب طلوع ہوا اور رحتی مخلوق کے لئے آسمانی پیغام ہدایت کی ضیا پاشیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ "خاتم النبیین" کے منصب پر فائز ہو گئے۔ قرآن کریم نازل ہونا شروع ہو گیا کفار مکہ اور جزیرۃ العرب کے یہود ونصاریٰ پوری مخالفت بلکہ خود دعناد پر اتر آئے لیکن اسلام کے خلاف ان کی ساری تدبیریں خاک میں مل گئیں اور نہ صرف عہد نبوت میں بلکہ عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں بھی اسلام کے روز افزوں عروج واستحکام کی یہی صورت حال قائم رہی اور اسلام شرقاً وغرباً تمام دنیا میں بن کی آگ کی طرح پھیلتا چلا گیا مگر اسی کے ساتھ ساتھ اعداء اسلام کے حلقوں میں اسلام کے خلاف غیظ وغضب بھی بڑھتا چلا گیا، مشیت الٰہی سے عہد عثمانی میں عہد فاروقی جیسا تدبر و تیقظ قائم نہ رہ سکا اس لئے مریض القلب لوگوں نے خصوصاً نام نہاد مسلمان یہودیوں نے خفیہ ریشہ دوانیاں شروع کر دیں تا آنکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور اب چاروں طرف سے علی الاعلان فتنوں نے سر اٹھایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان فتنوں کا بازار "حرب وپیکار" کی شکل میں گرم ہونا شروع ہو گیا اور اسلام کو شدید ترین داخلی وخارجی خطرات کا سامنا کرنا پڑا۔ اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسی عظیم شخصیت نہ ہوتی تو شاید اسلام ختم ہو جاتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے علم وفراست کی برکت سے اسلام کی حفاظت فرمائی۔ جس طرح عہد صدیقی میں فتنہ ارتداد اور مانعین زکوٰۃ کا فتنہ پوری قوت کے ساتھ رونما ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حزم وعزم صدیقی کی برکت سے اسلام کی حفاظت کی تھی ٹھیک اسی طرح فتنہ خوارج وشیعیت کی شدت کی وجہ سے خلافت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں زوال اسلام کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا اسلام تو بچ گیا لیکن "جنگ جمل" اور "جنگ صفین" جیسے دردناک واقعات اور خونچکاں حوادث رونما ہوئے اور اسلام کی مقدس سرزمین صحابہ وتابعین کے خون سے ضرور لالہ زار بنی جس کے نتیجے میں "فتنہ شیعیت" "فتنہ رفض" "فتنہ خارجیت" "اعتزال" وغیرہ سیاسی ودینی فتنوں کی جڑیں دور دور پھیل گئیں اور پہلی مرتبہ علمی اصطلاحات "مسئلہ ایمان" "مسئلہ کفر" سامنے آیا اور اس کی علمی تنقیح کی ضرورت پیش آئی۔

لطف کی بات یہ تھی کہ خوارج ومعتزلہ بھی ایمان وتوحید کے مدعی تھے اور شیعہ وروافض بھی اسلام

اہلبیت اہل بیت کے دعویدار تھے، مگر دونوں فرقے صحابہ کرام ﷺ کی تکفیر پر متفق تھے اور اپنے اپنے ایمان واسلام کا دعویٰ بھی کرتے تھے پھر انہی دونوں شاخوں سے پھوٹ کر "جہمیہ"، "مرجیہ"، "کرامیہ" وغیرہ جیسو بیسیوں اسلامی فرقے پیدا ہوتے چلے گئے، جن میں سے ہر ایک فرقہ اپنے سواسب کو کافر کہتا تھا۔

اس لئے "اسلام" کی حفاظت کے لئے شدید ضرورت پیش آئی کہ محققانہ انداز میں اس مشکل کو حل کیا جائے کہ "مناط" و مدار نجات کیا چیز ہے؟ اور "ایمان" کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اور "کفر" کی اصل بنیاد کیا ہے؟

چنانچہ امام احمد بن حنبل، ابوبکر بن ابی شیبہ، ابوعبیدہ قاسم بن سلام، محمد بن نصر مروزی، محمد بن اسلم طوسی، ابوالحسن بن عبدالرحمٰن بن زستہ، ابن حبان، ابوبکر بیہقی وغیرہ ائمہ حدیث رحمہم اللہ نے "مسئلہ ایمان" پر محدثانہ کتابیں لکھیں۔ محدثین کے طرز پر حافظ ابن تیمیہ ؒ کی "کتاب الایمان" شاید آخری کتاب ہو، لیکن علمی ونظری مکاتب فکر کے نقطہ نظر سے یہ محدثانہ تالیفات کافی نہ تھیں اس لئے متکلمین نے اس میدان میں قدم رکھا اور قدماء متکلمین کی تصانیف میں بھی یہ مسائل زیر بحث آئے۔ امام ابوالحسن اشعری ؒ سے لے کر حجۃ الاسلام امام غزالی ؒ تک کبار متکلمین نے خوب علمی ونظری تحقیقات کی داددی اور ان مسائل پر سیر حاصل عقلی ونقلی (غیر نقلی) بحثیں کیں، حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی طوسی ؒ متوفی ۵۰۵ھ غالباً پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس موضوع پر مستقل محققانہ کتاب لکھی جس کا نام "فیصل التفرقة بين الاسلام والزندقة" ہے، مصر وہندوستان دونوں جگہ طبع ہوئی ہے۔

رفتہ رفتہ فقہاء کے حلقہ میں بھی یہ مسئلہ زیر بحث آیا اور فقہاء کرام نے اپنے مخصوص فقہی انداز میں بھی خوب خوب لکھا، لیکن ایک طرف تو امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کا یہ قول: "لانكفر احدا من اهل القبلة" امت کے سامنے تھا دوسری طرف یہ اجماعی مسئلہ طے شدہ تھا کہ "ضروریات دین میں سے کسی بھی امر ضروری کا انکار کفر ہے۔" بلکہ "ضروریات دین میں" تاویل "بھی موجب کفر ہے۔"

اسی طرح ایک طرف یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ "لازم مذہب مذہب نہیں ہے، جب تک التزام کفر نہ کیا جائے، لزوم کفر سے کفر لازم نہیں آئے گا۔ اس بحث کے ذیل میں یہ مسئلہ بھی پیدا ہوا کہ "ضروریات دین" کے باب میں بھی یہ ضابطہ جاری ہے یا "ضروریات دین" اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں؟ نیز مسئلہ تکفیر میں "دلیل قطعی" ضروری ہے یا "ظنی ادلہ" سے بھی تکفیر کی جاسکتی ہے؟

الغرض موضوع اپنی اہمیت کے پیش نظر اور نزاکت کے اعتبار سے زیادہ سے زیادہ الجھتا گیا اور ایمان وکفر کا بدیہی مسئلہ نظری بن کر رہ گیا، ادھر اعداء دین کو ان علمی بحثوں اور کاوشوں سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے مواقع ملتے چلے گئے۔

اسی اثنا میں سرزمین پنجاب کے اندر ایک "مدعی نبوت" پیدا ہوگیا جس نے اپنی مستقل تشریعی نبوت کو منوانے کی غرض سے "قطعی امور دین" کا انکار کرنا شروع کردیا "ختم نبوت" جیسے اجماعی واساسی طے شدہ مسئلہ کو از سر نو زیر بحث لایا "جہاد" اور "حج" کے اس زمانہ میں منسوخ ہونے کا اعلان کیا اسی کے ساتھ ساتھ از راہ تلبیس "تبلیغ اسلام" کے بلند وبانگ دعوے بھی کرتا رہا۔

خلاصہ یہ ہے کہ مختلف جہات سے دین کی حفاظت کے لئے شدید ضرورت پیش آئی کہ ان موضوعات پر ایک فیصلہ کن محققانہ تالیف امت کی رہنمائی کے لئے سامنے آئے تاکہ ان دقیق اور الجھے ہوئے مسائل میں آئندہ نسلوں کو کفر واسلام کے اندر امتیاز کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔

لیکن ان موضوعات سے عہدہ برآ ہونا نہ ہر عالم وفقیہ کا کام تھا اور نہ ہر صاحب قلم مصنف ومؤلف کا، بلکہ اس کے لئے ایک ایسے محقق روزگار کی ضرورت تھی جو محدث بھی ہو اور فقیہ بھی، متکلم بھی ہو اور اصولی بھی، مورخ بھی ہو اور تاریخ ملل ونحل کا محقق بھی، وسیع النظر بھی ہو، اور منصف مزاج بھی، اس کی زندگی علوم مشکلات علوم کی تحقیق اور عقدہ کشائی میں گذری ہو، مجتہدانہ ذوق کا مالک ہو فتنوں اور فرقوں کی تاریخ سے بصیرت افروز واقفیت رکھتا ہو۔

حق تعالیٰ نے اس علمی ودینی عظیم الشان خدمت کے لئے امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی نور اللہ مرقدہ کا انتخاب فرمایا جو اپنے عہد میں علوم اسلامیہ میں "امامت کبریٰ" کا درجہ رکھتے تھے، ایسے یگانہ روزگار تھے جن کی مثال گذشتہ صدیوں میں بھی مشکل سے ملے گی، قدماء ومتاخرین میں چند نفوس قدسیہ جس جامعیت علمی کے حامل گزرے ہیں حضرت شاہ صاحب قدس اللہ سرہ بھی انہی جیسی نادرہ روزگار ہستی کے مالک تھے۔

اس موضوع پر قدماء ومتاخرین فقہاء، متکلمین، محدثین ومفسرین کے علمی کارناموں یعنی تصانیف میں جہاں بھی "غرر نقول" (زریں اقتباسات) تھے، اگرچہ بعید سے بعید ترین مظان (مقامات) میں تھے، ان سب کے جواہر ودرر کو حیرت انگیز غواصی کے کرشمے دکھا کرامت کے سامنے رکھ دیا اور یہ تفحص وتجسس کا دائرہ مطبوعات تک ہی محدود نہیں رہا، بلکہ اس مقصد کے لئے نادر ترین "مخطوطات" (قلمی کتابوں) کے عام دسترس سے باہر علمی سمندروں میں بھی شناوری اور غواصی فرمائی ہے اور نہ صرف خاص خاص ابواب متعارفہ اور مظان متوقعہ (متوقع مقامات) کی مراجعت فرمائی ہے بلکہ بعض مخطوطات کو اول سے آخر تک مطالعہ کرکے پوری کتاب میں جہاں جہاں دُرِ بے بہا (قیمتی اقتباسات) ہاتھ آتے گئے، پروتے گئے، محقق ابن وزیر یمانی کی محققانہ ضخیم غیر مطبوعہ کتاب "القواصم والعواصم" پوری مطالعہ کرکے سارے متعلقہ ٹکڑے (اقتباسات) یکجا جمع فرمادیئے، اسی طرح "فتح الباری" جیسی ضخیم تیرہ

جلدوں کی کتاب میں جہاں جہاں کوئی مفید مطلب مضمون ملا جمع فرمادیا، کیا کوئی بھی عالم و محقق تصور کرسکتا ہے کہ "ادیب قلقشندی" کی خالص ادبی کتاب "صبح الاعشیٰ فی فن الانشاء" میں بھی اس خالص دینی موضوع سے متعلق کوئی چیز ہوگی؟ لیکن امام العصر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے وہ بھی اوجھل نہ رہ سکی اس سے بھی استفادہ فرمایا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب "خلق افعال العباد"، امام ذہبی رحمہ اللہ کی "کتاب العلو"، بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب "الاسماء والصفات"، ابن حزم کی "کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل"، عبدالقاہر تمیمی بغدادی کی کتاب "الفرق بین الفرق"، ابوالبقاء کی کتاب "الکلیات"، شیخ اکبر کی "الفتوحات المکیہ"، شعرانی کی "الیواقیت والجواہر"، سیوطی کی کتاب "الخصائص" وغیرہ وغیرہ کے اقتباسات وحوالے اسی طرح آتے ہیں جیسے کتب کلام وکتب فقہ، کتب اصول وکتب حدیث واصول حدیث اور تفاسیر کے اقتباسات وحوالہ جات آتے ہیں، حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تصانیف: "کتاب الفتاویٰ" جلد ۴، "المنہاج"، "الصارم المسلول"، "بغیۃ المرتاد"، "کتاب الایمان"، اور "الجواب الصحیح" میں جہاں جہاں مفید مطلب مسئلہ نظر آیا نقل فرمادیا۔ حافظ ابن قیم کی تصانیف: "شفاء العلیل"، "زاد المعاد" وغیرہ میں جہاں جہاں اہم نقول (اقتباسات) ملی ہیں، برمحل نقل فرمادی ہیں۔ اس طرح تقریباً دو سو کتابوں کے صدہا اقتباسات اور حوالہ جات ہر مسئلہ اور ہر عنوان کے تحت اس حیرت انگیز استقصاء کے ساتھ جمع فرمائے ہیں کہ دیکھنے والے کو گمان ہوتا ہے کہ شاید ساری زندگی اسی کتاب کی نذر ہوگئی لیکن آپ کو یہ سن کر تعجب در تعجب ہوگا کہ اس انداز کی یہ جامع کتاب صرف چند ہفتوں میں تصنیف فرمائی ہے۔ لیکن یہ اسی جلیل القدر، محیر العقول ہستی کا کارنامہ ہوسکتا تھا جس نے سارے علمی کتب خانے کھنگال ڈالے تھے اور ہر مطالعہ کی ہوئی کتاب ہر وقت اس طرح مستحضر رہتی تھی جیسے ابھی دیکھی ہے۔

پھر بڑی خوبی یہ ہے کہ تنہا کتب حنفیہ سے نقول (اقتباسات) جمع نہیں کئے، تاکہ یہ نہ کہا جائے کہ "یہ تو مخصوص مکتب فکر کا نقطۂ نظر ہے"۔ بلکہ کتب مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ اور کتب ائمہ اربعہ سے نوادر نقول (اقتباسات) پورے استیعاب واستقصاء کے ساتھ جمع کئے ہیں تاکہ یہ ثابت ہو کہ یہ پوری امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) اور تمام ائمہ مذاہب کا متفقہ فیصلہ ہے اور کسی پہلو سے بھی حرف گیری یا شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے، اسی طرح متکلمین میں سے "ماتریدیہ"، "اشاعرہ" اور "حنابلہ" کی کتب عقائد وکلام سے بھی موقع بموقع اقتباسات پیش کئے ہیں اور کسی بھی پہلو سے کوئی سرا باقی نہیں چھوڑا ہے۔

پھر جتنے محقق اہل علم اکابر دیوبند تھے ان سب کی "تقریظات" صرف اس لئے حاصل کی گئیں تاکہ یہ واضح ہوجائے کہ یہ کوئی "شخصی رائے" نہیں ہے بلکہ دور حاضر کے اکابر امت کا اجماعی فیصلہ ہے اور اس میں کوئی عالم دین بھی مخالف نہیں ہے۔ "تقریظیں" لکھنے والے قابل ذکر حضرات یہ ہیں:

۱:..... حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن دیوبندی مفتی دارالعلوم دیوبند۔

۲: ـــ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی۔

۳: ـــ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری المدنی۔

۴: حضرت مولانا حکیم رحیم اللہ بجنوری شاگرد حضرت نانوتوی۔

۵: ..... حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی۔

۶:..... امیر شریعت بہار حضرت مولانا محمد سجاد بہاری۔

۷: ..... حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ نے اس آخری دور میں امام العصر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو اسی قسم کی علمی مشکلات حل کرنے کے لئے پیدا فرمایا تھا۔ ان کی تالیف تصنیفی ہوں یا املائی وہ سب میں یہ خصوصیت جلوہ گر ہے۔ حضرت الاستاذ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

"حضرت شاہ صاحب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ علوم وفنون کی ارواح ومشکلات پر حاوی ومطلع ہیں، جب کوئی شخص ان سے کسی بھی علم کا کوئی دقیق سے دقیق اور مشکل سے مشکل مسئلہ حل کرنے کے لئے سوال کرتا ہے تو فوراً برجستہ جواب حاضر پاتا ہے اس طرح جیسے مدتوں سے اس مشکل کو حل کئے بیٹھے ہیں"۔

پھر صرف اتنا ہی نہیں کہ اکابر امت اور کبار محققین کے علوم کی نقول (اقتباسات) پیش کردینے پر اکتفاء کیا ہو، اگرچہ اس انداز سے ایک موضوع پر ان سب اقتباسات کو ایک جگہ جمع کردینا بھی افراد امت ہی کا کام ہے، بلکہ ان نقول واقتباسات سے جو علمی فوائد ونکات اخذ کئے ہیں اور زیر نظر موضوع کی تائید میں جو مجتہدانہ استنباطات کئے ہیں یہ صرف انہیں کا کام تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس گوناگوں اور نت نئے فتنوں کے دور میں کہ کہیں "مرزائیت" کا فتنہ ہے تو کہیں "خاکساریت" کا، کہیں "پرویزیت" کا فتنہ ہے تو کہیں "فضل الرحمٰن" کی مستشرقانہ تحقیقات کا، اگر ایسی محققانہ اور جامع کتاب نہ ہوتی تو آج "کفر وایمان" کا مسئلہ شدید بحران اور پردہ اشتباہ میں پڑا ہوتا اور دور حاضر کے علماء میں سے کسی عالم کے بس کا نہ تھا کہ ایسا مدلل ومنقح اور بصیرت افروز محققانہ ذخیرہ جمع کرسکے کہ ہر فتنہ کی سرکوبی وتردید کے لئے کافی ہو اور امت کے ذمہ یہ "فرض کفایہ" یونہی رہ جاتا لیکن الحمدللہ علی احسانہ یہ مسئلہ اتنا واضح ہوگیا کہ اب کسی کے لئے کوئی شک وشبہ کی گنجائش اور عذر باقی نہ رہا۔

لیکن یہ کتاب عربی زبان میں تھی اور سارے نقول (اقتباسات) بھی عربی زبان میں تھے اور ان سے اخذ کردہ نتائج اور حضرت شیخ کے استنباطات بھی چیستان کی حد تک دقیق عربی زبان میں تھے، چنانچہ

سرسری نظر سے پڑھ کر عربی داں اور علماء بھی اس کو ایک اقتباسات کی فہرست سمجھ کر چھوڑ دیتے تھے۔ علاوہ ازیں بہت سے مقامات پر یہ امتیاز کرنا مشکل ہوتا تھا کہ اقتباس کتنا ہے اور حضرت شیخ کی عبارت کتنی؟ غرض علماء کے لئے بھی اس وقت و انحصار کی وجہ سے کماحقہ استفادہ بڑے غور و خوض کا محتاج تھا۔

مجلس علمی کراچی کا یہ احسان ہے کہ اس نے وقت کی اہم دینی ضرورت کا احساس کیا اور ایک محقق عالم و ممتاز فاضل کو، جسے حضرت شیخ رحمہ اللہ سے شرف تلمذ اور خصوصی تعلق کے ساتھ ہی ان کے علوم سے فی الجملہ مناسبت بھی ہے اور ساری عمر علوم و فنون کی بادیہ پیمائی میں گزری ہے، کتاب کے اُردو ترجمہ کے لئے انتخاب کیا۔

اس قسم کی جامع اور دقیق کتاب ہو اور پھر امام العصر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تالیف ہو، جن کی دقت تحریر علماء کے حلقہ میں معروف ہے اور ان کی دوسری تصانیف اس پر شاہد ہیں اور پھر اس نازک اور لائق صد احتیاط موضوع پر ہو، اس کا ترجمہ کرنا بھی کوئی آسان کام نہ تھا۔ لائق مترجم وفقہ اللہ لکل خیر ہمارے بے حد شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اس مشکل کو سر کیا اور اس "خوان یغما" کو نہ صرف عام علماء بلکہ اردو داں طبقہ کے لئے بھی وقف عام کر دیا اور علماء و فقہاء و ارباب فتویٰ پر بھی احسان کیا۔ اس لئے کہ امام العصر حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کی تحریر بلکہ تقریر سے بھی پورا استفادہ کرنا ہر عالم کے بس کا کام نہیں ہے۔

بہر حال وقت کی ایک اہم دینی و علمی ضرورت تھی جو نہایت خوبی کے ساتھ پوری ہو گئی ہے۔ جملہ حضرات (جن کو ان موضوعات سے سابقہ پڑتا رہتا ہے) خصوصاً ارباب فتویٰ اس کی قدر کریں گے اور امام العصر حضرت مؤلف نور اللہ مرقدہ کو اور مترجم طالت حیاتہ فی الخیر دونوں کو دعائے خیر سے فراموش نہ فرمائیں گے۔

کتاب کے اواخر میں امام العصر حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اس موضوع پر کہ ان مسائل میں علماء کی تحقیق کے مآخذ کتاب وسنت میں کیا کیا ہیں؟ اور علماء و فقہاء کے درمیان اختلاف نظر کیوں رہا ہے؟ عجیب مجتہدانہ انداز سے تحقیق فرمائی ہے اور محققانہ انداز سے اس اختلاف نظر کی توجیہ فرمائی ہے اور پھر فرمایا ہے:

"ہم نے اس مسئلہ میں انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے، ایسا نہیں کیا کہ ایک جانب کو پیش نظر رکھ کر دوسری جانب سے غفلت برتی ہو اور اس طرح غیر شعوری طور پر ہم بے احتیاطی میں مبتلا ہو گئے ہوں، ہم نے اس مسئلہ میں اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے جس پر ہمارا ایمان و عقیدہ ہے، ہمارا معاملہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہے وہی ہمارا گواہ اور وکیل ہے"۔

"اس علم دین کو آئندہ نسلوں تک وہی لوگ پہنچائیں گے جو اعلیٰ کے درجہ عادل و منصف مزاج ہوں گے، وہی اہل غلو (حد سے تجاوز کرنے والوں) کی "تحریفات" سے اہل باطل کی "تزویرات" (فریب کاریوں) سے اور جاہلوں کی "تاویلات" سے دین کو بچائیں گے"۔

کتاب کے بالکل آخری حصہ میں فرماتے ہیں:

"یہ دین نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہا جائے اور نہ ہی یہ دین ہے کہ کسی کافر کو کافر نہ کہا جائے اور اس کے کفر سے چشم پوشی کی جائے۔ آج کل لوگ افراط و تفریط میں مبتلا ہیں اور کسی نے سچ کہا ہے کہ: "جاہل یا تو افراط میں مبتلا ہوگا یا تفریط میں" ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم!"۔

لکھنے کو تو بہت کچھ جی چاہ رہا ہے لیکن اس عدیم الفرصتی کے عالم میں ان چند سطروں پر اکتفاء کرنا ناگزیر ہے، ان شاء اللہ یہ چند سطریں ہی اس بے نظیر کتاب اور اس کے ترجمہ میں کافی ہوں گی اللہ تعالیٰ علم و فہم صحیح، انصاف و دیانت اور عمل صالح کی توفیق ہم سب کو نصیب فرمائیں۔

ایک ضروری تنبیہ: "دین" اور "اسلام" کے خلاف ملحد و بے دین لوگ اور اہل حق سے خلاف باطل پرست افراد اور فرقے ہمیشہ برسرپیکار رہے ہیں اور گرم و سرد جنگ یعنی تیغ و تفنگ یا قلم و قرطاس کے معرکے ہمیشہ جاری رہے ہیں اور جب بھی اہل حق اور اہل ایمان نے آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ روشن دلائل اور تیغ تیز سے بھی زیادہ قاطع اور دوٹوک فیصلہ کردینے والے براہین نے باطل پرستوں کے شکوک و شبہات، تاویلات و تحریفات، تلبیسات و تشویہات کا قلع قمع کیا ہے اور ان پر کفر وارتداد کا حکم لگایا ہے تو ان باطل پرستوں نے علماء حق کی تکفیر سے بچنے کے لئے مختلف و متنوع حربے بطور سپر استعمال کئے ہیں، مثلاً:

۱:۔۔۔ کبھی عوام میں یہ پروپیگنڈا کیا کہ فقہاء و متکلمین کے یہ تکفیر وارتداد کے فتوے تو محض ڈرانے، دھمکانے کے لئے ہوتے ہیں، ان کے تکفیر کے فتووں سے کوئی مسلمان فی الحقیقت کافر و مرتد نہیں ہوجاتا۔ جیسا کہ اسی کتاب میں صفحہ: ۲۳۴ پر آپ فتاویٰ بزازیہ کے حوالے سے اس قسم کے جاہلانہ نعروں کی تردید ملاحظہ فرمائیں گے۔

۲:۔ کبھی کہتے ہیں: ہم تو "اہل قبلہ" ہیں اور خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بڑی شدت کے ساتھ اہل قبلہ کی تکفیر سے ممانعت کی ہے، اس کی حقیقت حضرت مصنف رحمہ اللہ نے اس کتاب میں بے نقاب کی ہے۔

۳:۔۔۔ کبھی کہتے ہیں: ہم تو "متاول" ہیں، باتفاق فقہاء متاول کی تکفیر جائز نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر کسی کے عقیدہ یا قول و فعل میں ننانوے وجوہ تکفیر کی ہوں اور ایک وجہ بھی اس کو کفر سے بچاتی ہو تو اس کی بھی تکفیر نہ کرنی چاہئے۔ تاویل اور متاول کے بارے میں بھی یہ حاصل بحث و تحقیق آپ کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

۴:۔۔۔ ہمارے زمانہ میں چونکہ بدقسمتی سے ان ملحدوں اور زندیقوں کو تحریر و تقریر کی مکمل آزادی حاصل ہے، لئے وہ زیادہ بے باکی اور بے مروتی کے ساتھ علماء حق کے ان تکفیر کے فتووں کو "دہشت گردی"

ہے اور کافر، مرتد، ملحد، زندیق، جاہل، بے دین وغیرہ احکام شرعیہ کو "گالیوں" سے تعبیر کرتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ: "علماء کو گالیاں دینے کے سوا اور آتا ہی کیا ہے؟"۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح نماز، زکوۃ، روزہ اور حج اسلام کے اساسی احکام و عبادات ہیں اور دین اسلام میں ان کے مخصوص و متعین معنی اور مصداق ہیں ٹھیک اسی طرح کفر، نفاق، الحاد، ارتداد اور فسق بھی اسلام کے بنیادی احکام ہیں، دین اسلام میں ان کے بھی مخصوص معنی اور مصداق ہیں قرآن کریم نے اور نبی کریم ﷺ نے قطعی طور پر ان کی تعیین و تحدید فرمادی ہے۔

ایمان کا تعلق قلب کے یقین سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسول کی رسالت اور "ما جاء به الرسول" (رسول کے لائے ہوئے دین و شریعت) کو دل سے ماننا اور زبان سے اقرار کرنا ایمان کے معتبر ہونے کے لئے ضروری ہے، جو کوئی ان کو نہ مانے قرآن کریم کی اصطلاح میں اور اسلام کی زبان میں وہ "کافر" ہے اور اس نہ ماننے کا نام "کفر" ہے جس طرح ترک نماز، ترک زکوۃ، ترک روزہ اور ترک حج کا نام "فسق" ہے اور ترک کرنے والے کا نام "فاسق" ہے، بشرطیکہ ان کے فرض ہونے کو مانتا ہو، صرف عمل نہ کرتا ہو، اسی طرح انہی تعبیرات صلوٰۃ، زکوۃ، صوم، حج کو تسلیم و اختیار کرنے کے بعد ان کو معروف و متواتر شرعی معنی سے نکال کر غیر شرعی معنی میں استعمال کرے اور ایسی تاویلیں کرے جو نہ صرف قرآن و حدیث کے خلاف ہوں بلکہ چودہ سو سال کے عرصہ میں کسی بھی عالم دین نے نہ کی ہوں، تو اس کا نام قرآن کی اصطلاح اور اسلام کی زبان میں "الحاد" ہے اور اس شخص کا نام "ملحد" ہے قرآن کریم نے ان الفاظ: کفر، نفاق، الحاد، ارتداد کو انسانوں کے خاص خاص عقائد، اقوال، افعال و اخلاق کے اعتبار سے افراد اور جماعتوں کے لئے استعمال فرمایا ہے اور جب تک روئے زمین پر قرآن کریم موجود ہے گا یہ الفاظ بھی، ان کے یہ معنی اور مصداق بھی باقی رہیں گے۔

اب یہ علمائے اُمت کا فریضہ ہے کہ وہ امت کو بتلائیں کہ ان کا استعمال کہاں کہاں، یعنی کن کن لوگوں کے حق میں صحیح ہے اور کہاں کہاں غلط ہے؟ یعنی یہ بتائیں کہ جس طرح ایک شخص یا فرقہ ایمان کے مقررہ تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد مؤمن ہوتا اور مسلمان کہلاتا ہے، اسی طرح ان کو نہ کرنے والا شخص یا فرقہ کافر اور اسلام سے خارج ہے، نیز علمائے امت کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ان حدود و تفصیلات کو یعنی ایمان کے مقتضیات اور موجبات کفر، کفریہ عقائد و اقوال و افعال کی تحدید (حد بندی) تعیین کریں تاکہ نہ کسی مؤمن کو کافر اور نہ اسلام سے خارج کہا جا سکے اور نہ کسی کافر کو مؤمن اور مسلمان کہا جا سکے، ورنہ اگر "ایمان و کفر" کی حدود اس طرح مشخص و متعین نہ ہوں تو ایمان و کفر کا امتیاز مٹ جائے گا اور دین اسلام ملعبۃ الصبیان (بچوں کا کھیل) بن کر رہ جائے گا اور جنت و جہنم افسانے!!

کتاب کے بالکل آخری حصہ میں فرماتے ہیں:

"یہ دین نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہا جائے اور نہ ہی یہ دین ہے کہ کسی کافر کو کافر نہ کہا جائے اور اس کے کفر سے چشم پوشی کی جائے۔ آج کل لوگ افراط وتفریط میں مبتلا ہیں اور کسی نے سچ کہا ہے کہ: "جاہل یا تو افراط میں مبتلا ہوگا یا تفریط میں" ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم!"۔

لکھنے کو تو بہت کچھ جی چاہ رہا ہے لیکن اس عدیم الفرصتی کے عالم میں ان چند سطروں پر اکتفا کرنا ناگزیر ہے، ان شاء اللہ یہ چند سطریں ہی اس بے نظیر کتاب اور اس کے ترجمہ میں کافی ہوں گی، اللہ تعالیٰ علم وفہم صحیح، انصاف ودیانت اور عمل صالح کی توفیق ہم سب کو نصیب فرمائیں۔

ایک ضروری تنبیہ: "دین" اور "اسلام" کے خلاف ملحد وبے دین لوگ اور اہل حق کے خلاف باطل پرست افراد اور فرقے ہمیشہ برسرپیکار رہے ہیں اور گرم وسرد جنگ یعنی تیغ وتفنگ یا قلم وقرطاس کے معرکے ہمیشہ جاری رہے ہیں اور جب بھی اہل حق اور اہل ایمان نے آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ روشن دلائل اور تیغ تیز سے بھی زیادہ قاطع اور دوٹوک فیصلہ کر دینے والے براہین نے باطل پرستوں کے شکوک وشبہات، تاویلات وتحریفات، تلبیسات وتشویشات کا قلع قمع کیا ہے اور ان پر کفر وارتداد کا حکم لگایا ہے تو ان باطل پرستوں نے علماء حق کی تکفیر سے بچنے کے لئے مختلف ومتنوع حربے بطور سپر استعمال کئے ہیں، مثلاً:

۱:..... کبھی عوام میں یہ پروپیگنڈا کیا کہ فقہاء ومتکلمین کے یہ تکفیر وارتداد کے فتوے تو محض ڈرانے، دھمکانے کے لئے ہوتے ہیں، ان کے تکفیر کے فتووں سے کوئی مسلمان فی الحقیقت کافر ومرتد نہیں ہو جاتا۔ جیسا کہ اسی کتاب میں صفحہ ۲۳۴ پر آپ فتاویٰ بزازیہ کے حوالہ سے اس قسم کے جاہلانہ نعروں کی تردید ملاحظہ فرمائیں گے۔

۲:..... کبھی کہتے ہیں: ہم تو "اہل قبلہ" ہیں اور خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بڑی شدت کے ساتھ اہل قبلہ کی تکفیر سے ممانعت کی ہے۔ اس کی حقیقت حضرت مصنف رحمہ اللہ نے اس کتاب میں بے نقاب کی ہے۔

۳:..... کبھی کہتے ہیں: ہم تو "مؤول" ہیں، باتفاق فقہاء مؤول کی تکفیر جائز نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر کسی کے عقیدہ یا قول وفعل میں ننانوے وجوہ تکفیر کی ہوں اور ایک وجہ بھی اس کو تکفیر سے بچاتی ہو تو اس کی بھی تکفیر نہ کرنی چاہئے۔ تاویل اور مؤول کے بارے میں بھی سیر حاصل بحث وتحقیق آپ کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

۴:..... ہمارے زمانہ میں چونکہ بدقسمتی سے ان ملحدوں اور زندیقوں کو تحریر وتقریر کی مکمل آزادی حاصل ہے اس لئے وہ زیادہ بے باکی اور دریدہ دہنی کے ساتھ اہل حق کے ان تکفیر کے فتووں کو "دشنام طرازی"

ہے اور کافر، مرتد، ملحد، زندیق، جاہل، بے دین وغیرہ احکام شرعیہ کو "گالیوں" سے تعبیر کرتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ: "علماء کو گالیاں دینے کے سوا اور آتا ہی کیا ہے؟"۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج اسلام کے اساسی احکام و عبادات ہیں اور دین اسلام میں ان کے مخصوص و متعین معنی اور مصداق ہیں ٹھیک اسی طرح کفر، نفاق، الحاد، ارتداد اور فسق بھی اسلام کے بنیادی احکام ہیں، دین اسلام میں ان کے بھی مخصوص معنی اور مصداق ہیں، قرآن کریم نے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعی طور پر ان کی تعیین و تحدید فرمادی ہے۔

ایمان کا تعلق قلب کے یقین سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسول کی رسالت اور "ما جاء به الرسول" (رسول کے لائے ہوئے دین و شریعت) کو دل سے ماننا اور زبان سے اقرار کرنا ایمان کے معتبر ہونے کے لئے ضروری ہے، جو کوئی ان کو نہ مانے قرآن کریم کی اصطلاح میں اور اسلام کی زبان میں وہ "کافر" ہے اور اس نہ ماننے کا نام "کفر" ہے، جس طرح ترک نماز، ترک زکوٰۃ، ترک روزہ اور ترک حج کا نام "فسق" ہے اور ترک کرنے والے کا نام "فاسق" ہے، بشرطیکہ ان کے فرض ہونے کو مانتا ہو، صرف عمل نہ کرتا ہو، اسی طرح انہی تعبیرات صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج کو تسلیم و اختیار کرنے کے بعد ان کو معروف و متواتر شرعی معنی سے نکال کر غیر شرعی معنی میں استعمال کرے اور ایسی تاویلیں کرے جو نہ صرف قرآن و حدیث کے خلاف ہوں بلکہ چودہ سو سال کے عرصہ میں کسی بھی عالم دین نے نہ کی ہوں، تو اس کا نام قرآن کی اصطلاح اور اسلام کی زبان میں "الحاد" ہے اور اس شخص کا نام "ملحد" ہے، قرآن کریم نے ان الفاظ: کفر، نفاق، الحاد، ارتداد کو انسانوں کے خاص خاص عقائد، اقوال، افعال و اخلاق کے اعتبار سے افراد اور جماعتوں کے لئے استعمال فرمایا ہے اور جب تک روئے زمین پر قرآن کریم موجود ہے گا یہ الفاظ بھی، ان کے یہ معنی اور مصداق بھی باقی رہیں گے۔

اب یہ علمائے امت کا فریضہ ہے کہ وہ امت کو بتلائیں کہ ان کا استعمال کہاں کہاں، یعنی کن کن لوگوں کے حق میں صحیح ہے اور کہاں کہاں غلط ہے؟ یعنی یہ بتائیں کہ جس طرح ایک شخص یا فرقہ ایمان کے مقررہ تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد مؤمن ہوتا اور مسلمان کہلاتا ہے، اسی طرح ان کو نہ کرنے والا شخص یا فرقہ کافر اور اسلام سے خارج ہے، نیز علمائے امت کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ان حدود و تفصیلات کو یعنی ایمان کے مقتضیات اور موجبات کفر، کفریہ عقائد و اقوال و افعال کی تحدید (حد بندی) تعیین کریں تاکہ نہ کسی مؤمن کو کافر اور نہ اسلام سے خارج کہا جا سکے اور نہ کسی کافر کو مؤمن اور مسلمان کہا جا سکے، ورنہ اگر "ایمان و کفر" کی حدود اس طرح مشخص و متعین نہ ہوئیں تو ایمان و کفر کا امتیاز مٹ جائے گا اور دین اسلام بازیچۂ اطفال بن کر رہ جائے گا اور جنت و جہنم افسانے!!

اسی لئے علمائے امت پر کچھ بھی ہو اور کیسے ہی طعنے کیوں نہ دیئے جائیں رہتی دنیا تک یہ فریضہ عائد ہے اور رہے گا کہ وہ خوف وخطر اور "لومۃ لائم" (ملامت کرنے والوں کی ملامت) کی پرواہ کئے بغیر جو شرعاً "کافر" ہے اس پر "کفر" کا حکم اور فتویٰ لگائیں اور اس میں پوری پوری دیانت داری اور علم وتحقیق سے کام لیں اور شرعاً جو "ملحد" و "فاسق" ہے اس پر "الحاد" و "فسق" کا حکم اور فتویٰ لگائیں اور جو بھی فرد یا فرقہ قرآن وحدیث کی نصوص کی رو سے "اسلام" سے خارج ہو اس پر اسلام سے خارج اور دین سے بے تعلق ہونے کا حکم اور فتویٰ لگائیں اور کسی بھی قیمت پر اس کو مسلمان تسلیم نہ کریں جب تک سورج مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع نہ ہو یعنی قیامت تک۔

بہرحال "کافر"، "فاسق، ملحد، مرتد" وغیرہ شرعی احکام واوصاف ہیں اور فرد یا جماعت کے عقائد یا اقوال واعمال پر مبنی ہوتے ہیں نہ کہ ان کی شخصیتوں اور ذاتوں پر، اس کے برعکس "گالیاں" جن کو دی جاتی ہیں ان کی شخصیتوں اور ذاتوں کو دی جاتی ہیں لہٰذا اگر یہ الفاظ صحیح محل میں استعمال ہوتے ہیں تو یہ شرعی احکام ہیں ان کو "سب وشتم" اور ان احکام کے لگانے کو "دشنام طرازی" کہنا جہالت ہے یا بددینی۔

نیز علماء حق جب کسی فرد یا جماعت کی تکفیر کرتے ہیں تو وہ اس کو "کافر" نہیں بناتے، "کافر" تو وہ خود اپنے اختیار سے کفریہ عقائد یا اقوال وافعال اختیار کرنے سے بنتا ہے وہ تو صرف اس کے کفر کو ظاہر کرتے ہیں، کسوٹی سونے کو کھوٹا نہیں بناتی وہ تو اس کے کھوٹا ہونے کو ظاہر کر دیتی ہے، کھوٹا تو وہ خود ہوتا ہے، اس حقیقت کے باوجود یہ کہنا کہ "مولویوں کو کافر بنانے کے سوا کیا آتا ہے؟" شرمناک جہالت ہے

امید ہے کہ اس ضروری تنبیہ کے بعد قارئین ان ملحدوں اور بے دینوں کے ہتھکنڈوں سے بخوبی واقف اور ہوشیار ہو جائیں گے اور جس کسی فرد یا جماعت کو اس قسم کا پروپیگنڈا کرتے پائیں گے، باور کر لیں گے کہ یہ صرف شریعت کے حکم اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج بد اور الحاد وزندقہ کی سزا سے بچنے کے لئے علماء ومفتیین کے خلاف بداعتمادی پھیلا کر دوگونہ جرم کا ارتکاب کر رہا ہے۔ العیاذ باللہ!

واللہ سبحانہ ولی الهداية والتوفيق وصلى الله على خير خلقه صفوة البرية سيدنا ومولانا محمد الهاشمي العربي وعلى آله وصحبه وبارك وسلم.

محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ

عرضِ مترجم

الحمدللّٰہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی خصوصاً علی خاتم الانبیاء سیدنا محمد المصطفی المجتبی، وصلی اللّٰہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیما کثیرًا کثیرًا. اللّٰھم صل وسلم علیہ کلما ذکرہ الذاکرون وصل وسلم علیہ کلما غفل عن ذکرہ الغافلون وبعد!

کمترین خلائق بندہ محمد ادریس بن مولانا محمد اسحٰق بن مولانا عبداللہ (تو مسلم کا یستھ) میرٹھی، غفراللہ لہ ولوالدیہ، خود کو امام العصر حضرت الشیخ مولانا محمد انور شاہ الکشمیری نور اللہ مرقدہٗ کی ذات والاصفات کی جانب منسوب کرنے سے بھی ہچکچاتا ہے کہ "بدنام کنندۂ نکو نامے چند" کا مصداق نہ بن جائے لیکن جس طرح ایک ذرۂ بے مقدار کو آفتاب عالم تاب سے کوئی نسبت نہیں، مگر اس کو کیا کیجئے کہ ذرہ کی نہ صرف تابانی بلکہ ہستی بھی آفتاب کے نور کے ساتھ قائم و وابستہ ہے، کچھ اسی طرح کی صورتِ حال ہے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف کا تو سوال ہی کیا میں تو حافظہ پر بہت زور ڈالتا ہوں کہ زبان مبارک سے سنے ہوئے کچھ کلمات ہی یاد آجائیں مگر بجز "حسبنا اللہ" اور "ہاں بھائی" کے اور کچھ یاد نہیں آتا، صرف ایک چیز، کہیے ایک سعادت، تھی اور ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ رہے گی اور شاید آخرت میں بھی وہی کام آئے اور وہ ہے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی بے پناہ عقیدت اور اگر والہانہ محبت بھی کہوں تو غلط نہ ہوگا، اسی بے پناہ محبت کی بدولت حضرت شیخ قدس اللہ سرہٗ کے علوم و معارف سے ایک ایسی بسیط اور اجمالی مناسبت، جس کی تعبیر سے الفاظ قاصر ہیں نصیب ہوگئی کہ بس وہی اس ذرۂ بے مقدار کے نہ صرف علم و معرفت بلکہ پوری علمی ہستی کا سرمایہ ہے، جس نے چالیس سالہ زمانۂ تدریس میں بڑے بڑے معرکوں میں شرمساری سے بچالیا ہے اور فکر و ذہن میں وہی آیا ہے اور زبان و قلم سے وہی نکلا ہے جس کا غیر محسوس پرتو، حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ مبارک سے سنا ہوا غیر شعوری طور پر محفوظ تھا۔

اس علمی بے بضاعتی کے ہوتے ہوئے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی دقیق و عمیق تصانیف، (جو اپنی دقت و انغلاق میں علماء کے حلقہ میں ضرب المثل ہیں) کے کماحقہٗ سمجھ لینے کا حوصلہ بھی نہ ہونا چاہئے تھا چہ جائیکہ ان کا اردو جیسی غیر علمی زبان میں ترجمہ و تسہیل، مگر اسی بسیط اور اجمالی مناسبت نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے علوم و معارف کی افادیت (فائدہ رسانی) اور انتفاع (منفعت) کو عام اور سہل الحصول (آسان) بنانے پر نہ صرف آمادہ بلکہ مجبور کردیا۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی تصانیف کا موضوع عموماً یا معروف اختلافی مسائل ہیں، یا پھر علم حقائق واسرار، لیکن گرامی عمر کے آخری حصہ میں فتنہ مرزائیت کی دین خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے معترت رسانی کا اس قدر شدت سے احساس دامن گیر ہوا کہ نہ صرف قلم تصنیف وتالیف بلکہ زبان وبیان بھی اسی فتنہ کے استیصال کے لئے وقف ہو کر رہ گئے۔

لیکن موجودہ عہد میں "الحاد وزندقہ" کے فتنہ عمیاء (تاریک فتنہ) نے فتنہ مرزائیت کو بھی مات کردیا ہے، آج تو "دین" کا نام لے کر "لادینی" پھیلانے اور "اسلام" کا نام لے کر "اسلام کو مسخ کرنے کی مہم پوری قوت کے ساتھ چلائی جارہی ہے اور زبان وبیان کی راہ سے نہیں، بلکہ قلم وطراس یعنی تحریر وانشاء اور تصنیف وتالیف کی راہ سے یہ سیلاب آرہا ہے۔ "اسلام" کی تعبیر نو کے عنوان سے دین کے چودہ سوسالہ مجمع علیہ مسلمات اور "شعائر وضروریات دین" میں نت نئی تاویلیں اور تحریفیں کی جارہی ہیں۔

زیر نظر رسالہ "اکفار الملحدین فی شیء من ضروریات الدین" کا ہدف اولین تو اگرچہ مرزا غلام احمد قادیانی علیہ ماعلیہ اور "مرزائی اُمت" ہے، مگر جو دلائل وبراہین اور اقتباسات وحوالہ جات حضرت شیخ قدس سرہ نے اس رسالہ میں جمع فرمائے ہیں وہ "الحاد وزندقہ" کی جملہ انواع واقسام کی تردید پر حاوی اور ملحدین وزنادیقین کے جملہ افراد وفرق کے استیصال کے لئے کافی ووافی ہیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فتنہ مرزائیت کے بہانے ایک ایسی جامع وہمہ گیر تصنیف کی توفیق حضرت شیخ رحمہ اللہ کو عطا فرمائی جو رہتی دنیا تک ہر قسم کے فتنوں کی تردید وسرکوبی کے لئے ایک محکم اور جامع دستاویز ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک تمام فتنوں کی بیخ کنی کے لئے اہل حق اس سے اتنا فائدہ اٹھائیں گے کہ اس کے دلائل وبراہین اور نقول واقتباسات اور حوالہ جات کے بعد اور کسی چیز کی ضرورت ہی نہ رہے گی بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اس موضوع سے متعلق متقدمین ومتأخرین کی تصانیف میں کوئی قابل ذکر چیز چھوڑی ہی نہیں اور "الحاد وزندقہ" کی تردید وابطال سے متعلق اتنے دلائل وبراہین جمع کردیئے ہیں کہ "ان پر اضافہ مشکل ہے" تو بے جا نہ ہوگا (ہوسکتا ہے کہ آپ اس کو عقیدت ومحبت کے غلو سے تعبیر کریں)۔

یہ ہرگز نہ سمجھئے کہ یہ تمام عصری تقاضے اور "اکفار الملحدین" کی یہ عظیم افادیت ترجمہ کے لئے "اکفار الملحدین" کو انتخاب کرتے وقت میرے سامنے تھے اور اس انتخاب کا محرک بنے ہیں تو بہ کیجئے! اس انتخاب کی محرک کو صرف، وہی حضرت شیخ رحمہ اللہ کے علوم سے بسیط اور اجمالی مناسبت تھی اور بس! "اکفار الملحدین" کی یہ اہمیت اور افادیت تو بلا مبالغہ مسلسل تین سال تک "اکفار الملحدین" کے مندرجات پر غور وفکر اور خامہ فرسائی کرنے کے بعد سامنے آئی ہے اور اس چھوٹے سے رسالہ کے یہ جوہر کھلے ہیں۔

سہ سالہ غور و فکر اور خامہ فرسائی کی سرگزشت

اس سہ سالہ غور و فکر اور خامہ فرسائی کی سرگزشت یہ ہے کہ میں نے مذکورہ بالا غیر اختیاری جذبہ کے تحت مولانا محمد طاسین صاحب ناظم مجلس علمی کراچی سے سرسری مشورہ کے بعد بغیر سوچے سمجھے "اکفار الملحدین" کے ترجمہ کا فیصلہ کر لیا (کہ کچھ نہ سہی تو کچھ عرصے کے لئے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے انفاس قدسیہ کی رفاقت تو میسر آجائے گی) اور مدرسہ سے کتاب لے کر مختلف سطروں (پرچوں) پر ترجمہ کرنا شروع کر دیا، چند ماہ میں ترجمہ سے فارغ ہو کر جس کا الٹا سیدھا سمجھنے اور خود کھرا پرکھنے کی غرض سے اس منتشر مسودہ کی تبییض (صاف کرنے) کی ضرورت محسوس ہوئی، چنانچہ از سر نو کتاب اور مسودہ سامنے رکھ کر تبییض (صاف کرنا) شروع کر دیا، اس تبییض میں خاصی دیر لگی، دماغ کی چولیں بھی کافی ڈھیلی ہو گئیں، تاہم سات آٹھ ماہ میں تبییض کا کام ختم ہوا، اب جو اصل کتاب (عربی) کو سامنے سے ہٹا کر خالی ترجمہ کو پڑھتا ہوں تو عربی سے زیادہ دشوار اور پیچیدہ محسوس ہوئی۔ معلوم ہوا کہ ترجمہ کو مطلب خیز بنانے کے لئے قوسین (بریکٹوں) کے درمیان کافی وضاحتوں کی ضرورت ہے، چنانچہ سہ بارہ کتاب سامنے رکھ کر تسہیل و توضیح کا کام شروع کیا، (اس امر کا اطمینان کئے بغیر کہ عبارت کا جو مطلب میں سمجھ کر توضیح کر رہا ہوں یہی صاحب عبارت کا مطلب ہے؟ اور جس مقصد کے لئے کسی اقتباس کو پیش کیا ہے وہ وہی ہے جو میں نے سمجھا ہے کہ یہ اطمینان فراغت کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے علوم اور تصانیف سے مناسبت و مزاولت رکھنے والے کسی صحیح معنی میں وسیع النظر عالم کو دکھلا کر کرا لیا جائے گا) کہ اس کے سوا چارہ نہ تھا۔ اس توضیح و تسہیل اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے مقاصد کی تفہیم میں تو تبییض سے بھی زیادہ مشکلات پیش آئیں اور وقت بھی بہت زیادہ لگا، بہر حال بتوفیق اللہ تعالیٰ اس کٹھن کام سے فراغت کے بعد دیکھا تو وہ مبیضہ (صاف شدہ) خود مسودہ (رف) بن کر محتاج تبییض بن چکا تھا، لہٰذا اصل کتاب کو سامنے رکھ کر نفس ترجمہ اور توضیحات پر نظر ثانی کی اور اس کو سہ بارہ صاف کیا اور ارادہ ہوا کہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری مدظلہ کو بغرض تصویب و اصلاح پیش کروں، کیونکہ خادم کی نظر میں اس وقت روئے زمین پر امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف کا حامل و وارث اور ان کے انفاس طیبہ کا حافظ، علوم و فنون کے دقائق و غوامض پر حاوی اور ہر مسئلہ میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی نہ صرف رائے و تحقیق بلکہ الفاظ و وقائع تک کا محافظ جس کا علمی مزاج حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے سانچہ میں ڈھلا ہو، بجز مولانا بنوری موصوف کے اور کوئی نہیں ہے۔

سوچا کہ فہرست بھی ساتھ بنا کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو مکمل کتاب پیش کروں، اس مقصد کے لئے جو

کتاب اور ترجمہ لے کر بیٹھا تو عجیب الجھن محسوس ہوئی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ فہرست بناتے وقت محسوس ہوا کہ پورا رسالہ مختلف کتابوں کے اقتباسات کا ایک مجموعہ کہئے یا فہرست ہے۔ جو دس بارہ جلی عنوانات کے تحت جمع کئے گئے ہیں لیکن یہ مطلق پتہ نہیں چلتا کہ ایک اقتباس پیش کرنے کے بعد دوسرا اقتباس کس مقصد کے لئے پیش کیا گیا ہے؟ اور متعلقہ موضوع سے اس کا کیا تعلق ہے؟ اور وہ کون سی نئی بات ہے جس کی غرض سے دوسرا اقتباس پیش کیا گیا ہے؟ اسی طرح تیسرا اور چوتھا اقتباس غرض ہر اقتباس پر اس نقطۂ نظر سے غور کرنا ناگزیر ہو گیا کہ اس اقتباس کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کس غرض یا نئے فائدہ کے لئے لائے ہیں؟ پھر ایک عقبۂ سخت (مشکل گھاٹی) یہ پیش آیا کہ عربی رسالہ کی کتابت میں فی الجملہ اہتمام کے باوجود اکثر مقامات پر یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا تھا کہ اقتباس کی عبارت کتنی ہے؟ اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی کتنی ہے؟ اس مشکل کو حل کرنے کی غرض سے کتب حوالہ کی مراجعت ناگزیر ہو گئی، چنانچہ تقریباً ہر اقتباس سے مستنبط فائدہ اور غرض کی، (اپنی مقدور کے مطابق) تعیین کر کے بغلی سرخیوں (ذیلی عنوانات) کا اضافہ کیا تاکہ کتاب کی فہرست بھی بن سکے اور قارئین بھی بآسانی معلوم کر سکیں کہ کس اقتباس کو کس مقصد کے لئے لایا گیا ہے؟ اور وہ زیر بحث مسئلہ میں کس طرح مفید ہے؟ تاکہ رسالہ صرف اقتباسات کی ایک فہرست بن کر نہ رہ جائے کتب حوالہ کی ایک طویل فہرست تیار کر کے اقتباسات کو اصل کتابوں سے (جو میسر آ سکیں) ملایا گیا تب جا کر اطمینان ہوا کہ اقتباس کی عبارت اتنی ہے اور حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی اتنی۔ اس تشخیص کے بعد اقتباسات کو پیش کرنے کے مقاصد و فوائد بھی زیادہ آسانی کے ساتھ واضح ہوئے جن حوالوں کے صفحات درج نہ تھے وہ درج کئے، غرض اس "جوئے شیر" لانے میں وقت بھی سب سے زیادہ صرف ہوا اور ایک ایک لفظ پر غور و خوض بھی بہت زیادہ کرنا پڑا، آخر بحمد اللہ تعالیٰ چوتھا مسودہ سرخ پنسل سے بغلی سرخیوں (ذیلی عنوانات) کے ساتھ تیار کر کے اس قابل ہوا کہ حضرت مولانا بنوری مدظلہ کی اصلاح و ترمیم کے بعد کاتب کو لکھنے کے لئے دیا جا سکے۔ حضرت مولانا موصوف نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی محبت و عظمت کی بناء پر نیز اس اندیشہ کی بنا پر کہ کوئی غلط یا غیر واقعی بات مترجم کی کم علمی کی بنا پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب نہ ہو جائے، اصل کتاب سامنے رکھ کر بنظر اصلاح و ترمیم بالاستیعاب دیکھنا شروع کیا، حضرت مولانا بنوری کی ہدایت کے بموجب قوسین (بریکٹ) کے درمیان جو کئی کئی سطروں کی طویل عبارتیں یا ہر باب کے شروع میں تمہید یا آخر میں خلاصے تھے ان سب کو "حواشی از مترجم" کی صورت میں تبدیل کر دیا مختصر مختصر توضیحی عبارتیں درمیان میں رہنے دیں علاوہ ازیں جہاں جو لفظ یا فقرہ غیر مناسب تھا اس کو موصوف نے کاٹ دیا، یا صحیح اور مناسب الفاظ سے بدل دیا اور اس طرح

حضرت استاذ ؒ کے علوم کی حفاظت کا حق ادا فرمایا اور خادم کو سرخرو فرمایا۔ تب مطمئن ہو کر خادم نے کاتب کو لکھنے کے لئے مسودہ دینا شروع کیا۔

کتابت کی تصحیح:۔۔۔ ایک مرتبہ تمام کاپیوں کو مسودہ سے ملا کر تصحیح کی اور غلطیاں بننے کے بعد نظر ثانی کر کے جو غلطیاں رہ گئی تھیں پھر بنوائیں۔ اس طرح پوری کتابت کی تصحیح ہو جانے کے بعد از راہ احتیاط مسودہ کے بجائے اصل کتاب (عربی) سامنے رکھ کر پوری کتابت کی تصحیح دوبارہ کی اور عربی کا مفہوم ترجمہ میں ادا ہونے میں جہاں خامی نظر آئی اس کی اصلاح کی اور اس دوسری تصحیح کی غلطیاں بننے کے بعد پھر ان پر نظر ثانی کی اور جو غلطیاں بننے سے رہ گئی تھیں وہ بنوائیں۔ بعد ازاں کتاب کی فہرست تیار کی ذیلی عنوانات میں کثرت سے سرسری نظر میں تکرار محسوس ہوا تو ہر عنوان کے ساتھ قوسین کے درمیان ان مصنفین وارباب اقتباسات کے ناموں کا اضافہ کیا تاکہ فرق محسوس ہو جائے اور ذیلی عنوانات کے تکرار کی وجہ ظاہر ہو جائے، آخر میں کتب حوالہ اوران کے مصنفین کے ناموں کی فہرست کا اضافہ کیا۔

اس قدر اہتمام واحتیاط کے باوجود ڈرتا ہوں کہ میری کم فہمی اور کم علمی کی بنا پر کوئی غلط یا حضرت استاذ ؒ کے منشاء کے خلاف بات ان کی طرف منسوب نہ ہو گئی ہو، اس لئے اہل علم خصوصاً حضرت شیخ ؒ سے شرف تلمذ رکھنے والے حضرات علماء سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ حضرت مولانا بنوری مدظلہ کی طرح اصل کتاب سامنے رکھ کر اس ترجمہ خصوصاً توضیحات کو پڑھیں اور جو غلطی یا کوتاہی رہ گئی ہو اس پر بحوالہ صفحہ اردو وعربی خادم کو یا مولانا محمد طاسین صاحب ناظم مجلس علمی کراچی میری وفیدرٹا ورکو مطلع فرمائیں کہ حضرت استاذ نور اللہ مرقدہ کے دامن علمی کو غلط انتساب کے داغ سے محفوظ رکھنا ہم سب کا فرض ہے۔

جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

بندہ محمد ادریس عفی عنہ

خطبہ مسنونہ ٥

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله الذى جعل الحق يعلو ولا يعلى حتى ياخذ من مكانة القبول مكانا فوق السماء يتبسم عن بلج جبين وعن للج يقين ويبهر نوره وضياءه ويصدع صيته ومضائه ويفت عن سناوسناء، وجعله يدمغ الباطل، فكيفما تقلب وصار امّه الى الهاوية يتقهقر حتى يذهب جفاءً ويصير هباء وحيث سطع الحق واستقام كعمود الصبح لوّى الباطل ذنبه كذنب السرحان وتلون تلون الحرباء ومن تولّاه تبوّء مقعده من النار وحقت عليه كلمة العذاب وادراكه درك الشقاء وسوء القضاء وكم من شقى احاطت به خطيئته (اعاذنا الله من ذلك) والحمد لله على العافية والمعافات الدائمة من البلاء.

والصلوة والسلام على نبيه ورسوله نبى الرحمة محمد صلى الله عليه وسلم خاتم الرسل والانبياء الذى انقطعت بعده الرسالة والنبوة ولم يبق الا المبشرات وقد كان بقى من بيت النبوة موضع لبنة فكانها وقد كمل البناء.

وعلى آله واصحابه والتابعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين كل صباح ومساء الى يوم الجزاء!

تمام تر حمد وثنا اس اللہ جل شانہٗ کے لئے مخصوص ہے، جس نے حق کو ایسا بلند و برتر بنایا ہے کہ وہ ہمیشہ غالب رہتا ہے، کبھی پست و مغلوب نہیں ہوتا، یہاں تک کہ وہ قبول اور پسندیدگی کے اس مقام رفیع پر متمکن ہو جاتا ہے جو آسمانوں کے بھی اوپر ہے وہ روشن پیشانی اور یقین و اطمینان کی (حیات آفرین) خنکی کے ساتھ ہمیشہ تبسم ریز رہتا ہے اور اس کی روشنی اور نور کی شعاعیں (تمام کائنات پر) چھا جاتی ہیں، اور اس کی شہرت و دبدبہ (شکوک و شبہات کے) پردوں کو چاک کر دیتا ہے اور وہ رفعت و ظہور کے اعلیٰ و ارفع مقام پر مسکراتا رہتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ شانہٗ نے حق کو باطل کی سرکوبی اور بیخ کنی کی ایسی قدرت عطا فرمائی ہے کہ باطل کوئی بھی پہلو بدلے اور کسی بھی روپ میں آئے حق اس کو جہنم رسید کر کے رہتا ہے اور مٹتے مٹتے (بہتے پانی کے) جھاگوں اور (تیز و تند

● اردو ترجمہ کے سلسلہ میں حضرت شیخ ... کا ... ترجمہ ... اپنے حال و مآل کے لئے زیادہ مناسب سمجھا

حفظ الله معلومه وفيوضه فى الدنيا والآخرة

آندھیوں کے) گرد و غبار کی طرح اس کا نام تک باقی نہیں رہتا، جہاں بھی حق نمودار اور صبح صادق کے ستون کی طرح برقرار ہوا تو باطل نے گرگٹ کی طرح رنگ بدلے اور گیدڑ کی طرح دم دبا کر بھاگا پھر جس شخص نے بھی اس باطل کی حمایت کی اس نے بھی اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا اور عذاب ابدی کا ازلی فیصلہ اس شخص کے حق میں محقق ہوگیا اور وہ بدبختی و شومی اور شقاوت و انجام بد کے پست ترین طبقہ (گڑھے) میں (اوندھے منہ) جاپڑا، نہ معلوم کتنے ایسے شقی لوگ دنیا میں ہوئے ہوں گے جن کا جرم (حمایت باطل) اس طرح دامن گیر و گریبان گیر ہوا کہ وہ جہنم کی تہہ میں جاپہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم (مسلمانوں) کو (اپنے فضل و کرم سے) اس انجام بد سے بچایا ہے، اس نجات و عافیت اور (دنیوی و اخروی بلاؤں سے) حفاظت پر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے نبی و رسول، نبی رحمت محمد ﷺ پر قیامت تک ہر صبح و شام (بے شمار) صلوٰۃ و سلام ہوں، جو آخری نبی اور آخری رسول ہیں، نبوت و رسالت ان پر ختم ہوگئی اور ان کے بعد تو خوشخبری دینے والے (سچے) خوابوں کے سوا کچھ باقی نہیں رہا ہے، قصر نبوت کی تعمیر و تکمیل کی آخری اینٹ باقی رہ گئی تھی وہ خشت آخری خاتم الانبیاء (ﷺ) کی ذات گرامی بن گئی، پس (آپ کی بعثت کے بعد) وہ قصر نبوت کامل و مکمل ہوگیا (اب نہ کوئی نبی ہوسکتا ہے نہ رسول)۔

"اور آپ کی آل و اولاد اور صحابہ و تابعین اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں پر بھی صلوٰۃ و سلام ہو"۔

مُقَدِّمَۃ ●

وجہ تالیف:۔۔۔ یہ رسالہ ایک استفتاء کے جواب میں سپرد قلم کیا گیا ہے اور اس کا مقصد صرف قلب بیدار اور گوش شنوا کے لئے نصیحت اور تنبیہ و تذکیر کا سامان مہیا کرنا ہے۔

وجہ تسمیہ:۔۔۔ میں نے اس رسالہ کا نام "اکفار الملحدین والمتاولین فی شیء من ضروریات الدین" (ضروریات دین میں تاویل کرنے والوں اور ملحدوں کی تکفیر) رکھا ہے۔

ماخذ:۔۔۔ اس رسالہ کا نام اور احکام دونوں قرآن کریم کی مذکورہ ذیل آیت کریمہ سے ماخوذ ہیں:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْٓ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ، اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّہٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ." (حم السجدہ ۴۰)

● مصنف نوراللہ مرقدہ نے تصحیح المتن للطبع کے بعد رسالہ کے اصل مباحث کو شروع کرنے سے قبل اس رسالہ کی وجہ تالیف، وجہ تسمیہ، مصدر و ماخذ اور ضروری اصطلاحات و مسلمات کی تشریح بطور خلاصہ اصل مطالب کتاب بیان فرمائے ہیں۔

ترجمہ:۔ ”بے شک جو لوگ ہماری آیات میں کجروی (اختیار) کرتے ہیں وہ ہم سے چھپے نہیں رہ سکتے تو کیا وہ شخص بہتر (حالت میں) ہے جو جہنم میں ڈالا جائے گا یا وہ شخص جو قیامت کے دن مطمئن آئے گا؟ کئے جاؤ جو تمہارا جی چاہے، بے شک وہ تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے“۔

یعنی ● اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگرچہ یہ ملحد (مخلوق) سے اپنے کفر کو چھپانے اور بغرض اخفاء اس پر باطل تاویل کا پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ہم تو ان کی فریب کاری سے خوب واقف ہیں وہ ہم سے کہیں چھپ سکتے

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ”یلحدون“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”یضعون الکلام فی غیر موضعہ“

ترجمہ:۔ ”وہ کلام الٰہی کو بے محل استعمال کرتے ہیں (یعنی قرآن کریم کی آیات میں باطل تاویلیں اور تحریفیں کرتے ہیں)“۔

(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج: ۱۵ صفحہ ۳۶۶ طبع دار الکاتب العربی قاہرہ مصر)

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ”کتاب الخراج“ ● میں ملحد اور زندیق کا حکم بیان فرماتے ہیں:

”و کذلک الزنادقۃ الذین یلحدون وقد کانوا یظہرون الاسلام.“

ترجمہ:۔ ”ایسا ہی (اختلاف) ان زندیقوں کے بارے میں ہے جو ملحد ہو جائیں اور خود کو مسلمان کہتے ہوں (ان سے بھی توبہ کرائی جائے، تو بہ نہ کریں تو ان کو قتل کر دیا جائے یا توبہ کے لئے بھی نہ کہا جائے اور الحاد کی بنا پر قتل کر دیا جائے)“۔

ضروریات دین:۔ جیسا کہ عقائد و کلام کی کتابوں میں مشہور ہے: ”ضروریات دین“ وہ تمام قطعی اور یقینی امور دین مراد ہیں جن کا دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونا قطعی طور پر معلوم ہے اور حد تواتر و شہرت عام تک پہنچ چکا ہے، حتیٰ کہ عوام بھی ان کو دین رسول اللہ جانتے اور مانتے ہیں ● مثلاً توحید، نبوت، خاتم الانبیاء پر نبوت کا ختم ہونا، آپ کے صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلۂ نبوت کا منقطع ہو جانا، حیات بعد الموت (مر کر دوبارہ زندہ ہونا) جزا و سزائے اعمال، نماز اور زکوٰۃ کا فرض ہونا، شراب اور سود وغیرہ کا حرام ہونا۔

● حاشیہ کی ضروری عبارتوں کا ترجمہ متن کے ساتھ ہی کر دیا ہے۔ مترجم ● کتاب الخراج فصل فی الحکم فی المرتد عن الاسلام ص ۴۰ پر امام قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ زندیق سے توبہ نہ لی جائے بلکہ فوراً قتل کر دیا جائے یہ حاشیہ کی عبارت کا ترجمہ ہے۔ مترجم ● حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ ”شہرت عام کا معیار یہ ہے کہ عوام کے ہر ہر طبقہ میں اس کا علم پہنچ جانا چاہئے، یہ ہر ہر فرد عوام کا جاننا ضروری نہیں ہے، اسی طرح عوام کے کسی طبقہ کا جاننا بھی ضروری نہیں جو دین اور دینی امور سے کوئی سروکار ہی نہیں رکھتا، بلکہ عوام کے ان طبقوں تک اس امر ضروری کا علم پہنچ جانا چاہئے جو دین سے علاقہ رکھتے ہیں خواہ وہ اہل علم ہوں خواہ غیر اہل علم۔“ اس زمانے کے لحاظ سے حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تنقیح نہایت ضروری ہے۔ مترجم

ختم نبوت کی شہادت نہ صرف زندہ انسانوں نے بلکہ مرے ہوئے انسانوں نے بھی دی ہے

خصوصاً "ختم نبوت" تو ایک ایسا یقینی عقیدہ ہے کہ جس پر نہ صرف کتاب اللہ بلکہ سابقہ کتب سماویہ بھی شاہد ہیں اور ہمارے نبی ﷺ کی متواتر احادیث بھی اس پر شاہد ہیں اور نہ صرف زندہ انسانوں نے بلکہ وفات شدہ انسانوں نے بھی اس پر شہادت دی ہے۔ جیسا کہ زید بن حارثہ کا واقعہ مشہور ہے کہ انہوں نے وفات کے بعد "خرق عادت" کے طور پر کلام کیا اور کہا کہ: "محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نبی امی اور خاتم الانبیاء ہیں، ان کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، اسی طرح پہلی کتابوں میں ہے" اور پھر فرمایا کہ: "سچ ہے سچ ہے"۔ (المواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی ج: ۵ ص: ۱۸۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

یہ واقعہ "مواہب لدنیہ" وغیرہ سیرت کی کتابوں میں انہی الفاظ کے ساتھ مذکور ہے۔

ضروریات دین کی وجہ تسمیہ: ایسے تمام عقائد و اعمال کو ضروری اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہر خاص و عام محض قطعی اور یقینی طور پر ان کو دین سمجھتا اور جانتا ہے کہ مثلاً فلاں عقیدہ رسول اللہ ﷺ کا دین ہے (یعنی "ضروری" اصلاح میں قطعی، ناقابل انکار اور یقینی امر کے معنی میں استعمال ہوا ہے، یہ معنی معروف معنی بدیہی کے قریب ہی قریب ہیں)۔

لہٰذا ایسے تمام امور کا دین ہونا یقینی اور داخل ایمان ہے اور ان پر ایمان لانا فرض ہے یہ مطلب نہیں کہ ان پر عمل کرنا ضروری اور فرض ہے جیسا کہ بظاہر متوہم ہوتا ہے اس لئے کہ ضروریات دین میں بہت سے امور شرعاً مستحب اور مباح بھی ہوتے ہیں (ظاہر ہے کہ ان پر عمل کرنا فرض نہیں ہو سکتا) مگر ان کے مستحب یا مباح ہونے پر ایمان لانا یقیناً فرض اور داخل ایمان ہے اور بطور عناد ان کا انکار کرنا موجب کفر ہے۔● (مثلاً مسواک کرنا تو ایک مستحب ہے مگر اس کے مستحب ہونے پر ایمان لانا فرض

● — چنانچہ حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ "جوہرۃ التوحید" کے حاشیہ ص ۱۵۱ کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ "بعض متواتر امور ایسے ہیں جن سے جاہل ہونے کی بنا پر انکار کر دینے پر تکفیر نہیں کی جاتی، ہاں بتا دینے کے بعد بھی انکار پر اصرار رہے تو ضرور تکفیر کی جائے گی"۔ فرماتے ہیں اسی طرح "موافقات" ج۱ ص ۱۵۲ کے حاشیہ میں فرق نمبر ۹۴ کے تحت "جہل" کے عذر معتبر ہونے یا نہ ہونے کے متعلق ضابطہ بیان کیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جن مسائل میں مادۂ جہل (ناواقفیت) سے بچنا دشوار ہے ان میں ناواقفیت معاف ہے (یعنی اگر ناواقفیت کی بنا پر ایسے ضروریات دین میں سے کسی "امر ضروری" کا کوئی انکار کر دے تو اس کو کافر نہیں کہا جائے گا) اور وہ مسائل فرعیہ جن کی [illegible] سے بچنا دشوار نہیں ہے جو بآسانی ان کا علم حاصل کیا جا سکتا ہے ان میں ناواقفیت کا عذر معتبر نہیں [illegible] لہٰذا ان مسائل فرعیہ میں سے کسی امر ضروری کا انکار معاف نہ ہوگا اور منکر کو کافر کہا جائے گا اس سلسلہ میں "دائرۃ المعارف" ج ۳ ص ۲۸۹ پر "نعت" سے متعلق بحث حضرت علامہ [illegible] صدیقی [illegible] کے اپنے اسرار کے [illegible] "قل ہو اللہ" کے نام [illegible] اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے "برقع" کے نام [illegible] کی [illegible] ضروری ہے۔ مترجم

ہے جو شخص مسواک کے مستحب ہونے سے انکار کرتا ہے وہ کافر ہے)۔

ضروریاتِ دین کا مصداق: لہٰذا ضروریاتِ دین اس "مجموعۂ عقائد واعمال" کا نام ہے جن کا دین ہونا یقینی اور بارگاہِ رسالت سے ان کا ثبوت قطعی ہے۔

ضروریاتِ دین پر عمل کرنے، یا نظری ہونے کی صورت میں کسی خاص کیفیت کا انکار کرنے سے انسان کافر نہیں ہوتا

باقی عمل کے اعتبار سے یا اس کے حکم، نوعیت یا کیفیت کے اعتبار سے "قطعی" اور "یقینی" ہونے پر مدار نہیں ہے، اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ ایک حدیث حد تواتر کو پہنچ چکی ہو اور رسول اللہ ﷺ سے اس کا ثبوت یقینی اور لابدی ہو، لیکن اس حدیث میں جو حکم مذکور ہے وہ عقلی اعتبار سے محل نظر و فکر ہو اور یقینی طور پر اس کی مراد متعین نہ کی جاسکے، جیسا کہ عذابِ قبر کی حدیث کہ رسول اللہ ﷺ سے ثبوت کے اعتبار سے تو یہ حدیث حد تواتر اور شہرت عام کو پہنچ چکی ہے (لہٰذا اس پر ایمان لانا فرض ہے اور اس کا منکر کافر ہے) مگر اس عذابِ قبر کی کیفیت کو متعین کرنا دشوار ہے (یعنی قطعی طور پر اس کی کوئی صورت متعین کرنا کہ جس کے انکار کرنے والے کو کافر کہہ دیا جائے، ناممکن ہے، یہی کہا جاسکتا ہے کہ عذابِ قبر تو یقینی ہے اور اس پر ایمان لانا فرض ہے، لیکن اس کی حقیقت اور کیفیت کا علم اللہ ہی بہتر جانتا ہے)۔

ایمان: ایمان ایک عمل قلبی ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے (صحیح بخاری ج:۱ ص:۷ پر "وان المعرفة فعل القلب" کے الفاظ سے) اشارہ فرمایا ہے کہ دین کے ہر ہر حکم کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنے کا پختہ قصد کرنا یہ ایمان کے لئے لازم ہے (بالفاظ دیگر محض کسی چیز کا یقینی علم اور معرفت ہی ایمان نہیں ہے، بلکہ دل سے اس کو مان لینا اور اس پر عمل کرنے کا مصمم ارادہ کرنا بھی ایمان میں داخل ہے)

مؤمن ہونے کے لئے تمام احکام شریعت کی پابندی کا عہد کرنا ضروری ہے

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری" ● میں تصریح فرماتے ہیں کہ: "التزام شریعت، صحت ایمان کے لئے ضروری ہے"۔ وہ فرماتے ہیں:

● یہ پورا حصہ اصل کتاب میں حاشیہ کے اندر مذکور ہے ہم نے مضمون میں ربط اور تسلسل پیدا کرنے کی غرض سے اصل کتاب کی عبارت کے ساتھ ترجمہ کر دیا ہے، کیونکہ متن کی طرح حاشیہ بھی حضرت مصنف رحمہ اللہ کے قلم مبارک کی تراوش ہے۔ مترجم عفا اللہ عنہ

"اہلِ نجران کے واقعہ سے جو احکام شرعیہ مستنبط ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ: کسی کافر کا صرف نبوت کا اقرار کر لینا، اس کے مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں ہے، جب تک کہ وہ تمام احکام اسلام پر عمل کرنے کا التزام نہ کرے (اس وقت تک مسلمان نہ ہوگا)"۔

(فتح الباری ۸/ص ۹۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ملاہور)

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے "زاد المعاد" میں اس کی بہت اچھی طرح وضاحت کی ہے مراجعت کیجئے۔

حقیقتِ ایمان: ۔۔۔ لہٰذا اب ایمان کی حقیقت یہ ہوئی:

۱)۔۔۔ ان تمام عقائد و احکام کی تصدیق کرنا اور ان کو دل سے ماننا جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔

۲)۔۔۔ آپ ﷺ کے لائے ہوئے تمام احکام شریعت کی پابندی اپنے ذمہ لینا اور قبول کرنا۔

۳)۔۔۔ آپ ﷺ کے دین کے علاوہ باقی تمام مذاہب و ادیان سے بے تعلقی کا اعلان کرنا۔

قطعیات کی طرح ظنیات پر بھی ایمان لانا ضروری ہے: جن علماء متکلمین نے اس تصدیق اور التزام احکام کو "ضروریات" یعنی قطعی اور یقینی اُمور تک محدود رکھا ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ متکلمین کے فن (علم کلام) کا موضوع ہی "قطعیات" ہیں (وہ غیر یقینی یعنی ظنی اُمور سے بحث ہی نہیں کرتے) مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ متکلمین کے نزدیک "غیر یقینی" یعنی ظنی اُمور ایمان میں داخل نہیں ہیں (اور ان پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے) ہاں وہ کسی کو کافر صرف "ضروریات" (اُمور قطعیہ) کے انکار پر ہی کہتے ہیں۔

ایمان کے زائد اور ناقص ہونے یا نہ ہونے کے اختلاف کی حقیقت

اب جو علماء کہتے ہیں کہ "ایمان قول اور عمل کا نام ہے اور طاعت سے زیادہ اور معصیت سے کم ہوتا ہے"۔ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ ایک مؤمن کامل اور گنہگار مسلمان میں فرق کرنا ازبس ضروری ہے، (اور یہ فرق اسی طرح ممکن ہے کہ عمل کو بھی ایمان میں معتبر مانا جائے لہٰذا ایمان قول و عمل کا نام ہے) اور جو علماء یہ کہتے ہیں کہ "ایمان کم زیادہ نہیں ہوتا"۔ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ ایمان فعل قلب ہے اور بسیط ہے اس میں کسی طرح بھی تجزیہ نہیں ہو سکتا اور اس پورے دین پر جو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ایمان لانا ضروری ہے اسی لئے انہوں نے ایمان کی کمی بیشی کو تسلیم کرنے سے احتراز کیا (فریق اول ایمان کے فعل قلب ہونے سے انکار نہیں کرتا، اسی طرح فریق ثانی مؤمن کامل اور گنہگار مسلمان کے درمیان ایمان کے اعتبار سے فرق کا منکر نہیں ہے، اسی طرح پورے دین پر ایمان لانا بھی سب کے نزدیک ضروری ہے فرق

صرف نقطۂ نظر کا ہے اور بس، یہی ایمان کے کم و بیش ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں حقدمین کے اختلاف کی حقیقت ہے) اس کے بعد جب ان متأخرین کا دور آیا جو اختلاف ہی کے دلدادہ تھے انہوں نے ہر دو فریق کے اقوال کی تعبیر ایسے انداز میں کی کہ ایک طرف نفس اعتقاد تک میں کمی بیشی پیدا کر لی دوسری طرف عمل کو سرے سے ایمان سے اس طرح خارج کر دیا کہ مرجیہ کے اعتقادات سے جا ملایا غرض اس افراط و تفریط سے حقیقت ایمان کو ہی کل اختلاف اور آماجگاہ نزاع بنا دیا۔

مزید تحقیق کے لئے "میزان الاعتدال" (ج۲ص۱۳۶پر) عبد العزیز بن ابی رواد کے ترجمہ اور "تہذیب التہذیب" (ج۸ص۱۷۰پر) عون بن عبد اللہ کے ترجمہ اور "ایثار الحق" (ص۴۱۰) کی مراجعت کیجئے۔

بہر کیف ایمان عمل قلب ہے اور دین کے ہر ہر حکم پر عمل کرنے کا پختہ قصد اور التزام ایمان کے لئے لازم ہے یہ قصد و ارادہ بھی تمام احکام دین پر محیط ایک "بسیط حقیقت" ہے اس میں بھی کسی کمی بیشی یا تجزیہ کا کوئی امکان نہیں لہذا جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کرتا ہے وہ کافر ہے اور "ان لوگوں میں سے ہے جو کتاب اللہ کے کسی حکم کو مانتے ہیں اور کسی حکم کا انکار کرتے ہیں" ظاہر ہے کہ ایسے لوگ باتفاق امت قطعاً کافر ہیں، اگر چہ یہ لوگ ● اپنے ایمان و دینداری اور خدمت اسلام کا ڈھنڈورا پیٹتے پیٹتے مشرق و مغرب کے قلابے ملا دیں اور یورپ و ایشیا کو ہلا ڈالیں، بقول شاعر:

کل یدعی حبا لیلی ☆ ولیلی لا تقر لهم بذاکا

ترجمہ۔ "لیلیٰ کی محبت کا دعوی تو ہر شخص کرتا ہے مگر لیلیٰ ہر کسی کی محبت کو تسلیم نہیں کرتی"۔

یہی وہ نکتہ ہے جس پر آغاز عہد خلافت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف رائے پیدا ہوا، چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہر اس شخص سے جنگ کرنے کا اعلان کر دیا جو نماز اور زکوۃ میں تفریق کرتا ہے۔ (یعنی نماز کو مانتا ہے اور زکوۃ کو نہیں مانتا) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقصد یہی تھا کہ جو شخص پورے دین کو ماننے کے لئے تیار نہیں وہ مومن نہیں (کافر اور مباح الدم یعنی واجب القتل ہے)

شیخین رضی اللہ عنہما کا اتفاق رائے اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع:۔۔۔ آخر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی شرح صدر عطا فرمایا اور یہ حقیقت ان کی سمجھ میں آ گئی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے سے متفق ہو گئے۔

●۔۔۔ ان لوگوں سے مراد "مرزائی" ہیں اسی طرح آج کل کے ملحد جو بزعم خود "دعیان اسلام" ہیں ہی اس کا مصداق ہیں۔ مترجم

اس کا ثبوت کہ پورے دین پر ایمان لانا ضروری ہے:(۱) چنانچہ اسی سلسلہ میں امام مسلم "صحیح مسلم" میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ:

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس وقت تک لوگوں سے جنگ جاری رکھنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت نہ دیں اور مجھ پر اور "جو دین میں لے کر آیا ہوں" اس پر ایمان نہ لے آئیں، جب وہ اس کو اختیار کر لیں گے تو ان کو (مسلمانوں کی طرح) احکام شریعت کے مطابق جان ومال کی امان حاصل ہو جائے گی بجز اسلامی حقوق کے۔ باقی ان کے دلوں کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے (کہ وہ دل سے ایمان لائے ہیں یا کسی خوف وطمع سے)"۔ (صحیح مسلم ج:۱ص:۳۷)

(۲)۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ کی ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے کہ اس امت کا جو شخص بھی، خواہ یہودی ہو، خواہ نصرانی ہو، میری بعثت کی خبر سن کر میری نبوت اور اس دین پر جو میں لے کر آیا ہوں، ایمان لائے بغیر مر جائے گا وہ جہنمی ہے"۔ (ج:۱ص:۸۶)

(۳)...... مستدرک حاکم میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس امت کا جو بھی آدمی خواہ یہودی ہو یا نصرانی، میری بعثت کی خبر سن کر مجھ پر ایمان نہ لائے گا، وہ جہنم میں جائے گا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ: میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد سن کر دل میں کہنے لگا کہ قرآن کریم کی کون سی آیت سے اس کی تصدیق ہوتی ہے؟ تو آخر آیت ذیل میرے ذہن میں آئی۔

وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ. (ھود:۱۷)

ترجمہ۔ "اقوام وملل میں سے جو کوئی بھی (اس دین کا) انکار کرے گا جہنم اس کی وعدہ گاہ (ٹھکانہ) ہے"۔

(اس آیت کریمہ کے لفظ "احزاب" میں دنیا کے تمام ادیان، مذاہب اور اقوام وملل آ گئے اور رسول اللہ ﷺ کے قول کی تصدیق ہو گئی)۔" (المستدرک للحاکم ج:۲ص:۳۴۲)

مزید تحقیق کے لئے لفظ "مرجیہ" کے تحت "دائرۃ المعارف" کی مراجعت کیجئے۔

"تواتر" اور اس کی چند قسمیں●

۱)..... تواتر سند:...... (کسی حدیث کے روایت کرنے والے ہر زمانہ میں (شروع سے آخر تک) اتنے لوگ رہے ہوں کہ کسی زمانہ میں بھی ان سب کا کسی بے اصل حدیث کی روایت کرنے پر آپس میں

●...... ضروریات دین کے بیان کے ذیل میں "تواتر" کا ذکر آیا ہے اس لئے مصنف ؒ تواتر کی قسمیں بیان فرماتے ہیں۔ مترجم

اتفاق کر لینا عادۃً محال ہو) مثلاً حدیث: "من کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار" حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری" شرح صحیح بخاری (ج ۱ ص ۲۰۳) میں بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث تقریباً مختلف ① صحابیوں سے مختلف صحیح اور حسن سندوں کے ساتھ بے شمار راویوں نے روایت کی ہے۔

حدیث ختم نبوت از روئے سند "متواتر" ہے۔ اسی طرح ہمارے اصحاب میں سے مولوی (مفتی) محمد شفیع صاحب دیوبندی نے (ایک رسالہ میں) احادیث ختم نبوت جمع کی ہیں، ان کی تعداد ڈیڑھ سو سے زائد تک پہنچ گئی ہے، ان میں سے تقریباً تیس روایتیں تو "صحاح ستہ" کی ہیں اور باقی دوسری کتب کی۔

۲)...... **تواتر طبقہ:**...... ہر عہد کے لوگ اپنے سے پہلے عہد کے لوگوں سے کسی روایت یا عقیدہ یا عمل کو سنتے اور نقل کرتے چلے آئے ہوں، مثلاً قرآن کریم کا تواتر کہ مشرق سے مغرب تک تمام روئے زمین پر ہر زمانہ اور عہد کے مسلمان اپنے سے پہلے عہد اور زمانہ کے مسلمانوں سے بعینہٖ اسی قرآن کو نقل کرتے، پڑھتے پڑھاتے اور حفظ و تلاوت کرتے چلے آئے ہیں، تم عہد بعہد پڑھتے اور بڑھتے چلے جاؤ، جناب رسالت مآب ﷺ تک پہنچ جاؤ گے، نہ کسی سند کی ضرورت ہے، نہ کسی راوی کا نام لینے کی۔

باقی ہر عہد کے لوگوں کا دوسرے عہد کے لوگوں سے یہ نقل کرنا اور اس پر یقین کرنا کہ یہ قرآن بعینہٖ وہی کتاب ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی، اس میں تو سب ہی مسلمان شریک ہیں، چاہے انہوں نے قرآن پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو (اس لئے کہ اس یقین کے بغیر تو کوئی مسلمان ہی نہیں ہو سکتا)

۳)...... **تواتر عمل یا توارث!**...... ہر زمانے کے لوگ جن "امور دین" پر عمل کرتے چلے آئے ہوں اور وہ ان میں جاری و ساری رہے ہوں وہ سب امور و احکام "متواتر" ہیں (مثلاً وضو، پھر وضو میں مسواک کرنا، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، نماز با جماعت، اذان و اقامت وغیرہ)

فائدہ ۱:...... بعض احکام میں تینوں قسم کا "تواتر" جمع ہو جاتا ہے، مثلاً وضو میں مسواک کرنا، کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا کہ یہ احکام ایسے ہیں جن میں تینوں قسمیں تواتر کی جمع ہو گئی ہیں۔

فائدہ ۲:...... بعض لوگ (تواتر کی تینوں قسموں کو پیش نظر نہ رکھنے کی وجہ سے) یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ "متواتر" احادیث و احکام بہت کم ہیں، حالانکہ فی الواقع ہماری شریعت میں متواترات اتنے بے شمار ہیں کہ انسان ان کے گننے اور فہرست بنانے سے عاجز ہے۔

---

① ـ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس مقام پر [illegible] صحابیوں سے اس حدیث کے مروی ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔ مترجم

قابل ہیں۔۔۔ بہت سے ایسے احکام و مسائل ہیں کہ ہم ان کے "تواتر" سے غافل اور بے خبر ہوتے ہیں لیکن جب تتبع اور تجسس کرتے ہیں تو کسی نہ کسی اعتبار سے وہ متواتر نظر آتے ہیں یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے بسا اوقات انسان "نظری" مسائل کے سمجھنے اور محفوظ کرنے میں ایسا منہمک ہو جاتا ہے کہ "بدیہیات" اس کی نگاہ سے بالکل اوجھل ہو جاتے ہیں (اور جب توجہ کرتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ تو "بدیہی" ہیں)۔

ضروریاتِ دین سے کسی متواتر امر "مسنون" کے انکار سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے

ضروریاتِ دین اور متواترات کی اس تشریح و تحقیق کے بعد اب ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مثلاً:

(۱)۔۔۔ نماز پڑھنا فرض ہے اور اس کے فرض ہونے کا اعتقاد بھی فرض ہے اور نماز سیکھنا بھی فرض ہے اور نماز سے انکار یعنی اس کو نہ ماننا یا نہ جاننا کفر ہے۔

(۲)۔۔۔۔ اور مسواک کرنا سنت ہے، مگر اس کے سنت ہونے کا اعتقاد فرض ہے اور اس کی سنیت کا انکار کفر ہے، لیکن اس پر عمل کرنا اور علم حاصل کرنا سنت ہے اور اس کے علم سے ناواقف رہنا حرمان ثواب کا باعث ہے اور اس پر عمل نہ کرنا (رسول اللہ ﷺ) کے عتاب یا (ترک سنت کے) عذاب کا موجب ہے۔ (دیکھا آپ نے ایک سنت کی سنیت کے انکار سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے)۔

ضروریاتِ دین میں "تاویل" کرنا بھی کفر ہے:۔۔۔ ہم آنے والی فصلوں میں زیادہ تفصیل اور تحقیق کے ساتھ ثابت کریں گے کہ ارباب حل و عقد علماء کا اس پر اجماع ہے کہ "ضروریاتِ دین" میں کوئی ایسی تاویل کرنا بھی کفر ہے جس سے اس کی وہ صورت باقی نہ رہے جو تواتر سے ثابت ہے اور جو اب تک ہر زمانے کے خاص و عام مسلمان سمجھتے سمجھاتے چلے آئے ہیں اور جس پر امت کا تعامل رہا ہے۔❶

علماء احناف کے نزدیک تو کسی بھی "قطعی" امر کا انکار کفر ہے:۔ علماء احناف تو اس پر اور اضافہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی بھی "قطعی" اور "یقینی" "حکم شرعی" یا "عقیدہ" کا انکار کفر ہے اگرچہ وہ ضروریاتِ دین کے تحت نہ بھی آتا ہو، چنانچہ شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے "مسایرہ" ص ۱۴۸: طبع جدید مصر میں اس کی تصریح فرمائی ہے اور دلائل کے اعتبار سے علماء احناف کی یہ رائے

---

❶۔۔۔ جیسے اس زمانے کے بعض بے دین ملحد لفظ "صلوٰۃ" کو عربی کے لفظ "مصلی" (یعنی دوڑ میں دوسرے نمبر پر آنے والے گھوڑے) سے مشتق مان کر "صلوٰۃ" کو ایک "ورزش جسمانی" قرار دیتے ہیں اور "اقامت صلوٰۃ" کے معنی "جسمانی ورزش کرنا" کہتے ہیں یا اسی طرح ربا (سود) کو تجارتی منافع سے تعبیر کر کے سود کو جائز کہتے ہیں، یہ سب کفر محض ہے۔ مترجم

اتفاق کر لینا عادۃً محال ہو) مثلاً حدیث: "من کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار" کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری" شرح صحیح بخاری (ج ۱ ص ۲۰۳) میں بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث قریباً مختلف ● صحابیوں سے مختلف صحیح اور حسن سندوں کے ساتھ بے شمار راویوں نے روایت کی ہے۔

حدیث ختم نبوت از روئے سند "متواتر" ہے: — اسی طرح ہمارے اصحاب میں سے مولوی (مفتی) محمد شفیع صاحب دیوبندی نے (ایک رسالہ میں) احادیث ختم نبوت جمع کی ہیں، ان کی تعداد ڈیڑھ سو سے زائد تک پہنچ گئی ہے، ان میں سے تقریباً تیس روایتیں تو "صحاح ستہ" کی ہیں اور باقی دوسری کتب کی۔

۲) **تواتر طبقہ:** — ہر عہد کے لوگ اپنے سے پہلے عہد کے لوگوں سے کسی روایت یا عقیدہ یا عمل کو سنتے اور نقل کرتے چلے آئے ہوں، مثلاً قرآن کریم کا تواتر کہ مشرق سے مغرب تک تمام روئے زمین پر ہر زمانہ اور عہد کے مسلمان اپنے سے پہلے عہد اور زمانہ کے مسلمانوں سے بعینہٖ اسی قرآن کو نقل کرتے، پڑھتے پڑھاتے اور حفظ و تلاوت کرتے چلے آئے ہیں، ہم عہد بعہد پڑھتے اور پڑھتے چلے جاؤ، جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاؤ گے، نہ کسی سند کی ضرورت ہے، نہ کسی راوی کا نام لینے کی۔
باقی ہر عہد کے لوگوں کا دوسرے عہد کے لوگوں سے یہ نقل کرنا اور اس پر یقین کرنا کہ یہ قرآن بعینہٖ وہی کتاب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، اس میں تو سب ہی مسلمان شریک ہیں، چاہے انہوں نے قرآن پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو (اس لئے کہ اس یقین کے بغیر تو کوئی مسلمان ہی نہیں ہو سکتا)

۳) **تواتر عمل یا توارث!:** — ہر زمانے کے لوگ جن "امور دین" پر عمل کرتے چلے آئے ہوں اور وہ ان میں جاری و ساری رہے ہوں وہ سب امور و احکام "متواتر" ہیں (مثلاً وضو پھر وضو میں مسواک کرنا، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، نماز باجماعت، اذان و اقامت وغیرہ)

فائدہ ۱: — بعض احکام میں تینوں قسم کا "تواتر" جمع ہو جاتا ہے، مثلاً وضو میں مسواک کرنا، کلی کرنا، اور ناک میں پانی دینا کہ یہ احکام ایسے ہیں جن میں تینوں قسمیں تواتر کی جمع ہو گئی ہیں۔

فائدہ ۲: — بعض لوگ (تواتر کی تینوں قسموں کو پیش نظر نہ رکھنے کی وجہ سے) یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ "متواتر" احادیث و احکام بہت کم ہیں، حالانکہ فی الواقع ہماری شریعت میں متواترات اتنے بے شمار ہیں کہ انسان ان کے گننے اور فہرست بنانے سے عاجز ہے۔

● حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس مقام پر سو سے زیادہ صحابہ اور علامہ نووی رحمہ اللہ نے دو سو صحابیوں سے اس حدیث کے مروی ہونے کا ذکر کیا ہے۔ مترجم

فائدہ:...... بہت سے ایسے احکام و مسائل ہیں کہ ہم ان کے "تواتر" سے غافل اور بے خبر ہوتے ہیں، لیکن جب تحقیق اور تجسس کرتے ہیں تو کسی نہ کسی اعتبار سے وہ متواتر نظر آتے ہیں، یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے بسا اوقات انسان "نظری" مسائل کے سمجھنے اور محفوظ کرنے میں ایسا منہمک ہو جاتا ہے کہ "بدیہیات" اس کی نگاہ سے بالکل اوجھل ہو جاتے ہیں (اور جب توجہ کرتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ تو "بدیہی" ہیں)۔

ضروریاتِ دین سے کسی متواتر امر "مسنون" کے انکار سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے

ضروریاتِ دین اور متواترات کی اس تشریح و تحقیق کے بعد اب ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مثلاً:

(۱)...... نماز پڑھنا فرض ہے اور اسکے فرض ہونے کا اعتقاد بھی فرض ہے اور نماز سیکھنا بھی فرض ہے اور نماز سے انکار یعنی اس کو نہ ماننا یا نہ جاننا کفر ہے۔

(۲)...... اور مسواک کرنا سنت ہے، مگر اس کے سنت ہونے کا اعتقاد فرض ہے اور اس کی سنیت کا انکار کفر ہے، لیکن اس پر عمل کرنا اور علم حاصل کرنا سنت ہے اور اس کے علم سے ناواقف رہنا حرمانِ ثواب کا باعث ہے اور اس پر عمل نہ کرنا (رسول اللہ ﷺ) کے عتاب یا (ترک سنت کے) عذاب کا موجب ہے۔ (دیکھا آپ نے ایک سنت کی سنیت کے انکار سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے)۔

ضروریاتِ دین میں "تاویل" کرنا بھی کفر ہے:...... ہم آنے والی فصلوں میں زیادہ تفصیل اور تحقیق کے ساتھ ثابت کریں گے کہ ارباب حل وعقد علماء کا اس پر اجماع ہے کہ "ضروریاتِ دین" میں کوئی ایسی تاویل کرنا بھی کفر ہے جس سے اس کی وہ صورت باقی نہ رہے جو تواتر سے ثابت ہے اور جواب تک ہر زمانے کے خاص و عام مسلمان سمجھتے سمجھاتے چلے آئے ہیں اور جس پر امت کا تعامل رہا ہے۔ ●

علماء احناف کے نزدیک تو کسی بھی "قطعی" امر کا انکار کفر ہے:...... علماء احناف تو اس پر اور اضافہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی بھی "قطعی" اور "یقینی" "حکم شرعی" یا "عقیدہ" کا انکار کفر ہے اگرچہ وہ ضروریاتِ دین کے تحت نہ بھی آتا ہو، چنانچہ شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے "مسایرہ" ص: ۱۴۸ طبع جدید، مصر میں اس کی تصریح فرمائی ہے اور دلائل کے اعتبار سے علماء احناف کی یہ رائے

● — جیسے اس زمانے کے بعض بے دین یا ملحد لفظ "صلوٰۃ" کو عربی کے لفظ "مصلّی" (جس کی معنی گھوڑ دوڑ میں دوسرے نمبر پر آنے والے گھوڑے کے ہیں) سے مشتق مان کر "صلوٰۃ" کو ایک "ورزش جسمانی" قرار دیتے ہیں اور "اقامت صلوٰۃ" کے معنی "جسمانی ورزش کرنا" کہتے ہیں یا اسی طرح ربوٰا (سود) کو تجارتی منافع سے تعبیر کر کے سود کو جائز کہتے ہیں، یہ سب کفر محض ہے۔ مترجم

ثابت درجہ قوی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ ہر وہ "قطعی" اور "یقینی" امر شرعی، جو اس قدر واضح ہو کہ اس کے تعبیر کرنے والے الفاظ اور ان کے معنی کو ہر اعلیٰ، ادنیٰ اور متوسط درجہ کا آدمی بآسانی جانتا اور سمجھتا ہو اور ان کی مراد بھی اتنی واضح ہو کہ اس کے متعین کرنے کے لئے دلائل و براہین کی کھینچ تان کی ضرورت نہ ہو ایسا "امر شرعی" جب صاحب شریعت علیہ السلام سے بطور "تواتر" ثابت ہو اس پر بعینہ اور ہو بہو اسی ظاہری صورت میں بغیر کسی تاویل وتصرف کے ایمان لانا فرض ہے اور اس کا انکار یا اس میں کوئی "تاویل وتصرف" کرنا کفر ہے۔

ختم نبوت کا انکار یا اس میں کوئی تاویل کفر ہے۔ مثلاً ختم نبوت کا عقیدہ کہ اس کے سمجھنے اور جاننے میں کسی بھی شخص کو کوئی دشواری یا اشکال نہیں، چنانچہ ہر زمانے میں تمام روئے زمین کے مسلمان حدیث ذیل کے الفاظ سے اس عقیدہ کو بخوبی سمجھتے رہے ہیں

"ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی."

(جامع الترمذی ج ۲ص ۵۱)

ترجمہ:- "بے شک رسالت ونبوت کا سلسلہ منقطع ہو گیا، پس میرے بعد اب نہ کوئی رسول ہوگا نہ کوئی نبی"۔

یا حدیث شریف کا مذکورہ ذیل جملہ اس مسئلہ کو سمجھانے کے لئے ہر خاص وعام شخص کے لئے کافی ووافی ہے:

"ذهبت النبوة بقيت المبشرات". (ترمذی ج ۲ص ۵۱)

ترجمہ:- "نبوت تو ختم ہوگئی اب تو صرف "بشارت دینے والے خواب" رہ گئے ہیں"۔

اس لئے کہ ان ہر دو حدیثوں کے ظاہری الفاظ اور ان کے متبادر معنی ختم نبوت کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے (اور ہر عالم وغیر عالم آدمی بغیر کسی تردد وتذبذب اور اشکال ودشواری کے ان احادیث کے الفاظ سے یہ جانتا اور سمجھتا ہے کہ نبوت ورسالت کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا، اب نہ کوئی نبی ہو سکتا ہے نہ رسول)۔

ختم نبوت کا اعلان بر سر منبر:- جب یہ عقیدہ "شہرت وتواتر" کے اس مرتبہ کو پہنچ چکا ہے کہ خود صاحب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم بر سر منبر ایک سو پچاس مرتبہ بلکہ اس سے بھی زیادہ بار واضح اور غیر مبہم الفاظ (احادیث) میں مختلف مواقع اور مجامع میں اس کا اعلان اور تبلیغ فرماتے ہیں اور کبھی ادنیٰ اشارہ بھی اس طرف نہیں فرماتے کہ اس میں کسی "تاویل" کا امکان ہے اور عہد نبوت سے اب تک امت

مجموعی طور پر حاضر و غائب فرد عہد بعہد اس عقیدہ کو سنتا، لکھتا اور مانتا چلا آتا ہے حتیٰ کہ ہر زمانہ میں تمام مسلمانوں کا اس پر ایمان رہا ہے کہ: "خاتم الانبیاء ﷺ کے بعد اب کوئی نبی نہ ہوگا"۔ بجز اس کے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب اسی اُمت کے ایک "عادل حاکم" کی حیثیت سے اس وقت آسمان سے اُتریں گے جب کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان عالمگیر خون ریز لڑائیاں اور ہولناک خونی حادثے پیش آ چکے ہوں گے۔ اس وقت حضرت مہدی علیہ الرضوان مسلمانوں کی اصلاح کا بیڑہ اٹھائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نصاریٰ کی اصلاح فرمائیں گے اور یہودیوں کو تہ تیغ کریں گے ان ہر دو بزرگوں کی برکت اور مساعی سے پھر ایک مرتبہ تمام نوع انسانی صرف خدائے وحدہ لاشریک کی پرستار اور فرماں بردار بن جائے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے قریب آسمان سے اُترنا "متواتر" ہے:..... چنانچہ حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے "فتح الباری" ج:۶ ص:۴۹۳، ۴۹۴، اسی طرح "التلخیص الحبیر باب الطلاق" میں اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر ابن کثیر ج:۱ ص:۵۸۲، سورۂ نساء اور ج:۴ ص:۱۳۲ سورۂ زخرف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر امت کے "اجماع" اور "تواتر" کی تصریح نقل فرمائی ہے۔

پنجاب کا ایک ملحد اور دعویٰ نبوت وعیسویت:..... لیکن تیرہ سو سال بعد پنجاب سے ایک ملحد اٹھتا ہے جو ان تمام نصوص صحیحہ میں، ماضی کے زندیقوں کی طرح نت نئی تحریفیں اور تاویلیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ: "اللہ تعالیٰ نے "ابن مریم" میرا نام رکھا ہے اور وہ "عیسیٰ ابن مریم" میں ہی ہوں جس کے آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہونے کی پیش گوئی احادیث میں کی گئی ہے اور وہ یہودی، جن کو ابن مریم قتل کریں گے اس سے مراد عہد حاضر کے وہ علماء اسلام ہیں جو میری نبوت پر ایمان نہ لائیں اس لئے کہ وہ یہودیوں کی طرح ظاہر پرست اور روحانیت سے محروم ہیں"۔

اس ملحد کی حقیقت:..... حالانکہ اس ملحد کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ اگلے زمانہ کے وہ "زندیق و ملحد" جن کا نام ونشان بھی آج صفحۂ ہستی سے مٹ چکا ہے وہ اس "روحانیت" میں (اگر یہ "بے دینی" ہی روحانیت ہے) اس ملحد سے بہت بڑھ چڑھ کر اور غیر معمولی قوتوں کے مالک تھے۔

چنانچہ اس بے دین کا روحانی باپ اور پیر و مرشد "باب" اور اس کے بعد "بہاء" اور "قرۃ العین" (یعنی بابی اور بہائی وغیرہ لیڈر) جن کو ہلاک ہوئے کچھ زیادہ زمانہ بھی نہیں گزرا ہے (صفحات تاریخ پر) ہمارے سامنے ہیں، ان لوگوں نے بھی اسی قسم کے دعوے کئے تھے، جن کی نقل یہ مذکورہ اُتار رہا ہے ان کے ماننے والے اشقیاء اور ان کے پیروؤں کی تعداد تو اس بے دین کے ماننے

والوں سے بدرجہا زائد تھی اور اس بے دین کو تو وہ جاہ و جلال بھی نصیب نہیں ہوا جو ان کو میسر تھا خون ریز لڑائیوں اور جان لیوا معرکوں میں ان کی ثابت قدمی اور پامردی ، رائفلوں کی گولیوں کے سامنے سینہ تان کر آ نا اور ان کے سینوں پر گولیوں کا لگنا اور ہلاک نہ ہونا اور پہلے سے اس کی خبر دے دینا (کہ ہم ہلاک نہ ہوں گے) اور پھر اس کے مطابق ہی واقع ہونا (اور ان کا زندہ بچ جانا) وہ حیران کن اور شاندار کارنامے ہیں جو اس بزدل کے تصور میں بھی نہ آئے ہوں گے۔

بھلا اس زندیق کو وہ سحر آفرینی، شیریں زبانی اور ولولہ انگیز شاعری کہاں نصیب؟ جس کی مشہور خاتون "قرۃ العین" مالک تھی؟ جس کا تذکرہ ایک عرب شاعر ذیل کے الفاظ میں کرتا ہے:

لها بشر مثل الحرير و منطق ☆ رخيم الحواشی لا هراء ولا نزر

ترجمہ:۔ "اس کا جسم تو ریشم کی طرح نرم و نازک ہے اور زبان و بیان بے حد شیریں و دل گداز ہے اور کمی بیشی دبے ہوا وہ گوئی سے بالکل پاک و صاف ہے۔"

اس بے دین کی تو کل پونجی ہی "تجلی" اور "بروز" جیسے صوفیاء کرام سے سنے سنائے چند کلمات اور اصطلاحات ہیں اور بس، ان کی بھی اصلی صورت کو اس ظالم کی تحریفوں نے مسخ کر دیا ہے، یوں سمجھئے شیروانی کو چرا کر اور کاٹ چھانٹ کر کے قمیص بنا لیا ہے، یا پھر جدید فلسفہ اور اہل یورپ کی تحقیقات کو لے کر ان کا نام اپنے شیطان کی بھیجی ہوئی "وحی" رکھ دیا ہے۔

مرزا کے زندقہ والحاد کے اصلی بانی اور موجد..... اور یہ بھی کیا دھرا اس زندیق کا نہیں ہے بلکہ حکیم محمد حسن امروہی (" غایۃ البرہان فی تفسیر القرآن" کے مصنف) جیسے ملحد اور بے دین زندیقوں نے اس بے وقوف کے لئے نبوت کی زمین ہموار کی ہے مگر وہ اس سے زیادہ سمجھدار تھے کہ انہوں نے خود نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

یہ ہے اس زندیق اور مدعی نبوت کی وہ حقیقت حال جس کی بنا پر ہم نے (یہ رسالہ لکھا ہے اور) اس کی تکفیر کی ہے اور اس کی مع اس کے متبعین کے جہنم رسید کیا ہے۔

عرب کے مشہور شاعر "متنبی" کا درج ذیل شعر، اس "متنبی" (جھوٹے مدعی نبوت) پر کس قدر چسپاں ہے!

لقد ضل قوم باصنامهم ☆ واما بزق رياح فلا

ترجمہ:۔ "سونے چاندی کے بتوں سے تو لوگ گمراہ ہوتے سنے ہیں۔ لیکن ایک کوزہ بھری مشک سے تو کوئی بھی گمراہ نہ ہوا ہوگا۔"

ایک اور شاعر نے اس سے بہتر اور زیادہ حسب حال ترجمانی کی ہے وہ کہتا ہے:

وکان امرأ من جند ابلیس فارتقی ☆ بہ الحال حتی صار ابلیس من جندہ

ترجمہ:۔ ''شروع میں وہ شیطان کی فوج کا ایک معمولی سپاہی تھا۔ لیکن ترقی کر کے وہ اس مرتبہ پر پہنچ گیا کہ شیطان اس کی فوج کا معمولی سپاہی ہو گیا۔''

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان: یہ سب کچھ ایک طرف! مجھے تو اس کے ایک طرف دار اور مرید کا ایک قول پہنچا ہے کہ ''امام مالک بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے قائل ہیں۔'' میں آگاہ کر دینا چاہتا ہوں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اس قول کی نسبت صریح جہالت اور بہتان ہے، چنانچہ ابی شارح ''صحیح مسلم'' اپنی شرح ص: ۲۶۶ میں لکھتے ہیں کہ ''امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''عتبیہ'' میں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی تصریح فرمائی ہے، جیسا کہ جمہور امت کا اس پر اجماع ہے۔''

خلاصۂ کلام: ـــــ الغرض وہ ضروریات دین اور امور شرعیہ متواتر جن کی مراد اور معنی اتنے واضح ہوں کہ کسی الہام و تعلیم کی حاجت نہ ہو، جیسے ختم نبوت یا نزول عیسیٰ علیہ السلام ان کا انکار کرنا یا ان میں کوئی تاویل کرنا یقیناً کفر ہے۔

اس امر ضروری کی تفصیل جس کا منکر کافر نہیں ہوتا: ہاں وہ امور ضروریہ اور اعتقادی حقہ جو اتنے دقیق اور بعید از فہم ہوں کہ ان کا سمجھنا اور سمجھانا عام عقول انسانی کے بس کا نہ ہو، مثلاً تقدیر کا مسئلہ عذاب قبر کی حقیقت اور کیفیت استواء علی العرش کا مسئلہ اللہ تعالیٰ کے آخر شب میں آسمان دنیا پر اترنے کی حقیقت و کیفیت اور اسی قسم کے ''متشابہ'' امور، نیز ذات وصفات الٰہیہ کی نوعیت وغیرہ، اگر ایسے امور ضروریہ حد شہرت و تواتر کو پہنچ جائیں تو جو شخص ان سے واقف ہونے کے بعد سرے سے انکار کرے گا (کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں) بلا تردد ہم اس کو کافر کہیں گے اور اگر بالکل انکار تو نہیں کرتا مگر ان کی نوعیت اور کیفیت کی بحث و تحمیص اور چھان بین کے تحت اس کا قدم پھسل جاتا ہے اور اپنی رائے سے کوئی ایک صورت متعین کر کے دعویٰ کرتا ہے کہ بس ''یہی حق'' ہے اور وہ اہل حق کے نزدیک باطل ہے (مثلاً عذاب قبر کو صرف روحانی عذاب کہے یا استواء علی العرش کے معنی ''عرش پر بیٹھنا'' کرے اور کہے خدا عرش پر ''بیٹھا ہے'') تو ایسے گمراہ مسلمان کو ہم معذور سمجھیں گے اور اس کی گمراہی کو جہالت کا نتیجہ قرار دیں گے، مگر اس کی بنا کر اس کو کافر نہ کہیں گے۔

مذکورہ بالا تحقیق و تفصیل کے لئے ابن رشد الحفید کے رسالہ ''فصل المقال والکشف عن مناہج الادلۃ'' کی مراجعت کیجئے، اس نے منطقی طرز پر ایسے گمراہ شخص کے متعلق ثابت کیا ہے کہ ایسا مسلمان گمراہ اور ضرور جاہل ہے، مگر کافر نہیں۔

کتاب کے بالکل آخری حصہ میں فرماتے ہیں:

"یہ دین نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہا جائے اور نہ ہی یہ دین ہے کہ کسی کافر کو کافر نہ کہا جائے اور اس کے کفر سے چشم پوشی کی جائے۔ آج کل لوگ افراط و تفریط میں مبتلا ہیں اور کسی نے سچ کہا ہے کہ: "جاہل یا تو افراط میں مبتلا ہوگا یا تفریط میں" ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم!"۔

لکھنے کو تو بہت کچھ جی چاہ رہا ہے لیکن اس عدیم الفرصتی کے عالم میں ان چند سطروں پر اکتفاء کرنا ناگزیر ہے، ان شاء اللہ یہ چند سطریں ہی اس بے نظیر کتاب اور اس کے ترجمہ میں کافی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ علم فہم صحیح، انصاف و دیانت اور عمل صالح کی توفیق ہم سب کو نصیب فرمائیں۔

ایک ضروری تنبیہ:— "دین" اور "اسلام" کے خلاف ملحد و بے دین لوگ اور اہل حق کے خلاف باطل پرست افراد اور فرقے ہمیشہ برسرپیکار رہے ہیں اور گرم و سرد جنگ یعنی تیغ و تفنگ یا قلم و قرطاس کے معرکے ہمیشہ جاری رہے ہیں اور جب بھی اہل حق اور اہل ایمان نے آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ روشن دلائل اور تیغ تیز سے بھی زیادہ قاطع اور دوٹوک فیصلہ کر دینے والے براہین نے باطل پرستوں کے شکوک و شبہات، تاویلات و تحریفات، تلبیسات و تشویہات کا قلع قمع کیا ہے اور ان پر کفر وارتداد کا حکم لگایا ہے تو ان باطل پرستوں نے علماء حق کی تکفیر سے بچنے کے لئے مختلف و متنوع حربے بطور سپر استعمال کئے ہیں، مثلاً:

۱:... کبھی عوام میں یہ پروپیگنڈا کیا کہ فقہاء و متکلمین کے یہ تکفیر وارتداد کے فتوے تو محض ڈرانے، دھمکانے کے لئے ہوتے ہیں، ان کے تکفیر کے فتووں سے کوئی مسلمان فی الحقیقت کافر و مرتد نہیں ہو جاتا۔ جیسا کہ اسی کتاب میں صفحہ ۳۲۳ پر آپ فتاویٰ بزازیہ کے حوالے سے اس قسم کے جاہلانہ نعروں کی تردید ملاحظہ فرمائیں گے۔

۲:... کبھی کہتے ہیں: ہم تو "اہل قبلہ" ہیں اور خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بڑی شدت کے ساتھ اہل قبلہ کی تکفیر سے ممانعت کی ہے۔ اس کی تحقیق حضرت مصنف رحمہ اللہ نے اس کتاب میں بے نقاب کی ہے۔

۳:... کبھی کہتے ہیں: ہم تو "مؤول" ہیں، باتفاق فقہاء مؤول کی تکفیر جائز نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر کسی کے عقیدہ یا قول و فعل میں ننانوے وجوہ تکفیر کی ہوں اور ایک وجہ بھی اس کو کفر سے بچاتی ہو تو اس کی بھی تکفیر نہ کرنی چاہئے۔ تاویل اور مؤول کے بارے میں بھی سیر حاصل بحث و تحقیق آپ کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

۴:... ہمارے زمانہ میں چونکہ بدقسمتی سے ان ملحدوں اور زندیقوں کو تحریر و تقریر کی مکمل آزادی حاصل ہے اس لئے وہ زیادہ بے باکی اور دریدہ دہنی کے ساتھ اہل حق کے ان تکفیر کے فتووں کو "دشنام طرازی"

سے اور "کافر، مرتد، ملحد، زندیق، جاہل، بے دین وغیرہ" احکام شرعیہ کو "گالیوں" سے تعبیر کرتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ: "علماء کو گالیاں دینے کے سوا اور آتا ہی کیا ہے؟"۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج اسلام کے اساسی احکام و عبادات ہیں اور دین اسلام میں ان کے مخصوص و متعین معنی اور مصداق ہیں ٹھیک اسی طرح کفر، نفاق، الحاد و ارتداد اور فسق بھی اسلام کے بنیادی احکام ہیں، دین اسلام میں ان کے بھی مخصوص معنی اور مصداق ہیں قرآن کریم نے اور نبی کریم ﷺ نے قطعی طور پر ان کی تعیین و تحدید فرمادی ہے۔

ایمان کا تعلق قلب کے یقین سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسول کی رسالت اور "ما جاء بہ الرسول" (رسول کے لائے ہوئے دین و شریعت) کو دل سے ماننا اور زبان سے اقرار کرنا ایمان کے متحقق ہونے کے لئے ضروری ہے، جو کوئی ان کو نہ مانے قرآن کریم کی اصطلاح میں اور اسلام کی زبان میں وہ "کافر" ہے اور اس نہ ماننے کا نام "کفر" ہے۔ جس طرح ترک نماز، ترک زکوٰۃ، ترک روزہ اور ترک حج کا نام "فسق" ہے اور ترک کرنے والے کا نام "فاسق" ہے، بشرطیکہ ان کے فرض ہونے کو مانتا ہو صرف عمل نہ کرتا ہو، اسی طرح انہی تعبیرات صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج کو تسلیم و اختیار کرنے کے بعد ان کو معروف و متواتر شرعی معنی سے نکال کر غیر شرعی معنی میں استعمال کرے اور ایسی تاویلیں کرے جو نہ صرف قرآن و حدیث کے خلاف ہوں بلکہ چودہ سو سال کے عرصہ میں کسی بھی عالم دین نے نہ کی ہوں، تو اس کا نام قرآن کی اصطلاح اور اسلام کی زبان میں "الحاد" ہے اور اس شخص کا نام "ملحد" ہے۔ قرآن کریم نے ان الفاظ: کفر، نفاق، الحاد، ارتداد کو انسانوں کے خاص خاص عقائد، اقوال، افعال و اخلاق کے اعتبار سے افراد اور جماعتوں کے لئے استعمال فرمایا ہے اور جب تک روئے زمین پر قرآن کریم موجود ہے گا یہ الفاظ بھی ، ان کے یہ معنی اور مصداق بھی باقی رہیں گے۔

اب یہ علمائے اُمت کا فریضہ ہے کہ وہ امت کو بتلائیں کہ ان کا استعمال کہاں کہاں، یعنی کن کن لوگوں کے حق میں صحیح ہے اور کہاں کہاں غلط ہے؟ یعنی یہ بتلائیں کہ جس طرح ایک شخص یا فرقہ ایمان کے مقررہ تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد مؤمن ہوتا اور مسلمان کہلاتا ہے، اسی طرح ان کو نہ کرنے والا شخص یا فرقہ کافر اور اسلام سے خارج ہے، نیز علمائے امت کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ان حدود و تفصیلات کو یعنی ایمان کے مقتضیات اور موجبات کفر، کفریہ عقائد و اقوال و افعال کی تحدید (حد بندی) تعیین کریں تاکہ نہ کسی مؤمن کو کافر اور نہ اسلام سے خارج کہا جاسکے اور نہ کسی کافر کو مؤمن اور مسلمان کہا جاسکے، ورنہ اگر "ایمان و کفر" کی حدود اس طرح مشخص و متعین نہ ہوئیں تو ایمان و کفر کا امتیاز مٹ جائے گا اور دین اسلام بازیچۂ اطفال بن کر رہ جائے گا اور جنت و جہنم افسانے!!

مرزا جیسے جھوٹے مدعیان نبوت کا انجام:۔۔۔۔ یاد رکھئے! اللہ تعالیٰ نے مذکورہ ذیل آیت میں مرزا غلام احمد جیسے بے دینوں اور نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کے المناک انجام اور رسوا کن حشر کا حال بیان فرمایا ہے:

"وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْقَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ ۔وَلَوْ تَرٰی اِذِالظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ، اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ، اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ" (سورہ الانعام ۹۳)

ترجمہ:۔۔۔ "اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے (۱) جو خدا پر جھوٹا بہتان لگائے (کہ اس نے مجھے نبی بنایا ہے)۔ (۲) یا جو کوئی دعویٰ کرے کہ میرے پاس وحی بھیجی گئی ہے (اور میں صاحب وحی نبی ہوں) حالانکہ اس کے پاس قطعاً کوئی وحی نہیں بھیجی گئی ہو۔ (۳) اور جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے، میں بھی نازل کر سکتا ہوں۔ اے مخاطب! اگر تو اس منظر کو دیکھے جب یہ ظلم کرنے والے سکرات موت کی حالت میں ہوں گے اور (موت کے) فرشتے ان سے ہاتھ بڑھائے کہہ رہے ہوں گے: لاؤ نکالو اپنی جانیں، آج تم کو اللہ تعالیٰ پر ناحق بہتان لگانے اور اس کی آیات پر ایمان لانے سے تکبر (اور انکار) کرنے کی پاداش میں رسوا کن عذاب دیا جائے گا۔

واضح ہو کہ مرزا غلام احمد ان تمام دعووں کا صاف اور صریح الفاظ میں جگہ جگہ اپنی تصانیف میں دعویٰ کرتا ہے اور یہی اس کا انجام ہے۔

مرزا غلام احمد کے بعد مرزائیوں میں پھوٹ اور "لاہوری، قادیانی" کی تقسیم

اس بے دین کے جہنم رسید ہونے کے بعد اس کے دم چھلوں میں پھوٹ پڑ گئی اور ہر گروہ "اپنی اپنی جسی، اپنا اپنا راگ" الاپنے لگا، چنانچہ ایک گروہ (لاہوری مرزائی) تو اس کی امت سے بالکل ہی الگ ہو گیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ: "مرزا غلام احمد نبی نہ تھے، نہ کبھی انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور نہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہو سکتا ہے۔ بلکہ وہ تو مہدیٔ آخر الزماں تھے اور (پناہ بخدا) مسیح محمدی تھے (یعنی وہ عیسیٰ جو امت محمدیہ میں آنے والے ہیں)"۔

دھوکہ:۔۔۔۔ یہ محض ایک فریب ہے اور دھوکہ جس کا مقصد صرف مسلمانوں کے بغض و عداوت اور نفرت

بے بہرہ مدی سے بچنا اور مسلمانوں کو مرزا غلام احمد اور اپنی بناعت سے مانوس کر کے خود کو اور مرزا کو مسلمان ثابت کرنا اور نبی کی آڑ میں سیدھے سادے مسلمانوں کو شکار کرنا تھا، لیکن (مسلمان اس دھوکے میں نہیں آسکتے) ان کا متفقہ فیصلہ اور فتویٰ ہے کہ "جو شخص مرزا غلام احمد کو بلا تردد و تذبذب کافر نہ مانے وہ بھی کافر ہے" کیوں اس کی وجوہ مذکورہ ذیل ہیں۔

مرزا غلام احمد کی تکفیر کے وجوہ

پہلی وجہ ادعویٰ نبوت...... اس ملحد نے اپنی تحریروں اور کتابوں میں جگہ جگہ نہ صرف "نبی" بلکہ "رسول" اور "صاحب شریعت رسول" ہونے کے ایسے بلند بانگ دعوے کئے ہیں کہ آج تک ان سے فضا گونج رہی ہے اس لئے دعویٰ نبوت کا انکار صرف زبردستی اور رسوا کن سینہ زوری ہے جس کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور جو بھی اس کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔

اچھا میں آپ سے ہی پوچھتا ہوں: جو شخص مسیلمہ کذاب کو کافر نہ کہے اور اس کے صاف و صریح دعویٰ نبوت اور قرآن کے مقابلہ پر کہی ہوئی "تک بندیوں" میں تاویلیں کرے اس کو آپ کیا کہیں گے؟۔

اسی طرح کیا ایک کھلے ہوئے بت پرست کو آپ کہیں گے کہ "وہ بت کو سجدہ نہیں کرتا بلکہ اس کو دیکھتے ہی منہ کے بل گر پڑتا ہے اس لئے وہ کافر نہیں ہے"؟ کیا یہ کھلی ہوئی زبردستی اور سینہ زوری نہیں ہے؟ جب ہم اپنی آنکھوں سے اسے بار بار بت کے سامنے سربسجود دیکھتے ہیں تو اس کو کیسے کافر نہ کہیں گے اور اس کی "صنم پرستی" کی تاویلیں اور توجیہیں کیسے سنیں؟ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا! اس قسم کی مہمل تاویلیں قطعاً ناقابل التفات ہیں۔

ملحدوں کے قول و فعل میں تاویلیں کرنے والے ان کی حمایت میں جھوٹ بولتے ہیں:

چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ "شرح مسلم" میں اس قسم کے زندیقوں کے اقوال و افعال میں تاویل کرنے والوں کو ان (زنادقہ) کی خاطر جھوٹ بولنے والا قرار دیتے ہیں، نیز یہ کہ ان مہمل تاویلوں اور لا یعنی حرکات سے تکفیر کا حکم نہیں بدلتا، چنانچہ فرماتے ہیں:

"تیسری بات یہ ہے کہ زندیق اگر پہلی مرتبہ (اپنی بے دینی سے) توبہ کرتا ہے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور اگر بار بار توبہ کرتا اور توڑتا ہے تو اس کی توبہ قبول نہ ہوگی"۔ (نووی مع مسلم ج۱ ص:۳۹)

حاصل یہ ہے کہ ایسے بے دین کے قول و فعل میں تاویل کرنا، تاویل نہیں اس کی حمایت میں جھوٹ بولنا ہے، جس سے تکفیر کے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

دوسری وجہ! انکارِ نزول عیسیٰ علیہ السلام: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ثبوت، تواتر کی حد کو پہنچ چکا ہے، نیز اس پر امت کا اجماع بھی ہو چکا ہے، لہٰذا اس میں کوئی تاویل و تصرف یا تحریف کرنا کھلا ہوا کفر ہے، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ جو محققین علماء متاخرین میں سے ہیں "روح المعانی" میں تصریح فرماتے ہیں: "نزول عیسیٰ علیہ السلام کا انکار ایک امر متواتر کا انکار ہے اور منکر کی تکفیر پر تمام علماء متفق ہیں"۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے آیت کریمہ "اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ" الآیۃ، کے ذیل میں اس بے دین جھوٹے مدعی نبوت اور اس کے پیروؤں کا بیان تفصیل سے دیکھا اور پڑھا ہے، خدا اسے جہنم رسید کرے، کیسا کٹر کافر ہے اور اس نے اس آیت کریمہ کی تاویل نہیں تحریف میں کیسا کیسا ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے؟ لیکن اس سے بات پھر بھی نہیں بنی، بہرحال ان لوگوں کی تکفیر فرض عین ہے۔

تیسری وجہ! توہین عیسیٰ علیہ السلام: ان مرزائیوں خصوصاً لاہوریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم نبی کا مرتبہ مرزا جیسے فاسق و فاجر اور بدکار و بدنسب شخص کو بخشا ہے، یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شدید ترین توہین ہے، اس سلسلے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ باب "ما یستحب للعالم اذا سئل ای الناس اعلم" کے ذیل میں "فتح الباری" میں خوبصورت کلام کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"اگر ہم یہ کہیں کہ خضر نبی نہیں بلکہ ولی ہے اور یہ از روئے عقل و نقل قطعی طور پر مسلم ہے کہ نبی ولی سے بہرحال افضل ہے اور جو اس کے خلاف کہے (اور کسی ولی کو نبی سے افضل مانے) وہ قطعاً کافر ہے، اس لئے کہ یہ ایک یقینی امر شرعی کا انکار ہے (لہٰذا مرزا غلام احمد جیسے شخص کو عیسیٰ کہنے والے تو قطعاً کافر ہوں گے۔ ناقل)۔" (فتح الباری ج:۱ ص:۲۲۱ طبع دار نشر الکتب اسلامیہ، لاہور)

مرزائیوں کا حکم: ۔۔۔ جو لوگ ان مرزائیوں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ احتیاط کرنا چاہتے ہیں وہ صرف اتنا کر سکتے ہیں کہ ان سے توبہ کرالیں، اگر یہ مرزائیت سے توبہ کریں تو فبہا ورنہ قطعاً کافر ہیں۔ شریعت اسلامیہ میں ان کے لئے اس سے زیادہ مراعات کی قطعاً گنجائش نہیں، جیسا کہ کتاب میں آنے والے مباحث سے ہم نے بالاجماع ثابت کیا ہے۔

پھر یہ توبہ کرانا بھی ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے، بلکہ صرف اسلامی حکومت کا حاکم ہی ان کے "کفر و اسلام" کا قطعی فیصلہ کرنے کے وقت ان سے توبہ کرا سکتا ہے تاکہ وہ ان کے کفر یا اسلام کا دوٹوک فیصلہ کر سکے، لیکن اسلامی حکومت اور مسلمان حاکم موجود نہ ہونے کی صورت میں ان کے جہنم رسید ہونے تک کفر کے سوا کچھ نہیں، چاہے اسے اوڑھ لیں، چاہے بچھالیں۔

غلط تاویل کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں: غرض صاحب شریعت ﷺ نے تاویل باطل پر بھی کسی کو معذور نہیں قرار دیا، چنانچہ حضور ﷺ نے:

۱:۔۔۔ امیر سریہ (سپہ سالار فوج) عبداللہ بن ابی حذفہ ؓ کو اپنے فوجیوں کو آگ میں داخل ہونے کا حکم دینے پر فرمایا: اگر وہ لوگ (اپنے امیر کے کہنے پر) آگ میں داخل ہوجاتے تو قیامت تک اس سے باہر نہ نکلتے، اس لئے کہ امیر کی اطاعت تو صرف از روئے شرع جائز امور میں کی جاتی ہے (اور جان بوجھ کر آگ میں کودنا خودکشی اور حرام ہے، اگرچہ امیر کے حکم سے کیوں نہ ہو، معلوم ہوا کہ دخول فی النار کے جواز کے لئے اطاعت امیر کی تاویل باطل ہے)۔

۲:۔۔۔ ایسے ہی حضور ﷺ نے اس شخص کے بارے میں جس کا سر پھٹ گیا تھا اور اس کے باوجود لوگوں نے اس کو ناپاکی کا غسل کرنے کا فتویٰ دیا تھا اور وہ غسل کرنے کی وجہ سے مر گیا تھا، فرمایا:

"خدا ان کو ہلاک کرے، انہوں نے اس غریب کو مار ڈالا"

(دیکھئے! حضور ﷺ نے اس غلط فتویٰ دینے والوں کے فتوے اور تاویل کا مطلق اعتبار نہیں کیا اور اس کی موت کا ان کو ذمہ دار قرار دیا)

۳:۔۔۔ اسی طرح حضور ﷺ حضرت معاذ ؓ پر کس قدر غصہ اور ناراض ہوئے، صرف اس بات پر کہ وہ اپنی قوم کو نماز پڑھاتے وقت لمبی لمبی سورتیں پڑھا کرتے تھے اور فرمایا: "افتانات یا معاذ؟" (تم فتنہ میں ڈالنے والے ہو اے معاذ؟) (حالانکہ وہ آپ ﷺ کی ہی نقل اُتارتے تھے اور جو سورتیں آپ ﷺ نماز میں پڑھتے تھے وہ بھی وہی پڑھتے تھے، مگر آپ ﷺ نے ان کی تاویل کی طرف اصلاً التفات نہ کیا اور ان کو فتنہ انگیز قرار دے دیا۔)

اسی طرح نماز میں طویل قراءت کرنے کی وجہ سے ایک مرتبہ آپ ابی بن کعب ؓ پر بھی ناراض ہوئے (اور ان کا بھی کوئی عذر نہ سنا)۔

۴:۔۔۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضور ﷺ حضرت خالد ؓ پر ان لوگوں کو قتل کردینے کی بنا پر سخت برہم ہوئے، جنہوں نے "اسلمنا اسلمنا" نہ کہہ سکنے کی وجہ سے "صبانا صبانا" کہہ کر اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کیا تھا، مگر حضرت خالد ؓ نہ سمجھے اور ان کو قتل کردیا (حضور ﷺ نے حضرت خالد ؓ کی غلط فہمی پر ان کو معذور نہ قرار دیا)

اسی طرح حضرت اسامہ ؓ نے سفر جہاد میں ایک بکریاں چرانے والے چرواہے کے "کلمہ پڑھنے" کو ایک حیلہ سمجھ کر قتل کردیا کہ یہ اپنی جان و مال بچانے کی غرض سے کلمہ پڑھ رہا ہے، مگر آپ ﷺ ان پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: "فلا شققت قلبہ" (تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا؟)

(غرض آپ ﷺ نے خالد رضی اللہ عنہ اور اسامہ رضی اللہ عنہ کے اس بظاہر عذر اور جائز تاویل کا قطعاً لحاظ نہیں کیا)

۵:۔۔۔اسی طرح آپ ﷺ اس شخص پر بے حد ناراض اور غصہ ہوئے جس نے مرض الموت کے وقت اپنے تمام غلام آزاد کر دیئے حالانکہ وہی اس کی تمام پونجی اور سرمایہ تھا اور آپ ﷺ نے اس شخص کو دوسروں کی حق تلفی کا مرتکب قرار دے دیا (اور اس کا کوئی عذر نہ سنا)۔

ان کے علاوہ بے شمار واقعات ہیں جن میں آپ ﷺ نے "بے جا تاویل" اور "بے معنی عذر" کا قطعاً اعتبار نہیں کیا۔

تاویل کہاں معتبر ہے: ۔۔۔ فقہاء کی اصلاح میں چونکہ یہ تاویلیں امر مجتہد فیہ (محل اجتہاد) میں نہ تھیں اس لئے آپ ﷺ نے ان کا اعتبار نہ کیا اس کے برعکس ایسے امور میں آپ نے تاویل کو معتبر قرار دیا اور تسلیم کیا ہے جو محل اجتہاد تھے، مثلاً

(۱) جن صحابہ کو آپ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ: "عصر کی نماز بنی قریظہ میں جا کر پڑھنا" اور انہوں نے عصر کی نماز راستہ میں صرف اس لئے نہ پڑھی اور قضا کر دی کہ آپ ﷺ نے بنی قریظہ میں نماز عصر پڑھنے کا حکم دیا ہے (آپ ﷺ نے ان لوگوں کو نماز عصر قضا کر دینے پر کچھ نہ کہا)۔
(صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۹۱)

(۲)۔۔۔۔اسی طرح ایک موقع پر دو صحابی سفر کر رہے تھے، راستہ میں پانی نہ ملا، اس لئے انہوں نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی، اس کے بعد پانی مل گیا، وقت باقی تھا ایک نے تو وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھ لی، دوسرے نے نہ پڑھی، جب آپ ﷺ کی خدمت میں واقعہ پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی سرزنش نہ فرمائی، صرف اس لئے کہ ان امور میں تاویل کی گنجائش تھی۔

خلاصہ:۔۔۔ رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال اس باب میں مسلمانوں کے لئے اسوۂ حسنہ اور روشن لائحہ عمل ہونے چاہئیں اور صرف انہی امور میں تاویل اور عذر کا اعتبار کرنا چاہئے جن میں تاویل کی گنجائش ہے۔
ہدایت دینے والا تو اللہ ہی ہے وہی جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو خدا گمراہ کر دے اس کو تو کوئی بھی ہدایت نہیں کر سکتا۔

(ختم شد مقدمہ کتاب)

زنادیقین، ملحدین و باطنیہ کی تعریف اور ان کے کفر کا ثبوت

کافروں کی قسمیں اور نام:۔ علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ "مقاصد" ج:۲ ص:۲۶۸ کے خاتمہ نمبر:۴ میں کرمنکروں کی اقسام، تعریفات اور نام بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

کوئی کافر اگر زبان سے اسلام کا اظہار کرے اور اندر سے کافر ہو تو اس کا نام "منافق" ہے اور اگر مسلمان ہونے کے بعد کفر اختیار کرے تو اس کا نام "مرتد" ہے اور اگر چند معبودوں کا قائل ہو تو اس کا نام "مشرک" ہے اور اگر کسی دوسرے آسمانی مذہب کا پیرو ہو تو اس کا نام "کتابی" ہے اور حوادث عالم کو زمانہ کی جانب منسوب کرے اور اس کو قدیم مانتا ہو (یعنی زمانہ کو ہی خالق عالم اور ازلی ابدی مانتا ہو) تو اس کا نام "دہریہ" ہے اور اگر خالق عالم کا سرے سے منکر ہو تو اس کا نام "معطل" (خدا کا منکر) ہے اور اگر مسلمان کہلانے کے باوجود ایسے عقیدے رکھتا ہو جو متفقہ طور پر کفر ہیں تو اس کا نام "زندیق" ہے۔ (بالفاظ دیگر سات قسم کے کافر ہیں "منافق، مرتد، کتابی، مشرک، دہریہ، معطل، زندیق اسی کو "باطنی" اور "ملحد" بھی کہتے ہیں)

"شرح مقاصد" میں اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں:

"یہ واضح ہو چکا کہ کافر ہر اس شخص کا نام ہے جو مؤمن نہ ہو اب اگر وہ زبان سے اسلام کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا خاص نام "منافق" ہے اور اگر پہلے مسلمان تھا اور پھر کافر ہو گیا تو اس کا خاص نام "مرتد" ہے، اس لیے کہ وہ اسلام سے پھر گیا (ارتداد کے معنی ہیں لوٹ جانا، پھر جانا) اور اگر ایک سے زیادہ معبود مانتا ہے تو اس کا خاص نام ہے "مشرک" اس لئے کہ وہ خدا کا شریک مانتا ہے (یعنی غیر اللہ کو اللہ کا شریک کہتا ہے) اور اگر کسی منسوخ آسمانی مذہب اور کتاب کا پیرو ہے تو اس کا خاص نام "کتابی" ہے جیسے: یہودی، نصرانی اور اگر زمانہ قدیم (کہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا) مانتا ہے اور دنیا کے تمام واقعات و موجودات کو اسی کی جانب منسوب کرتا ہے (گویا زمانہ کو ہی خالق کائنات مانتا ہے) تو اس کا خاص نام "دہریہ" ہے (دہر کے معنی ہیں لامحدود زمانہ) اور اگر خالق عالم کا وجود ہی نہیں مانتا (اور عالم کو باقتضاء مادہ آپ سے آپ پیدا ہو جانے والا سمجھتا ہے) تو اس کا خاص نام "معطل" ہے اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار اور اسلامی شعائر کا اظہار کرنے کے باوجود ایسے عقیدے رکھتا ہے جو متفقہ طور پر کفر ہیں اس کا خاص نام "زندیق" ہے "زند" اصل میں اس کتاب کا نام ہے جسے "قباذ" بادشاہ ایران کے عہد میں مزدک نے پیش کیا تھا، اس کا دعویٰ تھا کہ یہ مجوسیوں کی اسی کتاب کی تفسیر ہے جس کو زرتشت لے کر آیا تھا، (مجوسیوں کا عقیدہ ہے کہ زرتشت نبی تھا)، اسی زند کی جانب یہ

زندیق منسوب ہے (یعنی زندیق زندیک کا معرب ہے۔ جس کے معنی ہیں زند کو ماننے والا، اہل لغت نے ہر اس بے دین آدمی کے لئے یہ لفظ استعمال کیا جو کفریہ عقائد رکھتا ہے اور اسلام کا دعویٰ کرتا ہے اسی کو عربی میں "ملحد" ● اور "باطنی" کہتے ہیں۔ "باطنیہ" انہی زندیقوں اور ملحدوں کے ایک خاص فرقہ کا نام ہے)"۔

زندیق کی تعریف اور باطنی کی تحقیق:

صاحب "ردالمختار" علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ "باطنی" کی تحقیق کے ذیل میں شامی ج:۳ ص:۴۰۹، ۴۱۰ پر قولہ "المعروف" کے تحت لکھتے ہیں:

"زندیق اپنے کفر پر اسلام کا ملمع کرتا ہے اور فاسد عقائد کو ایسی صورت میں پیش کرتا اور رواج دیتا ہے کہ وہ سرسری نظر میں صحیح معلوم ہوتے ہیں، "ابطان کفر" (کفر کو چھپانے) کا مطلب یہی ہے لہٰذا اعلانیہ گمراہی کو اختیار کرنا اور دوسروں کو اس کی طرف دعوت دینا باطنی ہونے کے منافی نہیں ہے (یعنی باطنی ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے کفریہ عقائد اور گمراہی کو لوگوں سے چھپاتا ہو، بلکہ اسلام میں کفر کو غیر محسوس طریق پر داخل کرنا اور چھپانا ہی باطنی ہونے کے معنی ہیں اس لئے ایسے گمراہ لوگوں کو "باطنیہ" کہتے ہیں)۔"

"حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ بین السطور میں فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی "فتح الباری" ج:۱۲ ص:۲۷۰ میں "ابطان کفر" کی تفسیر کی مراجعت کیجئے، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کفر کو چھپانے کے معنی ہیں: "اسلام کے ساتھ کفر کو ملا دینا"۔

زندیقوں اور باطنیوں کا حکم:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ "شرح منہاج" ص:۱۲۱ میں زندیقوں اور باطنیوں کے مرتد کے حکم میں ہونے اور ان کی توبہ کے قبول نہ ہونے کی تصریح فرماتے ہیں:

"بعض علماء کا قول ہے کہ اگر کوئی مسلمان زندیقوں اور باطنیوں کی طرح کفر خفی (پوشیدہ کفر) کی طرف لوٹ جائے تو (وہ مرتد ہے) اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔"

حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ علماء کی ان تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی شخص کے کفر کو چھپانے (اور باطنی ہونے) کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ اپنے کفریہ عقائد کو لوگوں سے چھپاتا ہو بلکہ باطنی ہر وہ گمراہ شخص ہے جو اسلامی عقائد کے خلاف کوئی عقیدہ رکھتا ہو اور مسلمان ہونے کا مدعی ہو

● ...... علامہ ابن عابدین "شامی" (ج:۳ ص:۴۰۹) میں ملحد کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: "والملحد هو من مال عن الشرع القويم الى جهة من جهات الكفر من الحد في الدين حاد وعدل۔ الخ" (من الخلاصة کمال پاشا) یعنی ملحد، وہ شخص ہے جو شریعت سے کسی بھی کفر کی جانب ہٹ گیا ہو۔ لغۃ "الحد في الدين" سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں دین سے منحرف ہو جانا (یہ علامہ کمال پاشا کی تحقیق ہے) مترجم

بحیثیت مجموعی ایسا شخص کافر ہے اور اس کے عقائد کفر محض ہیں۔

چنانچہ مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص: ۱۰۸ اور "فتح الباری" ج: ۱ ص: ۱۳۶ میں حضرت عبداللہ بن عمر ﷜ کی ایک روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرمارہے تھے کہ: " (آئندہ زمانہ میں) اس اُمت کے اندر بھی مسخ ہوگا (یعنی انسانوں کی صورتیں مسخ ہوکر جانور بن جائیں گے) ہوشیار رہنا! یہ مسخ تقدیر کے منکروں اور "زندیقوں" کے اندر ہوگا۔" (یعنی منکرین تقدیر اور زندیقوں کی صورتیں ہی مسخ ہوں گی۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ زندیق بھی منکرین تقدیر کی طرح کافر ہیں، اس لئے کہ کافروں کی صورتیں ہی مسخ ہوتی ہیں) "خصائص" کے مصنف فرماتے ہیں اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ "منتخب کنز العمال" ج: ۶ ص: ۵۰ میں درج ایک مرفوع روایت اس حدیث کی مزید وضاحت کرتی ہے وہ روایت یہ ہے کہ: ●

"حضور ﷺ نے فرمایا: میری اُمت میں ایک قوم ایسی بھی ہوگی جو خدا اور قرآن کی منکر اور کافر ہوجائے گی اور ان کو پتہ بھی نہیں چلے گا (کہ ہم کافر ہوگئے) جیسے یہودی اور نصرانی کافر ہوگئے۔ (اور ان کو پتہ بھی نہ چلا) یہ وہی لوگ ہوں گے جو تقدیر کے ایک جزو کا اقرار کریں گے اور ایک جزو کا انکار کریں گے یعنی ان کا عقیدہ یہ ہوگا کہ "خیر" اللہ کی جانب سے ہے اور "شر" شیطان کی جانب سے (یعنی خیر کا خالق اللہ ہے اور شر کا خالق شیطان، بالفاظ دیگر دو خدا ہیں ایک "خدائے خیر" اور ایک خدائے شر" جیسے مجوسی "یزداں" اور اہرمن" دو خدا مانتے ہیں) اور اپنے اس عقیدہ کے ثبوت میں وہ قرآن کی آیتیں پڑھیں گے (یعنی اپنے اس عقیدہ کو قرآن سے ثابت کریں گے) چنانچہ یہ لوگ قرآن پر ایمان لانے اور علم و معرفت حاصل کرنے کے بعد محض اس عقیدہ کی بنا پر کافر ہوجائیں گے۔ میری اُمت کو ان لوگوں سے کس قدر جنگ و جدال اور بغض و عناد کا سامنا کرنا پڑے گا (خدا ہی خوب جانتا ہے) یہی لوگ اس اُمت کے زندیق (مجوسی) ہیں، ان کے عہد میں حکمرانوں کا ظلم و ستم حد سے زیادہ بڑھ جائے گا، پناہ بخدا اس ظلم و جور اور ایسی حق تلفی سے! اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک ایسا طاعون بھیجے گا جو ان میں سے بیشتر لوگوں کو ہلاک کردے گا، اس کے بعد "خسف" ہوگا (اور یہ لوگ زمین میں دھنس جائیں گے) تو شاید ہی ان میں سے کوئی بچے (ورنہ سب ہی ہلاک ہوجائیں گے)

● حضرت شیخ نے یہ عبارت بطور حاشیہ لکھی ہے۔ مترجم

خلاصہ..... حضرت مصنف رحمہ اللہ مذکورہ بالا کتب اور حوالوں سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام میں کفریہ عقائد کو داخل کرنے والا ہر مسلمان (کہلانے والا) زندیق ہے ملحد ہے اور یہ تینوں قطعاً کافر ہیں نیز زندقہ الحاد اور باطنیت کی حقیقت اسلام کے پردہ میں کفر کو پھیلانے کے سوا اور کچھ نہیں لہٰذا یہ تینوں فرقے قطعاً کافر ہیں۔ مترجم

ان دنوں میں اہل ایمان کے لئے خوشی اور مسرت مفقود اور غم والم حد سے زیادہ ہوگا۔ اس کے بعد "مسخ" ہوگا تو اللہ تعالیٰ ان میں سے باقی تمام لوگوں کو بندر اور خنزیر بنا دیں گے پھر اس کے بعد دجال کا ظہور ہوگا۔" "طبری" اور "بیہقی" نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور "بغوی" نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ (صحابی) سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

جن اہلِ قبلہ کو کافر نہیں کہا جاتا، ان سے کون لوگ مراد ہیں؟●

علماء اہلِ سنت کے اقوال ۔۔۔ (علامہ تفتازانی رحمہ اللہ اہلِ قبلہ کی تعیین کے سلسلہ میں کہ جن کو کافر نہیں کہا جاتا، علماء اہلِ سنت اور معتزلہ کے مذکورہ ذیل اقوال "مقاصد" ج:۱ص:۲٦۹ پر بیان فرماتے ہیں:)

"ساتویں بحث، ان اہلِ قبلہ کے حکم کا بیان جو اہلِ حق کے مخالف ہیں:

۱)۔ جو اہلِ قبلہ (مسلمان کہلانے والے) حق کے مخالف (اور گمراہ) ہیں وہ اس وقت تک کافر نہیں کہلاتے جب کہ ضروریات دین (یعنی ان قطعی اور یقینی عقائد و احکام) کا انکار نہ کریں (جن کے شارع علیہ السلام سے ثابت ہونے پر اُمت کا اجماع ہے) مثلاً عالم کے حادث (یعنی عدم کے بعد موجود ہونے) کا عقیدہ، حشر جسمانی (یعنی مرنے کے بعد جسمانی طور پر دوبارہ زندہ ہونے) کا عقیدہ۔

۲)..... اور بعض علماء کہتے ہیں کہ نہیں! ہر اہلِ حق سے اختلاف کرنے والا (مطلقاً) کافر ہے (اس لئے کہ وہ حق کا مخالف ہے)۔

۳)۔ استاد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: جو ہمیں (یعنی اہلِ حق کو) کافر کہے گا ہم بھی اس کو کافر کہیں گے اور جو ہمیں (اہلِ حق کو) کافر نہ کہے گا ہم بھی اس کو کافر نہ کہیں گے (یہ علماء اہلِ سنت کے تین قول ہیں)۔

معتزلہ کے اقوال:۔۔۔ (۱) معتزلہ میں سے متقدمین تو یہ کہتے ہیں کہ جو لوگ بندہ کو اپنے اعمال و افعال میں مجبور، اللہ تعالیٰ کی صفات کو قدیم، اللہ تعالیٰ کو بندے کے اعمال و افعال کا خالق مانتے ہیں

●.... عام طور پر مسلمان ایسے لوگوں یا فرقوں کو جو قطعی طور پر کفریہ عقائد و اعمال کے مرتکب اور کافر ہیں، محض اس لئے کافر کہنے اور اسلام سے خارج قرار دینے سے اجتناب کرتے ہیں کہ وہ خدا اور رسول اور قرآن کا نام لیتے ہیں، بظاہر مسلمانوں کے سے کام کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ "اہلِ قبلہ کو کافر کہنا جائز نہیں" یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے جس میں اچھے اچھے مسلمان گرفتار ہیں اور حقیقت "کلمة حق اريد به الباطل" کے طور پر یہ ایک چلتا ہوا فقرہ اور فریب ہے جس کو یہ گمراہ و کافر لوگ اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنے اور علماء کی تکفیر سے بچنے کے لئے ہر جگہ پر استعمال کرتے ہیں اس لئے مصنف قدس سرہ نے مذکورہ بالا عنوان قائم کر کے اس غلط فریب کا پردہ چاک فرمایا ہے تاکہ مسلمانوں کو اس سے دھوکہ نہ ہو۔ مترجم

(یعنی اساسی عقائد میں معتزلہ کے مخالف ہیں) ایسے لوگ ہمارے نزدیک کافر ہیں۔

(۲)۔۔۔ لیکن عام معتزلہ کہتے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی صفات کو (اس کی ذات پر) زائد (الگ) مانتے ہیں، (آخرت میں) اللہ تعالیٰ کے دیدار کے، (گنہگار مسلمانوں کے) جہنم سے نکلنے کے قائل ہیں اور بندوں کی تمام برائیوں اور بدکرداریوں کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت کے تحت داخل مان، اللہ تعالیٰ ہی کو ان کا خالق قرار دیتے ہیں۔ (یعنی جملہ عقائد میں معتزلہ کے مخالف ہیں) ایسے تمام لوگ کافر ہیں۔

ائمہ اہل سنت کی دلیل:۔۔۔ ائمہ اہل سنت کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ (اس طرح عقائد کی چھان بین نہیں کیا کرتے تھے (جیسے معتزلہ کرتے ہیں) بلکہ صرف "عقائد حقہ" سے آگاہ کر دیتے تھے (اور توحید و رسالت، حیات بعد الموت وغیرہ اساسی عقائد کو اختیار کر لینے کو مسلمان ہونے کے لئے کافی سمجھتے تھے)

اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر تو مجمع علیہ عقائد کے بارے میں بھی اسی طرح حق کے بیان کر دینے پر اکتفا کرنا چاہئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مجمع علیہ عقائد و اصول اور ان کے دلائل ان عرب سادہ لوحوں کے معیار فہم کے مطابق (اس قدر) معروف اور ظاہر و واضح تھے (کہ ہر مسلمان ان سے آگاہ و مطمئن ہوتا تھا اور بلاتردد ان کو قبول کر لیتا تھا) بعض علماء اس اعتراض کا جواب یہ دیتے ہیں کہ (قرون اولیٰ میں) عقائد تفصیلیہ کو اس لئے بیان نہیں کیا جاتا تھا کہ (اس زمانہ میں) اجمالی ایمان ● یعنی تفصیل معلوم کئے بغیر ایمان لے آنا) کافی تھا (اس لئے کہ عرب عام طور پر عقلی اور نظری موشگافیوں سے نا آشنا ایک سادہ ذہن کی مالک قوم تھی، وہ بلاتردد اور بدون رد و قدح کے عقائد حقہ کو قبول کر لیتے تھے) تحقیق و تفصیل کی ضرورت اسی وقت ہوتی ہے جب کہ یہی تحقیق و تفصیل پیش نظر ہو (یعنی عقائد باطلہ پہلے سے ذہنوں پر مسلط ہوں تو ان کے ازالہ کے لئے تحقیق و تفصیل اور حق کے خلاف

● ۔۔۔ حاصل یہ ہے کہ ایک سادہ لوح اور تعالیٰ اللہ عنہ آدمی نے مسلمان ہونے کے لئے توحید جیسے اساسی عقائد اسلامیہ اور ان کے دیگر عقائد توحید، رسالت، حیات بعد الموت پر ایمان لانا ہی کافی تھا اگرچہ وہ ان کی تحقیق و تفصیل اور دلائل عقلیہ سے واقف نہ ہو اس کے بعکس ایک ذات و صفات الٰہیہ کے باب میں گمراہ اور اس سے مسلمان ہونے کے لئے تفصیلی طور پر ان عقائد باطلہ سے تائب ہو اور ان کے مقابل عقائد حقہ کو قبول کرنا ضروری ہے عہد نبوت اور قرون اولیٰ میں مسلمان ہونے والے لوگ پہلی قسم کے لوگ تھے اس لئے ان متفق علیہ اساسی عقائد کی اجمالی تصدیق صحت اسلام کے لئے کافی تھی لیکن اس کے بعد جب بہت سے ایسے لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے جن کے ذات و صفات الٰہیہ اور مبدأ و معاد کے باب میں باطل عقائد پہلے سے ان کے دلوں میں راسخ ہوتے تھے اس لئے ان کا اسلام ان عقائد باطلہ سے تفصیلی طور پر براءت اور مجمع علیہ عقائد حقہ کو قبول کئے بغیر معتبر نہیں سمجھا جاتا اس لئے اس زمانہ میں مجمع علیہ عقائد حقہ کے سرسری اور مجمل بیان حق پر اکتفا نہیں کیا جا سکتا۔ مترجم

اوہام و شکوک کی تردید کی ضرورت ہوتی ہے) ورنہ تو بے شمار ایسے پکے اور مخلص مومن موجود ہیں جو
قدیم وحادث کے معنی بھی نہیں جانتے (اور وہ راسخ العقیدہ مؤمن ہے)
یہ بحث تو اپنی جگہ ہے لیکن ایک فرقہ کا دوسرے فرقہ کو کافر کہنا اس قدر معروف ہے کہ اس کے
بیان کی حاجت نہیں (لہٰذا بقول استاذ جو اہل حق کو کافر کہے گا وہ یقیناً کافر ہے اور ہم اس کو کافر کہیں
گے اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو)"۔

ضروریاتِ دین اور متفق علیہ عقائد کے منکر اہل قبلہ متفقہ طور پر کافر ہیں:۔

علامہ موصوف "مقاصد" کی شرح میں "باب الکفر والایمان" کے ذیل میں ج:۲ ص: ۲۶۸ تا ۲۷۰ میں
اس کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں:
"(اہل قبلہ کے بارے میں) مذکورہ بالا بحث کا تعلق صرف ان لوگوں سے ہے جو ضروریاتِ دین
مثلاً (توحید، نبوت، ختم نبوت، وحی والہام) حدوث عالم اور حشر جسمانی وغیرہ مجمع علیہ عقائد حقہ میں تو
اہل حق کے ساتھ متفق ہوں، لیکن ان کے علاوہ اور نظری عقائد واصول میں اہل حق کے مخالف ہوں
مثلاً صفاتِ الٰہیہ، خلق اعمال، ارادۂ الٰہی کا خیر وشر دونوں کے لئے عام ہونا، کلام الٰہی کا قدیم ہونا
رویت باری تعالیٰ کا ممکن ہونا۔ ان کے علاوہ وہ تمام نظری عقائد ومسائل جن میں حق یقیناً ایک ہے
(اثبات یا نفی) ایسے مخالفین حق کے بارے میں بحث ہے کہ ان عقائد کا معتقد اور قائل ہونے (یا نہ
ہونے) کی بنا پر کسی اہل قبلہ (مسلمان) کو کافر کہا جائے یا نہیں؟ ورنہ اس میں تو کوئی اختلاف ہی نہیں
کہ وہ اہل قبلہ (مسلمان کہلانے والے) جو عمر بھر روزہ، نماز، وغیرہ تمام عبادات واحکام کا پابند ہو
لیکن عالم کو قدیم (ازلی ابدی) مانتا ہو، یا جسمانی حیات بعد الموت کا انکار کرتا ہو، یا اللہ تعالیٰ کو
جزئیات (ہر ہر چیز) کا عالم نہ مانتا ہو وہ (قبلہ کی طرف نماز پڑھنے کے باوجود) بلاشک وشبہ کافر ہے
اسی طرح کوئی اور کفریہ قول یا فعل اس سے سرزد ہو تو وہ بھی کافر ہے۔

"لَا نُكَفِّرُ اَهْلَ الْقِبْلَةِ" کس کا مسلک ہے؟۔۔۔ اہل حق کا یہ مذکورہ بالا قول (کہ جب تک
اہل قبلہ میں کوئی شخص ضروریات دین کا انکار نہ کرے اس کو کافر نہ کہا جائے) یہ شیخ ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ
بیشتر اشاعرہ کا مذہب ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے مذکورہ ذیل قول سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں:
"میں بجز خطابیہ کے اور باقی گمراہ فرقہ والوں کی شہادت رد نہیں کرتا (یعنی کافر نہیں سمجھتا) اس
لئے کہ یہ خطابیہ جھوٹ بولنے کو حلال سمجھتے ہیں۔"
"منتقی" میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق بھی یہی قول نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کسی
اہل قبلہ کو کافر نہیں کہا۔" یہی اکثر وبیشتر فقہاء حنفیہ کا مسلک ہے ہاں بعض فقہاء حنفیہ جو اہل حق کے

قائل کو کافر کہتے ہیں۔

اہل قبلہ کون لوگ ہیں؟:۔ ملا علی قاری ''شرح فقہ اکبر'' ص:۱۸۵ میں فرماتے ہیں:

''یاد رکھو! اہل قبلہ وہی لوگ ہیں جو ضروریات دین مثلاً حدوث عالم، حشر جسمانی، ہر ہر کلی وجزئی پر علم الٰہی کے محیط ہونے اور اسی قسم کے اہم اور بنیادی مسائل میں اہل حق کے ساتھ متفق ہوں، چنانچہ جو شخص تمام عمر شرعی احکام وعبادات کی پابندی کرتا رہے مگر عالم کو قدیم مانتا ہو یا حشر جسمانی کا انکار کرتا ہو یا اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا عالم نہ مانتا ہو وہ ہرگز اہل قبلہ میں سے نہیں ہے (وہ تو بدوں اختلاف سب کے نزدیک کافر ہے) نیز علماء اہل سنت کے نزدیک کسی اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کا مطلب یہی ہے کہ کسی اہل قبلہ کو اس وقت تک کافر نہ کہا جائے جب تک کہ اس میں کوئی کفر کی علامت یعنی کفریہ قول یا فعل نہ پایا جائے اور کوئی موجب کفر امر اس سے سرزد نہ ہو (گویا کسی مسلمان سے اگر کوئی بھی کفریہ قول یا فعل سرزد ہو یا اس میں کوئی بھی علامت کفر پائی جائے تو وہ اہل قبلہ سے خارج اور کافر ہو جاتا ہے اگرچہ وہ خود کو مسلمان کہتا ہے اور مسلمانوں کی طرح عبادات واحکام شریعت کا پابند بھی ہو)''۔

قائل بہر صورت کافر ہے:۔ ملا عبدالعزیز البخاری ''تحقیق شرح اصول حسامی'' میں بحث اجماع کے تحت ص:۲۰۸ پر ''ان خالفه'' (ای فی هواه) کے ذیل میں فرماتے ہیں:

اگر کسی گمراہ فرقہ والے نے اپنے باطل عقیدہ میں غلو کو اختیار کیا اور حد سے تجاوز کر گیا تو اس کو کافر قرار دینا ضروری ہے ایسی صورت میں اہل حق کے ساتھ اس کی موافقت یا مخالفت کا بھی اعتبار نہ ہوگا اس لئے کہ وہ صف مسلم (مسلمانوں) میں داخل ہی نہیں رہا جس کو جان ومال کی امان حاصل ہے، اگرچہ وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا رہے اور خود کو مسلمان سمجھتا رہے، اس لئے کہ امت مسلمہ (مسلمان) ہر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے والے کا نام نہیں ہے، بلکہ مسلمان وہ شخص ہے جس کا پورے دین اسلام اور عقائد یقینیہ واحکام قطعیہ پر ایمان ہو وہ شخص یقیناً کافر ہے اگرچہ وہ خود کو کافر نہ سمجھے''

مصنف فرماتے ہیں ''کشف'' شرح ''بزدوی'' ج:۳ ص: ۲۳۸ میں اجماع کے تحت اور آمدی کی کتاب ''الاحکام'' ج:۱ ص:۳۲۶ میں ''مسئلہ سادسہ'' کے تحت بعینہ یہی تحقیق مذکور ہے۔

علامہ شامی ''رد المحتار'' ج:۱ ص:۳۷۷ طبع جدید ۱۳۲۳ھ ص:۵۲۳ میں مسئلہ ''امامت'' کے تحت اور ج:۱ ص:۶۲۲ مسئلہ ''انکار وتر'' کے تحت فرماتے ہیں:

''اس شخص کے کافر ہونے میں کوئی اختلاف نہیں جو ضروریات اسلام (دین کے یقینی اور قطعی عقائد واحکام) کا مخالف ہو، اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو اور ساری عمر عبادات وطاعات کا پابند رہا ہو

جیسا کہ (شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے) "تحریر" میں بیان کیا ہے۔"

اس کے بعد ج:۱ ص:۵۲۵ پر فرماتے ہیں

"(صاحب البحر الرائق) نے فرمایا کہ حاصل یہ ہے کہ حنفیہ کے اس قول کی مراد کہ "کسی اہل قبلہ کے مخالف شخص یا فرقہ کو کافر نہ کہا جائے" یہ ہے کہ وہ شخص یا فرقہ ان مسلّمہ اصولوں کا مخالف نہ ہو جن کا دین ہونا معروف اور یقینی ہے اس کو اچھی طرح سمجھ لو۔"

موجب کفر عقائد و اعمال اور اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کا مطلب: "شرح عقائد نسفی" کی شرح "نبراس" کے مصنف ص:۳۰۳ پر لکھتے ہیں کہ "متکلمین کی اصطلاح میں "اہل قبلہ" وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین یعنی ان تمام عقائد و احکام کو مانتے ہوں جن کا ثبوت شریعت میں یقینی اور معروف و مشہور ہے لہٰذا جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی منکر ہو مثلاً: عالم کو حادث نہ مانے یا جسمانی حیات بعد الموت کا قائل نہ ہو، یا اللہ تعالیٰ کے عالم جزئیات ہونے کا منکر ہو یا نماز روزہ کے فرض ہونے کا انکار کرتا ہو وہ اہل قبلہ میں سے ہرگز نہیں، اگرچہ تمام تر عبادات و احکام شرعیہ کا سختی سے پابند ہو اسی طرح جس شخص میں کوئی بھی علامت کفر پائی جائے مثلاً: کسی بت (وغیرہ) کو سجدہ کرے یا کسی امر شرعی کی توہین کرے اور مذاق اڑائے وہ بھی اہل قبلہ میں سے ہرگز نہیں ہے، اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کے معنی صرف یہ ہیں کہ کسی مسلمان کو معاصی اور گناہوں کے ارتکاب کرنے یا غیر معروف نظری مسائل کا انکار کرنے پر کافر نہ کہا جائے، یہی محققین کی تحقیق ہے اس کو خوب اچھی طرح یاد رکھو۔"

ضروریات دین کا منکر کافر اور واجب القتل ہے: ..... "جوہرۃ التوحید" کا ایک شعر ہے (حاشیہ بیجوری علی جوہرۃ التوحید ص:۱۰۳)

ومن لمعلوم ضروری جحد

من دیننا یقتل کفراً لیس حد

ترجمہ:..... "جس شخص نے ہمارے دین کے کسی بھی یقینی امر کا انکار کیا ہو، وہ کفر کی بنا پر قتل کردیا جائے گا نہ کہ حد کے طور پر۔"

(اس لئے کہ حد تو مسلمان پر جاری ہوتی ہے اور یہ شخص کافر ہے لہٰذا اس کو دوسرے کافروں کی طرح بربنائے کفر قتل کیا جائے گا) "جوہرۃ" کے شارح اس شعر کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس منکر کا کفر تو یقینی اور متفق علیہ ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ "ماتریدیہ" تو کسی بھی قطعی امر کے منکر کو کافر کہتے ہیں اگرچہ وہ ضروری الثبوت (یعنی متواتر یا مجمع علیہ) نہ بھی ہو۔"

اجماع صحابہ حجت قطعی ہے اور اس کا انکار کفر ہے: ..... مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام

حنفی علمائے اصول اس پر متفق ہیں کہ جس امر پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو چکا ہے اس کا انکار کفر ہے اس لئے کہ وہ اس "اجماع صحابہ" کو کتاب اللہ کے مرتبہ میں رکھتے ہیں، چنانچہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "اقامۃ الدلیل" ج۳ ص:۱۳۰ میں فرماتے ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع قطعی حجت ہے اور اس کا اتباع فرض ہے، بلکہ یہ تو سب سے قوی حجت اور دوسرے تمام دلائل پر مقدم ہے اور چہ اس سے اثبات اور تحقیق کا یہ مقام نہیں، تاہم یہ اپنی جگہ نہ صرف تمام فقہاء کے ہاں مسلم ہے بلکہ ان تمام مسلمانوں کے نزدیک مسلم ہے جو حقیقت میں مومن ہیں، اس کی مخالفت صرف انہی گمراہ فرقوں نے کی ہے جن کو ان کے گمراہ عقائد کی بناء پر کافر یا فاسق قرار دیا گیا ہے، صرف یہ بلکہ وہ ان فاسد عقائد کے ساتھ ساتھ ایسے کبیرہ گناہوں کے بھی مرتکب ہوئے ہیں جو ان کے فسق کو ضروری قرار دیتے ہیں۔"

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ ان کے نزدیک بھی اجماع صحابہ حجت ہو، جیسا کہ تفسیر "روح المعانی" ج:۱ ص:۱۲۷ میں آیت کریمہ "اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَاءٌ عَلَیْہِمْ" کی تفسیر میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ محقق ابن امیر الحاج نے جو شیخ ابن ہمامؒ اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ دونوں کے شاگرد رشید ہیں "تحریر" کی شرح میں مسئلہ "تقسیم خطا" کے ذیل میں اجماع صحابہ کے حجت قطعی ہونے کو نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے، اسی طرح علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے "تلویح" میں حکم اجماع کے ذیل میں اس مسئلہ کی تصریح فرمائی ہے۔

کفریہ عقائد واعمال: "شرح التحریر" ج۳ ص:۳۱۸ میں محقق ابن امیر الحاج کی عبارت حسب ذیل ہے:

"اہل قبلہ میں سے وہ مبتدع (گمراہ) جس کو اس کی بدعت (گمراہی) کی بنا پر کافر نہیں کہا جاتا اور کبھی کبھی اس کو گنہگار اہل قبلہ کے لفظ سے تعبیر کر دیا جاتا ہے جیسا کہ مصنف (شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ) نے اس سے قبل "وللنھی عن تکفیر اھل القبلۃ" کے ذیل میں اشارہ فرمایا ہے اس سے صرف وہی شخص مراد ہے جو ضروریات دین میں تو اہل حق سے متفق ہو، مثلاً: حدوث عالم اور حشر جسمانی کا قائل ہو اور کوئی اور کفریہ قول یا فعل بھی اس سے سرزد نہ ہوا ہو، مثلاً اللہ کے سوا کسی کو معبود ماننا، یا کسی انسان میں اللہ تعالیٰ کے حلول کا قائل ہونا (یعنی کسی کو خدا کا "اوتار" ماننا) یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنا، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت یا توہین کرنا اور اسی قسم کی کفریہ باتوں کا قائل ہونا، لیکن ان کے علاوہ اور ایسے نظری مسائل میں اہل حق کا مخالف ہو، جس میں متفقہ طور پر حق ایک

جیسا کہ (شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ نے) "تحریر" میں تصریح کی ہے۔"

اس کے بعد ج:۱ ص:۳۲۵ پر فرماتے ہیں

"(صاحب البحر الرائق) نے فرمایا کہ حاصل یہ ہے کہ حنفیہ کے اس قول کی مراد کہ "کسی اہل قبلہ کے مخالف شخص یا فرقہ کو کافر نہ کہا جائے" یہ ہے کہ وہ شخص یا فرقہ ان مسلّمہ اصولوں کا مخالف نہ ہو جن کا دین ہونا معروف اور یقینی ہے اس کو اچھی طرح سمجھ لو۔"

موجب کفر عقائد واعمال اور اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کا مطلب: "شرح عقائد نسفی" کی شرح "نبراس" کے مصنف ص:۳۷۲ پر لکھتے ہیں "متکلمین کی اصطلاح میں "اہل قبلہ" وہی لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین یعنی ان تمام عقائد واحکام پر متفق ہوں جن کا ثبوت شریعت میں یقینی اور معروف ومشہور ہے لہٰذا جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی منکر ہو مثلاً عالم کو حادث نہ مانتا ہو یا جسمانی حیات بعد الموت کا قائل نہ ہو یا اللہ تعالیٰ کے عالم جزئیات ہونے کا منکر ہو یا نماز روزہ کے فرض ہونے کا انکار کرتا ہو وہ اہل قبلہ میں سے ہرگز نہیں اگرچہ تمام تر عبادات واحکام شرعیہ کا سختی سے پابند ہو اسی طرح جس شخص میں کوئی بھی علامت کفر پائی جائے مثلاً کسی بت (وغیرہ) کو سجدہ کرے یا کسی امر شرعی کی توہین کرے اور مذاق اڑائے وہ بھی اہل قبلہ میں سے ہرگز نہیں ہے۔ اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کے معنی صرف یہ ہیں کہ کسی مسلمان کو معاصی اور گناہوں کے ارتکاب کرنے یا غیر معروف کلامی مسائل کا انکار کرنے پر کافر نہ کہا جائے، یہی محققین کی تحقیق ہے اس کو خوب اچھی طرح یاد رکھو۔"

ضروریات دین کا منکر کافر اور واجب القتل ہے: ..... "جوہرۃ التوحید" کا ایک شعر ہے (حاشیہ بیجوری علی جوہرۃ التوحید ص:۱۰۳)

ومن لمعلوم ضروری جحد
من دیننا یقتل کفرا لیس حد

ترجمہ:— "جس شخص نے ہمارے دین کے کسی بھی یقینی امر کا انکار کیا ہو، وہ کفر کی بنا پر قتل کردیا جائے گا، نہ کہ حد کے طور پر۔"

(اس لئے کہ حد تو مسلمان پر جاری ہوتی ہے اور یہ شخص کافر ہے، لہٰذا اس کو دوسرے کافروں کی طرح بربنائے کفر قتل کیا جائے گا) "جوہرۃ" کے شارح اس شعر کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس منکر کا کفر تو یقینی اور متفق علیہ ہے، نیز فرماتے ہیں کہ "مالکیہ تو کسی بھی قطعی امر کے منکر کو کافر کہتے ہیں اگرچہ وہ ضروری الثبوت (یعنی متواتر ومجمع علیہ) نہ بھی ہو۔"

اجماع صحابہ حجت قطعی ہے اور اس کا انکار کفر ہے: مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام

فقہائے اصول اس پر متفق ہیں کہ جس امر پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو چکا ہے اس کا انکار کفر ہے اس لئے کہ وہ اس "اجماع صحابہ" کو کتاب اللہ کے مرتبہ میں رکھتے ہیں، چنانچہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "اقامۃ الدلیل" ج ۳ ص: ۱۳۰ میں فرماتے ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع قطعی حجت ہے اور اس کا اتباع فرض ہے، بلکہ یہ تو سب سے قوی حجت اور دوسرے تمام دلائل پر مقدم ہے اگرچہ اس کے اثبات اور تحقیق کا یہ مقام نہیں، تاہم یہ اپنی جگہ نہ صرف تمام فقہاء کے ہاں مسلّم ہے بلکہ ان تمام مسلمانوں کے نزدیک مسلّم ہے جو حقیقت میں مومن ہیں اس کی مخالفت صرف انہی گمراہ فرقوں نے کی ہے جن کو ان کے گمراہ عقائد کی بناء پر کافر یا فاسق قرار دیا گیا ہے، صرف یہ بلکہ وہ ان فاسد عقائد کے ساتھ ساتھ ایسے کبیرہ گناہوں کے بھی مرتکب ہوئے ہیں جو ان کے فسق کو ضروری قرار دیتے ہیں۔"

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ ان کے نزدیک بھی اجماع صحابہ حجت ہو، جیسا کہ تفسیر "روح المعانی" ج ۱ ص: ۱۲۷ میں آیت کریمہ "اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ" کی تفسیر میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ محقق ابن امیر الحاج نے جو شیخ ابن ہمام اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ دونوں کے شاگرد رشید ہیں "تحریر" کی شرح میں مسئلہ "تقسیم خطا" کے ذیل میں اجماع صحابہ کے حجت قطعی ہونے کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے، اسی طرح علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے "تلویح" میں حکم اجماع کے ذیل میں اس مسئلہ کی تصریح فرمائی ہے۔

کفریہ عقائد و اعمال: — "شرح التحریر" ج ۳ ص: ۳۱۸ میں محقق ابن امیر الحاج کی عبارت حسب ذیل ہے:

"اہل قبلہ میں سے وہ مبتدع (گمراہ) جس کو اس کی بدعت (گمراہی) کی بناء پر کافر نہیں کہا جاتا اور کبھی کبھی اس کو گنہگار اہل قبلہ کے الفاظ سے تعبیر کر دیا جاتا ہے، جیسا کہ مصنف (شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ) نے اس سے قبل: "وللنهي عن تكفير اهل القبلة" کے ذیل میں اشارہ فرمایا ہے اس سے صرف وہی شخص مراد ہے جو ضروریات دین میں تو اہل حق سے متفق ہو، مثلاً: حدوث عالم اور حشر جسمانی کا قائل ہو اور کوئی اور کفریہ قول یا فعل بھی اس سے سرزد نہ ہوا ہو، مثلاً اللہ کے سوا کسی کو معبود ماننا یا کسی انسان میں اللہ تعالیٰ کے حلول کا قائل ہونا (یعنی کسی کو خدا کا "اوتار" ماننا) یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت یا توہین کرنا اور اسی قسم کی کفریہ باتوں کا قائل نہ ہو لیکن ان کے علاوہ اور ایسے نظری مسائل میں اہل حق کا مخالف ہو، جس میں متفقہ طور پر حق ایک

جانب ہے (اثبات یا نفی) مثلاً: صفاتِ الٰہیہ، خلقِ افعالِ عباد، ارادۂ الٰہی کا خیر و شر دونوں کے لئے عام ہونا، کلام الٰہی کا قدیم ہونا وغیرہ (تو ان مسائل میں اختلاف کرنے والے کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔ غرض جو اصولی عقائد واعمال میں اہل حق سے متفق ہو اور فروعی مسائل میں مخالف ہو، صرف اس شخص کو کافر نہیں کہا جاسکتا ہے) اور غالباً مصنف رحمہ اللہ (شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ) نے اس سے قبل اپنے مذکورہ ذیل قول سے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے: ''اس لئے کہ یہ مبتدع بھی قرآن، حدیث یا عقل سے ہی اپنے عقائد پر استدلال کرتا ہے۔'' ورنہ ضروریاتِ دین میں مخالفت کرنے والے کو کافر کہنے کے بارے میں تو اہل حق میں کوئی اختلاف ہے ہی نہیں، مثلاً حدوثِ عالم یا حشر جسمانی، یا اللہ تعالیٰ کا علم جزئیات وغیرہ یہ تو وہ بنیادی مسائل ہیں کہ ان کا انکار کرنے والا یقیناً کافر ہے، اگر چہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو اور ساری عمر عبادات وطاعات اور احکام شرعیہ پر کاربند رہا ہو، اسی طرح وہ شخص بھی بغیر کسی اختلاف کے کافر ہونا چاہئے جو کسی بھی موجب کفر قول یا فعل کا مرتکب ہو، ایسی صورت میں ''خطابیہ'' (کہ جن کا عقیدہ ہے کہ جھوٹ بولنا حلال اور جائز ہے) کو بھی ان وجوہ کی بنا پر کافر کہنا چاہئے جن کو ہم ''شرائط راوی'' کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں۔ اس تحقیق سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ: ''کسی گناہ کی وجہ سے اہل قبلہ کی تکفیر کی ممانعت کا ضابطہ بھی عام نہیں ہے، اِلّا یہ کہ گناہ سے وہ گناہ مراد لیا جائے جو کفر نہ ہو تو وہ شخص جس کی تکفیر کسی موجب کفر گناہ کی وجہ سے کی جائے وہ تو ضرور اس ضابطہ سے خارج ہوگا (اور اس کو کافر کہا جائے گا) جیسا کہ شیخ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ نے اسی جانب اشارہ کیا ہے۔''

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کے بعد محقق ابن امیر الحاج نے سبکی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے جو ہماری اس تحقیق کے لئے قطعاً مضر نہیں ہے، اس لئے کہ شیخ سبکی رحمہ اللہ اس شخص کے بارے میں بحث کر رہے ہیں جو زبان سے کلمۂ کفر بک دینے کے بعد کلمۂ شہادت پڑھ لے (کہ یہ شخص کافر نہیں ہے) اور وہ اس شخص کو اُس مسلمان کی مانند قرار دیتے ہیں جو مرتد ہو جانے کے بعد اسلام لے آئے، تاہم محقق موصوف اس کو بھی محلِ نظر قرار دیتے ہیں اور اس شخص کے مسلمان ہونے کے لئے بھی اس کلمۂ کفر سے توبہ اور اظہار براءت کو ضروری قرار دیتے ہیں جو اس نے زبان سے نکالا تھا، یہ شرط سبکی رحمہ اللہ کے کلام میں بھی ملحوظ ہے، لہٰذا محقق موصوف اور شیخ سبکی رحمہ اللہ کے درمیان کوئی اختلاف نہ رہا۔ ●

● ان دونوں بزرگوں کے نزدیک ضروریاتِ دین کا انکار [illegible] موجب کفر ہے [illegible] وہ شخص قطعاً کافر ہے اگر چہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو اور خود کو مسلمان کہتا ہو اور احکام شرعیہ عبادات پر کاربند بھی ہو [illegible] ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک کا انکار یا موجبات کفر کا ارتکاب اس کو اہل قبلہ سے خارج کر دیتا ہے [illegible] اہل قبلہ ہونے کے معنی قبلہ کی طرف [illegible] کے نماز پڑھنے والے [illegible] موافقت کی دلیل ہے [illegible] حقیقت اہل حق نے کسی شخص کے [illegible] اصطلاح اختیار کیا ہے اور یہ اصطلاح بھی جیسا کہ عنقریب معلوم ہو جائے گا ''ما صلوا صلوتنا واستقبلوا قبلتنا'' [illegible] ہے۔ مترجم

دین کے اساسی عقائد اور قطعی احکام کی مخالفت شریعت کی بیخ کنی کے مرادف اور موجب کفر ہے:

محقق محمد بن ابراہیم وزیر یمانی اپنی کتاب "ایثار الحق" کے ص: ۴۱۳ پر فرماتے ہیں:

"دوسری فرع یہ ہے کہ معمولی سا اختلاف مسلمانوں میں باہمی خصومت وعداوت کا موجب نہ ہونا چاہئے اور یہ "معمولی سا اختلاف وہ ہوتا ہے جو دین کے ان اساسی اور قطعی امور میں نہ ہو جن سے اختلاف کرنے والے کی تکفیر پر شرعی دلائل قائم ہو چکے ہیں (بلکہ ان فرعی اور نظری مسائل میں اختلاف ہو جن کا دین ہونا قطعی اور مجمع علیہ نہیں ہے)۔"

یہی محقق کتاب مذکورہ کے ص: ۴۳۵ پر فرماتے ہیں:

"جیسے ان ملحدوں اور زندیقوں کا کفر جنہوں نے کتاب اللہ عزوجل کی تمامتر آیات کی ایسے باطنی امور سے تاویلیں کر کے قرآن کو ایک کھیل بنالیا ہے، جن میں سے نہ کسی کی کوئی دلیل ہے، نہ کوئی علامت، نہ ہی سلف صالحین کے عہد میں ان باطنی معانی کی جانب کوئی اشارہ (یعنی قرآن کریم کے الفاظ ● کے من مانے معانی اور مرادیں گھڑتے ہیں) اسی زمرہ میں وہ تمام اشخاص اور فرقے بھی داخل ہیں جو شریعت الٰہیہ کا نام ونشان مٹا دیتے اور ان تمام یقینی اور قطعی علوم کو رد کرنے میں ان زندیقوں اور ملحدوں کے نقش قدم پر گامزن ہیں جن کو ہمیشہ سے امت مسلمہ کے پچھلے لوگ اپنے پہلے بزرگوں سے سنتے سناتے اور نقل کرتے چلے آتے ہیں۔"

یہی محقق کتاب مذکور کے ص: ۱۶۸ پر فرماتے ہیں:

"پس یاد رکھو! "اجماع" دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ اجماع جس کی صحت قطعی اور یقینی طور پر دین سے اس طرح ثابت ہو کہ اس سے مخالفت کرنے والے کو کافر کہا جائے، یہی وہ صحیح اور حقیقی اجماع ہے جو قطعاً اور یقیناً دین ہونے کی بنا پر بحث سے بالاتر ہے (یعنی اس اجماع کا حجت ہونا محتاج بحث نہیں)۔"

مسئلہ ممانعت تکفیر اہل قبلہ کا اصل مأخذ اور حقیقت:

مصنف نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ۔ یاد رکھو! اہل قبلہ کو کافر کہنے کی ممانعت کے زیر بحث مسئلہ کا

● ... مثلاً کہتے ہیں کہ قرآن میں جہاں جہاں اللہ کا لفظ آیا ہے اس سے مراد "امام وقت" ہے جیسے کہ آج کل ہمارے زمانہ کا ایک زندیق غلام احمد پرویز کہتا ہے کہ اللہ سے مراد "مرکز ملت" ہے اور نہیں جانتا ہے کہ اللہ سے مراد وہ "صفات علیا" ہیں جو انسان کو اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں۔ از مترجم

اصل ماخذ "سنن ابی داؤد" باب الجہاد ج:۱ص:۲۴۳ کی ایک حدیث ہے جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا!:

"تین چیزیں اصل ایمان ہیں:

(۱)... لا الٰہ الا اللہ کہنے والے (کے جان و مال) پر دست درازی نہ کرنا۔

(۲)... کسی "گناہ" کا ارتکاب کرنے کی بنا پر اس کو کافر نہ کہنا۔

(۳)... کسی عمل کی وجہ سے اس کو اسلام سے خارج نہ کرنا"

اس حدیث میں شریعت کے عرف کے مطابق "گناہ" سے یقیناً وہ گناہ مراد ہے جو کفر نہ ہو۔ بالکل اسی طرح یہ جملہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ سے مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ سے "الیواقیت" میں منقول ہے اور سفیان بن عیینہ سے حمیدی نے اپنی مسند کے آخر میں نقل کیا ہے اور ان کے علاوہ ائمہ دین کی تعبیرات واقوال میں "گناہ" کی قید کے ساتھ وارد ہوا ہے (یعنی جس طرح حدیث میں: "لا یکفروا بذنب" آیا ہے اسی طرح یہ ائمہ بھی: "لا نکفر اهل القبلة بذنب" فرماتے ہیں) جیسا کہ "الیواقیت والجواہر" میں ج:۲ص:۱۲۳ پر امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے، لیکن مرور ایام کے بعد کچھ ظاہر پرستوں، کچھ جاہلوں اور کچھ ملحدوں نے ان ائمہ کے اقوال میں سے "گناہ" کی قید کو اڑا دیا (اور "لا نکفر اهل القبلة" رہنے دیا) اور ان ائمہ کے اقوال کو بے محل استعمال کرنے لگے (کہ ان ائمہ کے نزدیک کسی بھی اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں. ظاہر ہے کہ یہ کھلی ہوئی تحریف اور ان ائمہ پر بہتان ہے)

ممانعت تکفیر اہل قبلہ کا تعلق حکمرانوں سے ہے:

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ممانعت تکفیر اہل قبلہ کا تعلق: دراصل امراء اور حکمرانوں سے ہے (یعنی یہ مقولہ دراصل حکمرانوں کے حق میں ہے) چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت اور اسی قسم کی دوسری روایتیں دراصل امیر اور حکمرانوں کی اطاعت کے وجوب اور جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں ان کے خلاف بغاوت کی ممانعت کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں، چنانچہ امام مسلم رحمہ اللہ نے "صحیح مسلم" میں (ج:۲ص:۱۲۵) ان تمام روایات کی تخریج اسی باب کے ذیل میں کی ہے اور ان تمام روایات میں خواہ "صحیح مسلم" میں ہوں خواہ دوسری کتب حدیث میں مذکورہ ذیل استثناء موجود ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

"الا ان تروا كفرا بواحا عندكم من الله فيه برهان"

ترجمہ۔۔ "مگر یہ کہ تم (ان امراء کے قول وفعل میں) ایسا کھلا ہوا کفر دیکھو کہ اس کے کفر ہونے پر تمہارے پاس اللہ کی جانب سے دلیل و برہان موجود ہو۔" (صحیح بخاری ج۲ص:۱۰۴۵، کتاب الفتن)

اور یہی مراد حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ ذیل روایت کی بھی ہے، جس کی تخریج امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے کی ہے:

"من شهد ان لاالٰه الا الله واستقبل قبلتنا وصلّی صلوٰتنا واكل ذبيحتنا فهو مسلم، له ما للمسلم وعليه ما على المسلم." (صحیح بخاری ج۱ص ۵۶)

ترجمہ۔۔ "جس نے لاالٰہ الا اللہ کی شہادت دی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہماری نماز کی طرح نماز پڑھی اور ہمارے ذبیحہ کو (حلال جانا اور) کھالیا وہ مسلمان ہے، اس کے وہی تمام حقوق ہیں جو ایک مسلمان کے ہیں اور اس پر وہی تمام ذمہ داریاں ہیں جو ایک مسلمان پر ہوتی ہیں (یعنی ایسا حکمران جو ان تمام شعائر اسلام کو مانتا اور کرتا ہو وہ مسلمان ہے، اس کی اطاعت واجب اور اس کے خلاف بغاوت ممنوع ہے)"۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان "الا ان تروا كفرًا بواحا عندكم من الله فيه برهان" ثابت کرتا ہے کہ یہ دیکھنا (اور فیصلہ کرنا) دیکھنے والوں کا کام ہے، ان کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان دیکھ لینا چاہئے کہ یہ کھلا ہوا کفر ہے یا نہیں؟ باقی اس شخص کو اس طرح قائل کرنا ان پر واجب نہیں کہ وہ کوئی جواب ہی نہ دے سکے اور (اپنے قول وفعل کی) کوئی تاویل ہی نہ کر سکے بلکہ ان پر مرف اتنا واجب ہے کہ خود ان کے پاس اُس کے کفر پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے دلیل و برہان موجود ہو۔

کفر صریح میں کوئی تاویل مسموع نہیں ہوتی:

اس لئے کہ "طبرانی" کی روایت میں اس حدیث میں "کفرا بواحا" کے بجائے "کفرا صرحا" (ص مضموم اور "ر" مفتوح کے ساتھ) آیا ہے (جس کے معنی ہیں صریح کفر) جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "فتح الباری" ج:۱۳ ص:۶ میں نقل کیا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ کفر صریح میں کوئی تاویل مسموع نہیں ہوتی۔

کون سی تاویل باطل اور غیر مسموع ہے؟

شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے ❶ "ازالۃ الخفاء" کے ص:۷ پر خلیفہ کے خلاف بغاوت کے جواز اور ضروریات دین کا انکار کرنے کی وجہ سے اس کے کافر ہو جانے کے بارے میں مزید وضاحت فرمائی

❶ یہ حاشیہ کی عبارت کا ترجمہ ہے۔

ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: "تاویل کے قطعی طور پر باطل ہونے کا مدار اس پر ہے کہ وہ تاویل قرآن کریم کی صریح آیت، یا حدیث مشہور، یا اجماع یا قیاس جلی (واضح قیاس) کے خلاف ہو (یعنی ہر وہ تاویل جو قرآن وحدیث مشہور، اجماع امت یا واضح قیاس کے مخالف ہو قطعاً نہیں مانی جائے گی؟)۔

خبر واحد کی مخالفت کی بنا پر بھی تکفیر جائز ہے

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری" میں "عندکم من اللہ فیہ برھان" کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"ای نصُّ آیۃٍ وخبرٌ صحیحٌ لایحتمل التاویل" (فتح الباری ج ۱۳ص ۶ کتاب الفتن)

ترجمہ: "یعنی صریح دلیل ہو خواہ (کلام اللہ کی) کوئی آیت ہو یا کوئی صحیح حدیث جس میں تاویل کا احتمال نہ ہو"

اس سے ثابت ہوا کہ خبر واحد صحیح کی بنا پر بھی تکفیر جائز ہے، اگرچہ مشہور یا متواتر نہ ہو، اور ہونا بھی یہی چاہئے اس لئے کہ جب فقہاء کی شمار کردہ وجوہ کی بنا پر تکفیر کی جاتی ہے تو کیا ایسی صحیح حدیث کی بنا پر جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہ ہو ان کو کافر نہ کہا جائے گا؟۔

صریح کفر کے مرتکب اہل قبلہ کو کافر کہا جائے گا اگرچہ وہ قبلہ سے منحرف نہ ہوں اور اسلام سے خارج ہونے کا قصد بھی نہ کریں

اس حدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ اہل قبلہ کو کافر کہا جا سکتا ہے (جب کہ وہ کفر صریح کے مرتکب ہوں) اگرچہ وہ قبلہ سے منحرف نہ بھی ہوں، نیز یہ بھی ثابت ہو گیا کہ بسا اوقات قصداً کفر اختیار کئے بغیر اور تبدیل مذہب کا ارادہ کئے بغیر بھی انسان کافر ہو جاتا ہے (یعنی اگرچہ انسان خود کو مسلمان کہتا ہے تب بھی کفریہ قول یا فعل کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے) اگر ایسا نہ ہوتا تو مذکورہ حدیث میں "مشاہدہ کرنے والوں کے پاس دلیل و برہان کے موجود ہونے کی ضرورت نہ ہوتی" (بلکہ ان لوگوں کے قصد وارادہ پر مدار ہوتا) اور ایسے مستحق تکفیر لوگ ہم ہی میں سے (یعنی مسلمانوں میں سے ہی) ہوتے ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک دوسری حدیث کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں:

"نعم دعاۃ علی ابواب جہنم من اجابھم الیھا قذفوہ فیھا ...... ھم من جلدتنا ویتکلمون بالسنتنا۔" (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۹ باب کیف الامر اذا لم تکن جماعۃ)

ترجمہ "ہاں یہ لوگ ہماری ہی ملت میں سے ہیں، ہماری ہی زبان بولتے ہیں (یعنی مسلمان کہلاتے ہیں قرآن وحدیث سے استدلال کرتے ہیں) حالانکہ وہ جہنم کے دروازوں پر کھڑے ہوئے ہیں اور لوگوں کو

جہنم کی طرف بلا رہے ہیں، جو کوئی ان کی آواز پر لبیک کہے گا اس کو بھی جہنم میں ڈال دیں گے (یعنی ان کے عقائد سراسر گمراہی اور جہنم میں لے جانے والے ہیں جو ان کو اختیار کرے گا جہنم میں جائے گا)۔"
حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ قابسی رحمۃ اللہ علیہ سے "من جلدتنا" کی تفسیر ذیل کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

"معناه انهم فی الظاهر علی ملتنا وفی الباطن مخالفون."

ترجمہ: اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ظاہر میں تو ہمارے ہی دین پر ہیں (یعنی دیکھنے میں مسلمان ہیں) لیکن باطن میں وہ ہمارے مخالف ہیں (یعنی حقیقت میں مسلمان نہیں ہیں)۔"

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "خوارج" کو اس حدیث کا مصداق قرار دیتے ہیں (اور مسلمانوں میں ایسے لوگوں کے پائے جانے کی صورت میں) فتح الباری: ج ۱۳ ص ۷۷ میں دجال کے حالات کے تحت حسب ذیل بیان فرماتے ہیں:

"واما الذی هذا عیه فانه یخرج اولا فید عی الایمان والصلاح ثم یدعی النبوة ثم یدعی الالهیة". (فتح الباری ج ۱۳ ص ۷۷ باب "ذکر الدجال")

ترجمہ: "جو شخص یہ دعویٰ کرے گا وہ ابتداء میں ایمان اور صلاح وتقویٰ کا دعویٰ کرے گا اس کے بعد نبوت کا اور پھر خدائی کا دعویٰ کرے گا"۔

اور "ثلاثین دجالا" (تیس دجالوں) والی حدیث اور بعض روایات میں ان کی تیس سے زائد تعداد کی توجیہ کے ذیل میں ص: ۷۷ پر فرماتے ہیں:

"ہوسکتا ہے کہ نبوت (اور خدائی) کا دعویٰ کرنے والے تو تیس ہی ہوں اور باقی صرف کذاب اور مسکن گمراہی کی جانب لوگوں کو دعوت یہ بھی دیتے ہوں، جیسے غالی شیعہ، فرقہ باطنیہ، فرقہ اتحادیہ، فرقہ حلولیہ اور ان کے علاوہ وہ تمام گمراہ فرقے جو ایسے عقائد کی جانب لوگوں کو دعوت دیتے ہیں جن کا رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کے خلاف ہونا قطعی اور یقینی ہے"۔

دیکھئے! حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام فرقوں کو "دجال" کی صف میں داخل فرما کر نہ صرف اس لئے کافر قرار دیا کہ یہ ضروریات دین کے منکر ہیں بلکہ اس لئے بھی کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کے مخالف ہیں (بہرحال یہ تمام گمراہ اور کافر فرقے مسلمانوں میں سے ہی پیدا ہوئے اور ہوں گے اس کے باوجود وہ قطعی طور پر کافر ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اہل قبلہ اگر کفریہ عقائد واعمال یا موجبات کفر کو اختیار کریں تو خود کو مسلمان کہنے اور سمجھنے کے باوجود بھی کافر ہو جاتے ہیں اور ان کی تکفیر واجب ہے)

مصنف علیہ الرحمۃ (یہ ثابت کر دینے کے بعد کہ اگر اہل قبلہ کفر صریح کے مرتکب ہوں تو قبلہ سے منحرف نہ ہونے کے باوجود وہ کافر ہو جاتے ہیں اور ان کی تکفیر ضروری ہے) فرماتے ہیں کہ: اس کے

بعد ابن عابدین (علامہ شامیؒ) کی "شرح منحۃ الخالق علی البحر الرائق" ج:۱ص:۳۷۱ باب الامامۃ میں ذیل کی تصریح میری نظر سے گزری:

"وحرر العلامۃ نوح آفندی ان مراد الامام بما نقل عنہ ماذکرہ فی "الفقہ الاکبر" من عدم التکفیر بالذنب الذی ھو مذھب اھل السنۃ والجماعۃ، تامل."

ترجمہ: علامہ نوح آفندی کی تحقیق یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ سے جو اہل قبلہ کی تکفیر کی ممانعت منقول ہے اس سے مراد وہی ہے جو "فقہ اکبر" میں مذکور ہے کہ گناہ کی وجہ سے تکفیر نہ کی جائے جو اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے، اچھی طرح سمجھ لو۔"

امام ابوحنیفہؒ نے کسی گناہ کی بنا پر اہل قبلہ کی تکفیر سے منع کیا ہے

نیز حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ: امام ابوحنیفہؒ سے ممانعت تکفیر اہل قبلہ کا مسئلہ سب نے صرف "منتقی" کے حوالے سے ہی نقل کیا ہے، جیسا کہ "شرح مقاصد" ص:۲۶۹ اور "مسایرہ" ص:۲۱۴ طبع جدید مصر، میں تصریح کی ہے اور محقق ابن امیر حاج نے "شرح تحریر" ج:۳ ص:۳۱۸ پر "منتقی" کی عبارت امام ابوحنیفہؒ سے حسب ذیل الفاظ میں نقل کی ہے۔

"ولانکفر اھل القبلۃ بذنب"

ترجمہ:..... "اور ہم تو کسی گناہ کی وجہ سے اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے۔"

دیکھئے! اس عبارت میں "بذنب" کی قید موجود ہے اور حقیقت امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول (جیسا کہ علامہ نوح آفندی کی تحقیق ہے) صرف "معتزلہ" اور "خوارج" کی تردید کے لئے ہے (کہ خوارج تو گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں اور معتزلہ ایمان سے خارج اور مخلد فی النار کہتے ہیں، لیکن ہم اہل سنت والجماعت نہ اس کو کافر کہتے ہیں نہ خارج از اسلام اور مخلد فی النار، بلکہ اس کو مسلمان اور لائق مغفرت مانتے ہیں) اس لئے کہ جملہ کا انداز بتلا رہا ہے کہ امام صاحبؒ ان لوگوں پر تعریض کر رہے ہیں جو ایک مؤمن مسلمان کو بغیر کسی کفریہ قول یا فعل کے سرزد ہوئے محض کسی گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے کافر اور خارج از اسلام قرار دے دیتے ہیں لیکن کلمات کفر کہنے پر بھی اگر کسی کو کافر نہ کہا جائے گا تو پھر ان کلمات کو "کلمات کفر" نہ کہنا چاہئے اور یہ محض فریب اور مغالطہ ہے۔

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کے بعد حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی "کتاب الایمان" طبع قدیم ۱۳۲۵ھ ص: ۱۲۱ میں مندرجہ ذیل تصریح میری نظر سے گذری:

"ونحن اذا قلنا اهل السنة متفقون على انه لا يكفر بذنب فانما نريد به المعاصي كالزنا."

ترجمہ: "ہم جب یہ کہتے ہیں کہ اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ گناہ کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر نہ کہا جائے تو اس گناہ سے ہماری مراد زنا و شراب خوری وغیرہ معاصی ہوتے ہیں۔"

علامہ قونوی رحمہ اللہ نے "شرح عقیدہ طحاویہ" ص: ۲۳۶ میں پوری طرح اس کی وضاحت کی ہے۔

ملحدوں اور زندیقوں کا دجل وفریب:

(غرض ائمہ کرام کے قول "لانکفر اهل القبلة" سے ملحدوں اور زندیقوں نے ازراہ دجل وفریب بہت زیادہ ناجائز فائدہ اٹھایا ہے اور ہمیشہ تکفیر سے بچنے کے لئے ائمہ کے اس قول کو بطور سپر استعمال کیا ہے) اس لئے بہت سے ائمہ تو یہ کہنے سے بھی احتراز کرتے ہیں:

"لانكفر احدا بذنب"

(ہم کسی گناہ کی وجہ سے کسی کو کافر نہیں کہتے)

بلکہ وہ کہتے ہیں۔

"الا لانكفرهم بكل ذنب كما يفعله الخوارج"

(شرح فقہ اکبر: مطبع مجتبائی دہلی)

ترجمہ:..... "ہم ہر گناہ کی وجہ سے ان کو اس طرح کافر نہیں کہتے جیسے خوارج کہتے ہیں"۔

چنانچہ "فقہ اکبر" ص: ۱۹۶ میں بحث ایمان کے تحت علامہ قونوی رحمہ اللہ سے (اسی مشہور و معروف مقولہ "لانكفر احدا بذنب" کے تحت صرف "فساد عقیدہ" کی صورت میں) تکفیر کو نقل کیا ہے۔

"وفي قوله بذنب اشارة الى تكفيره بفساد اعتقاده كفساد اعتقاد المجسمة والمشبهة ونحوهم لان ذلك لا يسمى ذنبا والكلام في الذنب."

ترجمہ:..... "بذنب" کے لفظ میں اس امر کی جانب اشارہ موجود ہے کہ فساد عقیدہ کی بناء پر ضرور کافر کہا جائے گا جیسا کہ مشبہ اور مجسمہ وغیرہ کے فاسد عقیدے ہیں۔ کہ ان کو ان کے فاسد عقائد کی بناء پر کافر کہا جاتا ہے (نہ کہ کسی گناہ کی بنا پر اور ظاہر ہے کہ فساد عقیدہ کو گناہ نہیں کہا جا سکتا) اور ہماری بحث گناہ (یعنی معصیت) سے ہے"۔

یہی فرق امام طحاوی رحمہ اللہ کے کلام سے المختصر باب التفسیر میں ص: ۳۲۹ پر منقول ہے اور امام

غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے "اقتصاد" کے آخر میں بھی یہی فرق بیان فرمایا ہے۔

(حاصل یہ ہے کہ کسی گناہ کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر نہ کہنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ کفریہ عقائد واعمال کی وجہ سے بھی اس کو کافر نہ کہا جائے بلکہ "بذنب" کی قید سے یہ صاف ظاہر ہے کہ تکفیر سے ممانعت کا حکم صرف "گناہ تک" محدود ہے اور صرف مسلمان کے لئے ہے اور کفریہ عقائد واعمال اختیار کر لینے کے بعد تو وہ مسلمان اور اہل قبلہ میں سے ہی نہیں رہتا)۔

خلاصہ و حاصل کلام — مصنف نور اللہ مرقدہ نے جس طرح کی علامات کی تائید میں عبارات و تصریحات سے مندرجہ ذیل امور کو ثابت فرما دیا جاتے ہیں

۱۔ امت مسلمہ کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے کہ ضروریات دین یعنی وہ مجمع علیہ عقائد و احکام جن کا دین رسول اللہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہونا قطعی اور یقینی ہے ان میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے اور منکر قطعاً کافر ہے اگرچہ اہل قبلہ سے متعلق بھی ہو اور خود کو مسلمان بھی کہتا ہو۔

۲۔ کفر صریح یعنی کفریہ عقائد و اقوال و اعمال کا ارتکاب قطعاً کفر اور ان کا مرتکب قطعی کافر ہے اگرچہ وہ خود کو مسلمان کہتا ہے اور صوم و صلوٰۃ وغیرہ عبادات و احکام شرعیہ کا پابند ہو۔

۳۔ متکلمین کی اصطلاح میں "اہل قبلہ" سے مراد وہ مومن کامل ہے جو رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے پورے دین پر ایمان رکھتا ہو، کفریہ عقائد و اعمال کا ارتکاب کرنے والے یا ضروریات دین کا انکار کرنے والے انسان کو "اہل قبلہ" میں سے ماننا یا کہنا یا تو جہالت ہے یا فریب ہے اور دھوکہ ہے۔

۴۔ "اہل قبلہ" کی اصطلاح حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جس روایت سے ماخوذ ہے اس کا تعلق امیر یا حاکم سے ہے نہ کہ عام مسلمانوں سے اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ امیر یا حاکم جب تک "شعائر دین" کا احترام کرتا ہے اس کی اطاعت واجب اور اس کے خلاف بغاوت ممنوع ہے لیکن اگر وہ بھی "کفر صریح" کا ارتکاب کر کے اسلام سے خارج ہو جائے تو اس کے خلاف بغاوت جائز ہے۔

۵۔ "لا نکفر اهل القبلة" یا "اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں" یا ائمہ اہل سنت میں سے ہرگز کسی کا قول نہیں بلکہ جاہلوں اور زندیقوں اور ملحدوں کا گھڑا ہوا قول ہے۔

۶۔ ائمہ کا مقولہ "لا نکفر احدا بذنب" ہے اور "ذنب" سے مراد گناہ اور معصیت ہے اس لئے کہ ائمہ سے یہ مقولہ "خوارج" اور "معتزلہ" کی تردید کے ذیل میں منقول ہے جو کسی بھی گناہ کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے ہر مومن مسلمان کو کافر اور ایمان اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں۔ اس مقولہ کو کسی کفر صریح کا ارتکاب کرنے والے یا ضروریات دین کا انکار کرنے والے مسلمان کے حق میں استعمال کرنا کھلا ہوا فریب اور دھوکہ ہے یا خالص جہالت اور لاعلمی۔

۷۔ ضروریات دین کے انکار میں کوئی تاویل مسموع اور معتبر نہیں اس لئے کہ جو تاویل قرآن و حدیث اجماع امت یا قیاس جلی کے خلاف ہو وہ قطعاً باطل ہے۔

نوٹ: اس تحقیق کے مطابق جو لوگ "تجارتی سود" "حلال اور" "سود کا ... حرام" کو جائز کہتے ہیں وہ ضروریات دین کے منکر اور کافر ہیں "العیاذ باللہ" اس لئے کہ "احل الله البيع وحرم الربوا" قرآن کی نص صریح ہے اور رسول اللہ ﷺ کے عہد سے لے کر آج تک امت کا اس پر اتفاق ہے کہ "ربا" ... کسی بھی صورت میں ہو حرام ہے ... مرتکب ... کے فقہاء اس معاملہ ... قرار دیتے ہیں جس ... (...) کا تماشا ... فاعتبروا یا اولی الابصار۔ مترجم۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب "فتح الباری شرح بخاری" کے اقتباسات ●

جو کہ انکار اور تسامح پسند علماء کے شکوک و شبہات کے ازالہ اور ملحدوں کے دندان شکن جوابات پر مشتمل ہیں:

کسی بھی فرض شرعی کا انکار، اتمام حجت کے بعد منکر کے کفر اور اس سے باز نہ آنے پر قتال کا موجب ہے:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری" ج ۱۲ ص ۲۷۸ میں حدیث "ردت" ● کی مفصل شرح کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

● ...... چونکہ اس زمانہ میں آئے دن مسلمانوں میں نئے نئے فتنے اور زندیق افراد رونما ہوتے رہتے ہیں اور اسلام کے نام پر کفر پھیلانے اور امت کو گمراہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں اس لئے علمائے امت کے لئے "مجلس تحفظ ختم نبوت" کی مساعی میں حصہ لینا ضروری ہو گیا ہے چنانچہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے اس مسئلہ میں علمائے امت کے ہر طبقہ کے نامور علماء کی تحقیقات کو پورے استیعاب کے ساتھ جمع کرنے کا عزم فرمایا ہے اور چونکہ حضرت شیخ قدس اللہ سرہ جامع العلوم والفنون ہونے کے باوجود طبقہ محدثین میں اپنے عہد کے امام اور آیۃ من آیات اللہ کے مقام پر فائز اور حجۃ اللہ علی الخلق کی حیثیت کے مالک ہیں اس لئے اول محدثین کے طبقہ میں سے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی تحقیقات کو سر فہرست رکھتے ہیں اس لئے کہ حافظ موصوف متاخرین میں مسلم طور پر علم حدیث کے یکتائے زمانہ امام اور حافظ حدیث ہیں لہٰذا اس سلسلہ میں "فتح الباری" (ج ۱۲) کے مذکورہ اقتباسات پیش فرماتے ہیں۔ لاحرہ

● امام بخاری رحمہ اللہ باب "من ابی قبول الفرائض وما نسبوا الی الردۃ" کے ذیل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں:

"لما توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واستخلف ابو بکر رضی اللہ عنہ وکفر من کفر من العرب قال عمر رضی اللہ عنہ یا ابا بکر! کیف تقاتل الناس وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فمن قال لا الہ الا اللہ عصم منی مالہ ونفسہ الا بحقہ وحسابہ علی اللہ قال ابو بکر واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ فان الزکوٰۃ حق المال واللہ لو منعونی عناقا کانوا یؤدونہا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقاتلتہم علی منعہا قال عمر: فواللہ ما ہو الا ان رأیت ان اللہ شرح صدر ابی بکر للقتال فعرفت انہ الحق" (بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۳)

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہو گئے اور عرب کے جو قبائل کافر ہونے تھے ہو گئے (اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوبکر! تم ان لوگوں سے جنگ کیوں کر کرتے ہو جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیں پس جس شخص نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیا اس نے اپنی جان و مال کو مجھ سے بچا لیا بجز حق اسلام کے (کہ اگر وہ حق اسلام کو ادا نہ کرے تو بے شک اس کو قتل کروں گا) اور اس کا حساب (کہ اس کے دل میں کیا ہے) اللہ تعالیٰ کے سپرد ہوگا (جو بہتر جانتا ہے)۔" تو اس پر ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرے گا (یعنی نماز کو مانے اور زکوٰۃ کو نہ مانے) اس لئے کہ زکوٰۃ "مال" کا حق ہے (جیسے نماز "جان" کا حق ہے) اللہ کی قسم! اگر وہ ایک بکری کا بچہ بھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے مجھے دینے سے انکار کریں گے تو میں اس کے منع کرنے پر ان سے جنگ کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بخدا! بس میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کرنے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو شرح صدر (اور اطمینان قلب) عطا فرما دیا ہے تو میں نے بھی سمجھ لیا کہ یہی حق ہے (مجھے بھی ان کی اطاعت کرنی چاہئے)۔

"مرتدین پر غلبہ حاصل ہونے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہوا کہ آیا کافروں کی طرح ان مرتدین کے اموال کو غنیمت اور ان کے بیوی بچوں کو غلام بنالیا جائے یا نہیں؟ یا ان کے ساتھ مسلمان باغیوں کا سا معاملہ کیا جائے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلی رائے کے حامل تھے اور انہوں نے (اپنے عہد خلافت میں) اسی پر عمل کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوسری "رائے" کے حامل تھے، چنانچہ انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس پر مناظرہ کیا جس کی تفصیل کتاب الاحکام میں آئے گی اور ان کے عہد خلافت میں اور صحابہ بھی ان کے ساتھ متفق ہو گئے (بہرحال اس وقت تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات پر متفق ہو گئے، ہر وہ شخص (یا قوم) جو کسی بھی فرض شرعی کا کسی شبہ کی بناء پر انکار کرے اس سے اس انکار سے باز آنے کا مطالبہ کیا جائے، اس پر اگر وہ لڑنے کے لئے تیار ہو جائے تو اتمام حجت کے بعد اس سے جنگ کی جائے اگر وہ (ہتھیار ڈالنے کے بعد) انکار سے باز آ جائے تو فبہا ورنہ اس صورت میں اس کے ساتھ کافروں کا سا معاملہ کیا جائے، (یعنی خود اس کو قتل کر دیا جائے اور اس کے اموال کو مال غنیمت اور اس کے بیوی بچوں کو غلام قرار دے دیا جائے) اور کہا جاتا ہے کہ مالکیہ میں سے اصبغ پہلے ہی قول (رائے) کے قائل ہیں، اسی لئے ان کو نادر (منفرد) مخالف شمار کیا گیا ہے۔"

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "عومل معاملة الكافر" سے مراد قتل بر بنا کفر ہے۔ اس لئے کہ حافظ حجر رحمۃ اللہ علیہ اس سے پہلے اسی صفحہ پر فرما چکے ہیں:

"والذين تمسكوا باصل الاسلام ومنعوا الزكوة بالشبهة التى ذكروها لم يحكم عليهم بالكفر قبل اقامة الحجة." (فتح الباری ج: ۱۲، ص ۲۳۸)

ترجمہ:۔ "جو لوگ اصل اسلام پر قائم رہے لیکن مذکورہ بالا شبہ کی بناء پر زکوۃ دینے سے انکار کرتے رہے ان پر اتمام حجت سے پہلے ان کو کافر نہیں قرار دیا گیا (یعنی اتمام حجت کے بعد کافر قرار دے دیا گیا)۔"

اسی طرح آگے چل کر حافظ نے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ سے "اس شخص کے بارے میں جو کسی بدعت (گمراہی) کو دل میں پوشیدہ رکھتا ہو" بھی (فیصلہ) نقل کیا ہے (کہ اتمام حجت کے بعد کافر قرار دے دیا جائے گا)

ضروریات دین میں تاویل کفر سے نہیں بچاتی:۔۔۔ نیز مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ "شبہة" سے حافظ علیہ الرحمۃ کی مراد "تاویل" ہے لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ متاول سے بھی توبہ

● ۔۔۔ حافظ علیہ الرحمۃ ج ۱۲، ص ۲۳۵ پر ان لوگوں کا شبہات ذیل حسب ذیل بیان کرتے ہیں
وصنف منعوا الزكوة وتأولوا قوله تعالى خذ من اموالهم ۔۔۔ الآية وزعموا ان دفع الزكوة خاص به صلى الله عليه وسلم، لان غيره لا يطهرهم ولا يصلى عليهم." (فتح الباری ج ۱۲ [illegible])
ترجمہ: مرتدین کی ایک قسم وہ لوگ تھے جنہوں نے صرف زکوۃ سے انکار کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے قول خذ من اموالهم ۔ الآیۃ سے استدلال کیا تھا کہ زکوۃ دینا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا اس لئے کہ آپ کے علاوہ اور کوئی نہ پاک کر سکتا ہے اور نہ ان کے حق میں آفرین (دعا) سے سکتا ہے (پھر کسی اور کو زکوۃ کیوں دی جائے؟)"

کے لئے کہا جائے گا اگر وہ توبہ کرلے تو فبہا ورنہ اسے کافر قرار . . . دیا جائے گا، یعنی تاویل کا اجمالی فائدہ یہ ہے (کہ توبہ کا موقع دیا جاتا ہے) لیکن تاویل کی بنا پر حکم کفر سے نہیں بچا جا سکتا۔ یہ نقلین نہیں (لہٰذا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور امام قرطبی رحمہ اللہ کی اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ مؤول کو رجوع نہ کرنے کی صورت میں کافر قرار دے دیا جائے گا اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو، نیز یہ کہ تاویل حکم کفر سے نہیں بچاتی)۔

خوارج اہل قبلہ ہونے کے باوجود کافر ہیں:۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ج ۱۲ ص ۲۶۶ و ۲۶۷ میں فرماتے ہیں کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی (مذکورہ بالا) روایت ● (کہ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کے جسم سے نکل جاتا ہے) ان لوگوں کی دلیل ہے جو "خوارج" کو کافر کہتے ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ کے طرز عمل کا تقاضا بھی یہی ہے اس لئے کہ انہوں نے ترجمۃ الباب میں خوارج کو ملحدین کے ساتھ ذکر کیا ہے (اور فرمایا ہے: "باب قتل الخوارج والملحدین ۔ الخ") اور "متاولین" کے لئے علیحدہ باب قائم کیا ہے (جس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک خوارج اور ملحدین کا حکم ایک ہے، دونوں کافر اور مستحق قتل ہیں)۔

خوارج کے کفر کے دلائل:۔۔ حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ نے شرح ترمذی میں اس کی تصریح کی ہے وہ فرماتے ہیں: "صحیح یہ ہے کہ خوارج کافر ہیں اس لئے کہ:

۱۔۔۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "وہ دین سے نکل گئے"۔

۲۔۔۔ نیز حضور ﷺ نے فرمایا: میں ان کو قوم عاد کی طرح قتل (اور نیست و نابود) کروں گا" بعض روایات میں "عاد" کے بجائے "ثمود" کا لفظ آیا ہے اور یہ دونوں قومیں کفر کی بنا پر ہلاک ہوئی ہیں۔

۳۔۔۔ نیز حضور ﷺ نے فرمایا: "ھم شر الخلق" اور یہ عنوان صرف کفار کے لئے استعمال

● ۔۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب "قتل الخوارج" کے ذیل میں دوسری حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی لائے ہیں جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:
قال۔ سمعت النبی ﷺ یقول یخرج فی ھذہ الامۃ ولم یقل منھا قوم تحقرون صلوتکم مع صلوتھم یقرؤن القرآن لا یجاوز حلوقھم او حناجرھم یمرقون من الدین کمروق السھم من الرمیۃ فینظر الرامی الی سھمہ الی نصلہ الی رصافہ فیتماری فی الفوقۃ ھل علق بھا من الدم شیء۔" (بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۴)

ترجمہ: "ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "اس امت میں" (آپ نے "اس امت سے" نہیں فرمایا) ایک قوم پیدا ہوگی کہ تم اپنی نمازوں کو ان کی نماز کے مقابلہ میں حقیر سمجھو گے، وہ قرآن پڑھیں گے [illegible] وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کے جسم سے صاف نکل جاتا ہے، [illegible]

کیا جاتا ہے۔

۴: نیز حضور ﷺ نے فرمایا یہ (خوارج) اللہ کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ مبغوض ہیں۔

۵: نیز یہ خوارج ہر اس شخص کو جو ان کے عقائد کا مخالف ہو "کافر" اور "مخلد فی النار" (ہمیشہ کے لئے جہنمی) کہتے ہیں اس لئے یہ خود ہی اس نام کے سب سے زیادہ مستحق ہیں (یعنی کافر اور مخلد فی النار ہیں کیونکہ کسی مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہے)۔"

شیخ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال اور مخالفین کے شبہات کا جواب:

حافظ رحمۃ اللہ علیہ ج ۱۲ ص ۲۶۷ پر فرماتے ہیں متاخرین میں سے جو حضرات خارجیوں کو کافر کہتے ہیں شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ بھی ان میں شامل ہیں، چنانچہ وہ اپنے "فتاوی" میں فرماتے ہیں۔

"جو لوگ خارجیوں اور غالی رافضیوں (تبرائی شیعوں) کو کافر کہتے ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہ لوگ اعلام صحابہ رضی اللہ عنہم (چوٹی کے صحابہ رضی اللہ عنہم) کو کافر کہتے ہیں اور اس سے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب لازم آتی ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے ان کے جنتی ہونے کی شہادت دی ہے۔ (علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک ان کی تکفیر کے لئے یہ استدلال بالکل صحیح ہے، باقی جو لوگ ان کو کافر نہیں کہتے وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہ تکذیب اس وقت لازم آسکتی ہے جبکہ یہ ثابت ہو جائے کہ ان صحابہ کبار کی تکفیر سے پہلے ان کو رسول اللہ ﷺ کی اس شہادت کا یقینی طور پر علم تھا (اور اس کے باوجود انہوں نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر کہا ہے) مگر (سبکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں) میرے نزدیک یہ حیلہ محل نظر ہے اس لئے کہ انہوں نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر کہا ہے جن کے مرتے دم تک کفر و شرک سے بری ہونے کا ہمیں قطعی اور یقینی علم ہے (اور ایسے قطعی اور یقینی امور میں عدم علم عذر نہیں ہوتا) اور یہ علم و یقین ہر اس شخص کی تکفیر پر اعتقاد رکھنے کے لئے جو ان کبار صحابہ کو کافر کہے کافی ہے۔ فرماتے ہیں اس استدلال کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا ان دونوں میں سے ایک ضرور کافر ہو گیا (یعنی اگر وہ کافر نہیں ہے تو کہنے والا ضرور کافر ہو گیا)۔"

صحیح مسلم میں ج: ۱ ص: ۵۷ پر اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"من دعا رجلا بالکفر او قال "عدو اللہ" ولیس کذلک الا حار علیہ"۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۷)

ترجمہ: "جس شخص نے کسی مسلمان پر کافر ہونے کا الزام لگایا یا "اللہ کا دشمن" کہا وہ خود کافر ہو گیا"۔

اس کے بعد سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ یہ (خارجی اور غالی شیعہ) اس جماعت پر کفر کا اتہام لگاتے ہیں جن کے مومن ہونے کا ہمیں قطعی اور یقینی علم ہے، لہٰذا واجب ہے کہ شارع ﷺ کے فرمان کے مطابق ان کو کافر کہا جائے اور یہ (کبار صحابہ کو کافر کہنے کی وجہ سے خارجیوں اور رافضیوں کو کافر کہنا) ایسا ہی ہے جیسے علماء (متفقہ طور پر) کسی شخص کو بت یا کسی اور چیز کو سجدہ کرتے دیکھ کر اس کو کافر کہتے ہیں اگرچہ وہ صراحۃً اسلام سے انکار نہ بھی کرے، حالانکہ تمام علماء کفر کی تفسیر "جحود" (انکار) سے کرتے ہیں (گویا جحود دو طریق پر ہے ایک قولی اور ایک فعلی، ساجد صنم کا فعل و عمل زبانی انکار کے مرادف اور "جحود فعلی" ہے، اسی طرح ان خارجیوں اور غالی شیعوں کا یہ عمل، تکفیر صحابہ و مومنین، بھی جحود فعلی ہے، لہٰذا ان کو بھی کافر کہنا چاہئے) سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ حضرات غیر اللہ کو سجدہ کرنے والے کو کافر کہنے کا باعث "اجماع" کو قرار دیں (کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنے والا کافر ہے) تو ہم کہتے ہیں کہ جیسے ساجد صنم کو زبان سے انکار کئے بغیر اجماع امت کی بنا پر کافر کہا جاتا ہے ایسے ہی ان احادیث صحیحہ "متواترہ" کی بنا پر جو ان خوارج کے بارے میں آئی ہیں ان کو کافر کہنا چاہئے اگرچہ یہ لوگ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کفر سے بری ہونے کا عقیدہ نہ بھی رکھتے ہوں جن کی تکفیر کرتے ہیں، (اجماع اور خبر متواتر دونوں یکساں طور پر قطعی حجت ہیں) اسلام پر اجمالی اعتقاد اور فرائض شرعیہ پر عمل ایسے ہی ان کو کفر سے نہیں بچا سکتا جیسے غیر اللہ کو سجدہ کرنے والے کا اسلام پر اجمالی اعتقاد اور فرائض شرعیہ پر عمل اس کو کفر سے نہیں بچا سکتا۔ (حاصل یہ ہے کہ کفریہ اقوال و افعال کا ارتکاب مطلقاً موجب کفر ہے اگرچہ وہ شخص خود کو مسلمان کہتا ہو اور فرائض شرعیہ پر عمل بھی کرتا ہو)۔"

اہل قبلہ قصد و ارادہ کے بغیر بھی کفریہ عقائد و اعمال کی بنا پر اسلام سے خارج ہو سکتے ہیں

حافظ رحمہ اللہ اسی صفحہ پر فرماتے ہیں کہ امام طبری رحمہ اللہ کا رجحان بھی "تہذیب الآثار" میں کچھ اسی طرف ہے، چنانچہ احادیث باب تفصیل سے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"یہ احادیث ان لوگوں کے قول کی تردید کرتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں داخل ہونے اور مسلمان کہلانے کے بعد اہل قبلہ میں سے کوئی فرد یا گروہ اس وقت تک اسلام سے خارج (اور کافر) نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ جان بوجھ کر اسلام سے نکلنے کا ارادہ نہ کرے، یہ قول بالکل باطل ہے اس لئے کہ حضور ﷺ اس حدیث میں فرماتے ہیں:

"یقولون الحق ویقرءون القرآن ویمرقون من الاسلام لا یتعلقون منه بشیء."

ترجمہ "وہ حق بات زبان سے کہتے ہوں گے، قرآن پڑھتے ہوں گے اس کے باوجود وہ اسلام سے نکل جائیں گے اور ان کو اسلام سے کوئی علاقہ باقی نہ رہے گا۔"

قرآن کی مراد کے خلاف باطل تاویلیں اور حرام کو حلال قرار دینے والے کافر ہیں:

اس کے بعد طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ یہ خوارج مسلمانوں کے جان و مال کو حلال سمجھنے کے مرتکب صرف ان باطل تاویلات کی بنا پر ہوئے ہیں، جو انہوں نے قرآن کی آیات میں اس کی اصل مراد کے برعکس کر رکھی تھیں، (لہٰذا وہ مسلمانوں کو کافر کہنے اور ان کے جان و مال کو حلال قرار دینے کے مرتکب ہو چکے ہیں اس لئے وہ خود کافر ہو گئے اگرچہ اسلام سے نکلنے کا قصد نہ بھی کیا ہو)۔"

اس کے بعد طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیان کی تائید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ ذیل روایت بسند صحیح نقل کی ہے:

"وذكر عنده الخوارج وما يقولون عند قراءة القرآن فقال يؤمنون بمحكمه ويهلكون عند متشابهه."

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے خوارج کا اور قراءت قرآن کے وقت جو وہ تاویلیں کرتے ہیں ان کا ذکر آیا تو اس پر فرمایا کہ یہ لوگ قرآن کی محکم (واضح) آیات پر تو ایمان لاتے ہیں اور متشابہ (غیر واضح) آیات (کی باطل تاویلات) میں ہلاک ہوتے ہیں۔"

طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ خوارج کو کافر کہتے ہیں ان کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حدیث میں ان کے قتل کر دینے کا حکم آیا ہے:

"فاينما لقيتموهم فاقتلوهم فان في قتلهم اجرا لمن قتلهم يوم القيامة."

(فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۹۸)

ترجمہ "پس یہ تمہیں جہاں ملیں ان کو قتل کر دو، بے شک جو شخص ان کو قتل کرے گا، قیامت کے دن ان کے قتل کرنے کا اجر پائے گا۔"

باوجودیکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں تصریح آ چکی ہے کہ: کسی بھی مسلمان کو قتل کرنا تین وجوہ میں سے کسی ایک وجہ کے بغیر جائز نہیں، جن میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے دین کو چھوڑ دے اور جماعت المسلمین سے الگ ہو جائے (معلوم ہوا کہ خارجیوں کے قتل کر دینے کا حکم اسی وجہ کے ذیل میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے دین کو چھوڑ دیا اور مسلمانوں سے الگ ہو گئے)

چنانچہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ "المفہم" میں فرماتے ہیں:

"خارجیوں کے کافر ہونے کی تائید حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی تمثیل سے بھی ہوتی ہے (جس کے مختلف طرق ص: ۲۵۳ اور ۲۶۱ پر مذکور ہیں اور سابقہ حاشیہ میں ہم اس حدیث کو نقل کر چکے ہیں) اس لئے کہ اس تمثیل کا مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اسلام سے اس طرح صاف نکل جائیں گے اور ان کا اسلام سے ایسے ہی کوئی علاقہ باقی نہ رہے گا جیسے تیر انداز کا تیر اپنی تیز رفتاری اور تیر انداز کی قوت کی وجہ سے شکار کے جسم سے صاف نکل جاتا ہے اور اس کا کوئی اثر تیر پر باقی نہیں رہتا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس "علاقہ" کے مطلقاً باقی نہ رہنے کو ان الفاظ سے ظاہر فرمایا ہے (دیکھو حدیث ابوسعید باب "من ترک قتال الخوارج" کے ذیل میں)

"سبق الفرث والدم"

ترجمہ: "وہ تیر شکار کے خون اور لید سے بھی صاف نکل گیا (یعنی خون وغیرہ تک کا اس پر کوئی اثر نہیں) اسی طرح خوارج اسلام سے نکل جائیں گے کہ اسلام کا نام ونشان تک بھی ان میں نہ رہے گا)"۔

امت کو گمراہ یا صحابہ کو کافر کہنے والا کافر ہے، اسلام سے اس کا کوئی علاقہ نہیں: ۔

چنانچہ قاضی عیاض رحمہ اللہ اسی حدیث کے ذیل میں "شفاء" کے اندر فرماتے ہیں:

"اسی طرح ہم ہر اس شخص کے کافر اور اسلام سے خارج وبے تعلق ہونے کا قطعی یقین رکھتے ہیں جو کوئی ایسی بات کہے جس سے امت کی تضلیل یا صحابہ رضی اللہ عنہم کی تکفیر ہوتی ہو۔"

مصنف رحمہ اللہ "الروضۃ" نے کتاب "الردۃ" میں قاضی عیاض رحمہ اللہ کے اس قول کو نقل کیا ہے اور اس کی تائید بھی کی ہے۔

خوارج کے متعلق علمائے کلام کی احتیاط کوشی:

حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اہل سنت میں سے علمائے کلام (متکلمین) عام طور پر خارجیوں کو "فاسق" کہتے ہیں (کافر نہیں کہتے) اور یہ کہ کلمۂ شہادت پڑھ لینے اور ارکان اسلام کی پابندی کرنے کی وجہ سے (وہ مسلمان ہیں اور ان پر اسلام کے احکام جاری ہیں۔ فاسق بھی صرف اس وجہ سے ہیں کہ انہوں نے ایک باطل تاویل کی بناء پر اپنے سوا تمام مسلمانوں کو کافر قرار دے دیا اور ان کا یہ باطل عقیدہ ہی اپنے مخالفین کے جان ومال کو حلال اور مباح سمجھ لینے اور ان پر کفر وشرک کی شہادت دے دینے کا موجب ہوا ہے۔"

خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"علمائے اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ خارجی اپنی مشہور ومعروف گمراہی کے باوجود مسلمان فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے اور ان سے شادی بیاہ کرنے اور ان کا ذبیحہ کھانے کو وہ جائز کہتے ہیں اور

یہ کہ جب تک وہ اصل اسلام (یعنی توحید و رسالت، حیات بعد الموت کے عقیدہ) پر قائم ہیں اس وقت تک کافر نہ کہا جائے گا۔"

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ (تکفیر خوارج کا) مسئلہ متکلمین کے لئے سب سے زیادہ اشکال کا موجب بن گیا ہے، چنانچہ فقیہ عبدالحق نے جب امام ابو المعالی سے اس مسئلہ کو دریافت کیا تو انہوں نے یہ کہہ کر جواب دینے سے معذرت ظاہر کی کہ کسی کافر کو اسلام میں داخل کر دینا (اور مسلمان کہہ دینا) اور کسی مسلمان کو اسلام سے خارج کر دینا (اور کافر کہہ دینا) دینی اعتبار سے بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔"

نیز قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ابو المعالی سے پہلے قاضی ابو بکر باقلانی نے بھی اس مسئلہ میں توقف کیا ہے اور اس کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ ان خوارج نے صراحۃً تو کفر کا ارتکاب نہیں کیا، ہاں! ایسے عقائد ضرور اختیار کئے ہیں جو کفر تک پہنچا دینے والے ہیں۔"

"امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ "فیصل التفرقۃ بین الایمان والزندقۃ" میں فرماتے ہیں:

"جہاں تک ہو سکے کسی کو کافر کہنے سے احتراز کرنا چاہئے، اس لئے کہ توحید کا اقرار کرنے والے نمازیوں کی جان و مال کو مباح (اور ان کو کافر) قرار دے دینا بہت بڑی غلطی ہے اور ہزار ہا کافروں کو (مسلمان کہہ دینے اور ان کو) زندہ سلامت چھوڑ دینے میں غلطی کرنا، ایک مسلمان کو (کافر کہہ دینے اور اس کا) خون بہانے میں غلطی کرنے کے مقابلہ میں بہت آسان ہے۔"

مخالفین کے دلائل:۔۔۔۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"خوارج کی تکفیر نہ کرنے والے علماء ایک دلیل یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ تیسری (اور بخاری کی دوسری) حدیث ● میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دین سے نکل جانے کو تیر کے شکار سے نکل جانے کے ساتھ تشبیہ دے کر فرمایا:

"فیتماری فی الفوقۃ ھل علق بھا شیء؟"

ترجمہ:۔ "پس تیر انداز تیر کے سرے کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اس میں کچھ لگا بھی ہے؟ (یا نہیں یعنی یہ تیر جسم سے نکلا بھی ہے یا نہیں؟ ایسے ہی ان لوگوں کے متعلق شک ہوگا کہ یہ دین سے نکلے بھی ہیں یا نہیں؟)۔"

● یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ اس سے قبل حاشیہ میں نقل کی جا چکی ہے۔

چنانچہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جمہور علماء کی رائے ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قول "فیتماری فی الفوقۃ" سے ثابت ہوتا ہے کہ خارجی مسلمانوں کی جماعت سے خارج اور (کافر) نہیں ہیں، اس لئے کہ "فیتماری" شک کی دلیل ہے، لہٰذا جب ان کا کفر مشکوک ہوا تو ان کے اسلام سے خارج ہونے کا حکم قطعی طور پر کیسے لگایا جا سکتا ہے؟ اس لئے کہ جو شخص قطعی اور یقینی طور پر اسلام میں داخل ہو چکا وہ قطع و یقین کے بغیر اسلام سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت:

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے "اہل نہروان" (خوارج) کے کفر کے متعلق سوال کیا گیا (کہ کیا وہ کافر ہیں یا نہیں؟) فرمایا: "من الکفر فروا" (کفر سے تو وہ بھاگے ہیں) (یعنی انہوں نے اپنے خیال کے مطابق کفر سے بچنے کے لئے ہی مسلمانوں سے علیحدگی اختیار کی ہے تو جو شخص کفر سے اس قدر بچتا ہو وہ کافر کیسے ہو جائے گا؟)

محدثین کی جانب سے جواب:

حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول (اثر) ازروئے سند صحیح ثابت ہو تو اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خارجیوں کے ان کفریہ عقائد سے واقف نہ ہونے کے زمانے پر محمول کیا جائے گا جن کی بنا پر تکفیر کرنے والوں نے ان کو کافر کہا ہے (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ اس وقت فرمایا ہوگا جبکہ ان کو "نہروانیوں" کے کفریہ عقائد کا علم نہ تھا ورنہ وہ تو خود بخاری میں رسول اللہ ﷺ سے اسی حدیث کو روایت کرتے ہیں اور اس میں "فاقتلوھم فان فی قتلھم اجرا لمن قتلھم" ● کی تصریح موجود ہے اور اسی بنا پر انہوں نے خوارج سے خونریز لڑائیاں لڑی ہیں اور ان کو بے دریغ قتل کیا ہے)"۔

نیز حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کے قول: "فیتماری فی الفوقۃ" سے ان کے کفر کے مشکوک ہونے پر استدلال بھی صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ جیسے بعض طرق حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں، ایسے ہی بعض طرق میں جیسا کہ ہم اس سے قبل ذکر کر چکے اور آئندہ بھی آئے گا "لم یعلق منہ بشیء۔" (شکار کا خون وغیرہ مطلق لگا ہوا نہیں) اور بعض طرق میں: "سبق الفرث والدم" (تیر شکار کے خون اور لید سے بھی صاف نکل گیا) بھی آیا ہے۔ (جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ تیر پر مطلق کچھ لگا ہوا نہ ہونا بیان فرمانا چاہتے ہیں نہ کہ شکار کے جسم سے نکلنے یا نہ نکلنے میں شک ظاہر کرنا) لہٰذا ان تینوں

● صحیح بخاری، باب قتل الخوارج [illegible]

طریقوں کے (مذکورہ بالا) الفاظ کو جمع کرنے کی صورت یہی ہے کہ تیر انداز اول وہلہ میں تیر کو بالکل صاف دیکھ کر "توقف" کو شک وشبہ کی نظر سے: دیکھتا ہے کہ شکار کے بدن سے گزرا اور نکلا بھی ہے یا نہیں؟ اس کے بعد اسے یقین ہو جاتا ہے کہ (تیر شکار کے جسم سے گزرا اور نکلا تو ضرور ہے لیکن) اتنی تیزی سے گزرا ہے کہ اس کے سرے پر شکار کے خون، لید وغیرہ کا ہم ونشان تک نہیں بالکل صاف نکل گیا ہے"

فرماتے ہیں: "یہ بھی ممکن ہے کہ حدیث کا اختلاف ان لوگوں کے اختلاف حال پر مبنی ہو کہ بعض لوگ تو قطعی طور پر اسلام سے نکل گئے ہوں گے اور بعض کے متعلق شک ہوگا کہ اسلام سے ان کا کوئی علاقہ ہے یا نہیں؟ اور "فیتماری" کے الفاظ پچھلے گروہ سے متعلق ہوں۔" اور لم یعلق اور سبق الفرث والدم پہلے گروہ سے متعلق ہوں۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ "المفہم" میں فرماتے ہیں، از روئے حدیث خوارج کا کفر (بمقابلہ عدم کفر کے) زیادہ واضح ہے"۔

خوارج کو کافر کہنے اور نہ کہنے کا فرق: اس کے بعد قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خوارج کو کافر کہنے کی صورت میں ان سے جنگ کی جائے گی اور قتل کیا جائے گا اور ان کے بیوی بچوں کو قیدی بنایا جائے گا، چنانچہ محدثین کے ایک گروہ کا مسلک اموال خوارج کے بارے میں یہی ہے اور کافر نہ کہنے کی صورت میں باغی مسلمانوں کا سا معاملہ ان کے ساتھ کیا جائے گا جو اسلامی حکومت سے بغاوت کر کے لڑنے کے لئے مقابلہ پر آجائیں (یعنی جو لڑتے ہوئے مارے جائیں گے وہ مارے جائیں گے اور جو بچ جائیں گے ان کو بغاوت کی سزا دی جائے گی یا معاف کر دیا جائے گا امام کی رائے پر موقوف ہے)"۔

آگے فرماتے ہیں:

"لیکن ان میں سے جو لوگ کسی پوشیدہ گمراہی کو دل میں رکھتے ہوں گے اس کے منظر عام پر آجانے کے بعد آیا ان سے توبہ کے لئے کہا جائے گا اور توبہ نہ کرنے کی صورت میں ان کو قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ بلکہ ان کی گمراہی کے ازالہ اور تردید کی کوشش جاری رکھی جائے گی؟ اس کے بارے میں علماء کے درمیان اسی طرح اختلاف ہے جیسے ان کو کافر کہنے اور نہ کہنے کے بارے میں (یعنی جو لوگ کافر کہتے ہیں وہ پہلی صورت کو اختیار کرتے ہیں اور قتل کا حکم دیتے ہیں اور جو کافر نہیں کہتے وہ دوسری صورت کو اختیار کرتے ہیں)"۔

لیکن فرماتے ہیں:

"تکفیر کا دروازہ بڑا خطرناک دروازہ ہے، اس سے احتراز اور سلامتی کے برابر ہمارے نزدیک

کوئی چیز نہیں (یعنی جہاں تک ہو سکے اس سے احتراز کیا جائے)۔"

(۱) احادیث خوارج سے مستنبط فوائد و احکام: قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عظیم الشان پیشین گوئی اور صداقت کی دلیل بھی موجود ہے کہ ایک واقعہ کے پیش آنے سے بہت پہلے آپ نے جو ہونے والا تھا اس کی خبر دے دی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب خوارج نے اپنے مخالف مسلمانوں کے کفر کا اعلان کر دیا تو ان کا خون بہانے کو بھی اپنے لئے حلال و مباح سمجھ لیا (اور بے دریغ خون ریزی اور قتل و غارت شروع کر دی) غیر مسلم ذمیوں (یہود و نصاریٰ) کی تو جان بخشی کر دی کہ "یہ ذمی ہیں، ان سے ہم (جان و مال کی سلامتی کا) معاہدہ کر چکے ہیں، اس کو ضرور پورا کریں گے"۔ مشرکوں سے بھی قتل و قتال ترک اور جنگ بندی کر دی (کہ یہ تو ہیں ہی کافر و مشرک ان سے دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا) اور اپنے مخالف مسلمانوں سے خون ریز لڑائیاں لڑنے (اور بے گناہ مسلمانوں کو قتل و غارت کرنے) میں مشغول ہو گئے (کہ ان سے دین کو نقصان پہنچتا ہے۔ گمراہی کھلی ہے اس لئے کہ یہ مسلمان کہلاتے ہیں ان کو صفحۂ ہستی سے مٹانا فرض عین ہے۔ العیاذ باللہ!) یہ ان جاہلوں کی انتہائی حماقت اور بے باطنی کی دلیل ہے۔ جن کے قلوب علم و معرفت کے نور سے محروم اور تاریک تھے اور ان کے قدم ایمان و یقین کے کسی محکم مقام پر راسخ نہ تھے (اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی تھی: "یقرءون القرآن ولا یجاوز حناجرھم۔") اس کے ثبوت کے لئے یہی بہت کافی ہے کہ ان کے سرغنہ (ابن ذی الخویصرہ) نے خود صاحب شریعت علیہ السلام کے حکم کو ٹھکرایا اور العیاذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم و جور کا بہتان لگایا تھا (جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے تھے) اللہ بچائے ایسی سرکشی اور گستاخی و بے باکی سے۔

(۲) کفار مشرکین کی بنسبت خوارج سے جنگ کرنا زیادہ ضروری ہے: ابن ہبیرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بنسبت کفار و مشرکین کے خوارج سے جنگ کرنا اور ان کے فتنہ کا استیصال کرنا زیادہ ضروری ہے (اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: "اینما لقیتموھم فاقتلوھم فان فی قتلھم اجرا لمن قتلھم یوم القیامۃ") اس کی حکمت یہ ہے کہ ان خارجیوں سے جنگ کرنا دین کے اصل سرمایہ (دین اور دیندار مؤمن) کی حفاظت کے لئے ہے اور کفار و مشرکین سے جنگ کرنا منافع کمانے (یعنی مسلمانوں کی تعداد بڑھانے اور غیر مسلموں کو مسلمان بنانے) کے لئے ہے (اور ظاہر ہے کہ اصل سرمایہ کی حفاظت منافع کمانے کی بنسبت زیادہ ضروری اور مقدم ہوتی ہے)

(۳) جن آیات کے ظاہری معنی اجماع امت کے خلاف ہوں ان میں تاویل ضروری ہے:

نیز اس حدیث سے ان تمام لائق تاویل آیات کے ایسے ظاہری معنی مراد لینے کی ممانعت بھی نکلتی ہے جو اجماع امت کے خلاف ہوں (یعنی جن آیات میں صحیح تاویل کر کے اجماع امت کے موافق ومطابق بنایا جاسکتا ہے ان وہ ظاہری معنی مراد نہ لینے چاہئیں جو اجماع امت کے خلاف ہوں، مثلاً "ان الحکم الا للہ" کے یہ معنی مراد لینا کہ اللہ کے سوا اور کسی کی حاکمیت درست نہیں، لہٰذا علی ؓ بھی کافر اور واجب القتل ہیں اور معاویہ ؓ بھی، اس لئے کہ دونوں حاکمیت کے مدعی ہیں یا دونوں نے حکم کے فیصلہ کو مان لیا ہے قطعاً غلط اور اجماع امت ونصوص قرآنیہ کے خلاف ہیں)

(۴) دینداری میں غلو خطرناک ہے:

نیز ان احادیث میں دینداری کے اندر اس غلو (حد سے تجاوز) کو اور عبادت میں اس نفس کشی کو جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی خطرناک قرار دیا ہے (چنانچہ خوارج کا یہی غلو تمام تر فساد اور کفر وضلالت کا سبب بنا ہے) اس لئے کہ صاحب شریعت ﷺ نے تو اس شریعت کو انتہائی سہل اور قابل عمل قرار دیا ہے، اسی طرح کفار کے ساتھ سختی اور تشدد کی اور مومنین کے ساتھ رأفت وشفقت کی مسلمانوں کو دعوت دی ہے، لیکن ان خوارج نے (محض اپنے جہل اور غلو فی الدین کی وجہ سے) بالکل اس کے برعکس کردیا تھا (کہ مومنین کے ساتھ ظلم وتشدد اور کفار کے ساتھ شفقت ورأفت کو اپنا شعار بلکہ جزو ایمان بنالیا تھا اور ریاضات شاقہ میں غلو کی وجہ سے دین کو انتہائی دشوار اور شریعت کو ناقابل عمل بنادیا تھا)۔

(۵) امام عادل کے خلاف جو بغاوت اور جنگ کرے، اس سے جنگ کرنا ضروری ہے:

..... اسی طرح ان احادیث سے اس فرد یا جماعت سے جنگ کرنے کی اجازت بھی نکلتی ہے جو امام عادل کی اطاعت کو بالائے طاق رکھ کر اس کے مقابلہ پر آمادہ کارزار ہوجائے اور اپنے فاسد عقائد کی بنا پر قتل وغارت اور خونریزی شروع کردے، اسی طرح جو فرد یا گروہ جور ہزنی اور غارتگری اختیار کر کے ملک میں فساد اور بدامنی پھیلادے اور لوگوں کے لئے گھروں سے نکلنا اور سفر کرنا خطرناک اور ناممکن بنادے۔

ہاں! جو فرد یا گروہ کسی ظالم حکمران کے ظلم وجور سے اپنی جان ومال اور اہل وعیال کو بچانے کی غرض سے بغاوت کرے وہ شرعاً معذور ہے اس کے خلاف (ظالم حکمران کی حمایت میں) جنگ نہ کرنی چاہئے، اس لئے کہ اس مظلوم کو حق پہنچتا ہے کہ وہ بقدر طاقت وقوت ظالموں سے اپنے جان ومال اور اہل وعیال کی حفاظت کرے۔ "کتاب الفتن" میں اس کا تفصیلی بیان آئے گا۔

چنانچہ طبری ؒ نے بسند صحیح حضرت علی ؓ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی ؓ نے

خوارج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "اگر یہ لوگ امام عادل کے خلاف بغاوت اور جنگ کریں تو بے شک ان سے جنگ کرو اور اگر امام ظالم کے خلاف بغاوت اور جنگ کریں تو ان سے جنگ ہرگز نہ کرو اس لئے کہ اس صورت میں یہ شرعاً معذور ہیں۔"

حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"کربلا کے میدان میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی جنگ یزید سے اور "حرہ" (مدینہ) میں اہل مدینہ کی جنگ عقبہ بن مسلم کی فوج سے (جو یزید کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا) اور "مکہ" میں عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی جنگ حجاج سے، نیز عبد الرحمن بن اشعث کے واقعہ میں قراء قرآن کی جنگ حجاج سے اسی قبیل سے ہیں (یعنی ظالموں کے خلاف ان کے ظلم و جور سے بچنے کے لئے لڑی گئی ہیں، یہ حضرات عند اللہ معذور تھے)"۔

(۶) بلا قصد بھی مسلمان دین سے خارج (اور کافر ہو جاتا) ہے:..... ابن ہبیرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بعض مسلمان دین سے خارج ہونے کا قصد اور اسلام کے بجائے کسی اور دین کے اختیار کرنے کا ارادہ کئے بغیر بھی (محض اپنے کفریہ عقائد و اعمال کی بنا پر) دین سے خارج اور کافر ہو جاتے ہیں (یعنی کسی مسلمان کے کافر ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ قصداً اسلام کو چھوڑ کر کسی اور مذہب کو اختیار کرے، بلکہ کفریہ عقائد اور اقوال و اعمال کا اختیار کرنا ہی اسلام سے خارج اور کافر ہو جانے کے لئے کافی ہے، حدیث خوارج میں "یمرقون" کا لفظ صاف طور پر اس کو ظاہر کرتا ہے)۔

(۷) خارجی فرقہ سب سے زیادہ خطرناک ہے:..... نیز ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امت محمدیہ کے تمام گمراہ اور باطل پرست فرقوں میں سب سے زیادہ خطرناک خارجی فرقہ ہے یہ اسلام کے حق میں یہودیوں اور نصرانیوں سے بھی زیادہ ضرر رساں ہیں● (اس لئے کہ یہ اسلام کے نام پر کفر پھیلاتے ہیں)

حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن ہبیرہ رحمہ اللہ کا یہ آخری استنباط اس قول پر مبنی ہے کہ خوارج مطلقاً کافر ہیں (گویا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک بھی یہی قول راجح ہے)۔

● — ہمارے زمانے میں بھی اسلام اور قرآن کے نام پر کفر اور دین کا نام لے کر بے دینی پھیلانے والے بہت سے افراد اور فرقے موجود ہیں اور ان میں سے بعض نہایت ہی عیارانہ اور بڑی مشکل سے مسلمان ان کو اسلام سے خارج اور کافر جانتے اور مانتے ہیں، ان کی تکفیر اور صحیح نشاندہی کی اشد ضرورت ہے جیسی کہ زمانہ سلف میں خوارج کی تکفیر اور نشاندہی کی ضرورت تھی اور اس رسالہ کو اس وقت اردو ترجمہ میں شائع کرنے کا مقصد بھی یہی ہے، اللہ تعالیٰ امت کو ... مسلمانوں کو ان فتنوں سے محفوظ فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔ از مترجم۔

(۸) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی منقبت — نیز ان احادیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بھی منقبت نکلتی ہے کہ وہ دین کے معاملہ میں بہت سخت تھے (اس لئے کہ وہ ابن ذی الخویصرہ کے رسول اللہ ﷺ کو ظلم و جور کی جانب منسوب کرتے ہی اس کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے)

(۹) کسی کے دین و ایمان کی تصدیق محض اس کے ظاہر کو دیکھ کر نہ کر دینی چاہئے۔

نیز ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کسی فرد یا فرقہ کی تعدیل (دین و ایمان کی تصدیق) میں محض اس کے ظاہری اقوال و اعمال پر اکتفاء نہ کرنا چاہئے، اگرچہ وہ عبادات و طاعت، دین داری و پرہیزگاری اور زہد و تقشف میں انتہائی مقام پر کیوں نہ پہنچا ہوا ہو، جب تک کہ اس کے باطنی عقائد و اعمال اور حالات کی تحقیق نہ کر لی جائے (اس وقت تک اس کے دین و ایمان کی تصدیق نہ کی جائے گویا حضور ﷺ کا مقصد ہی اس حدیث سے امت کو متنبہ کرنا اور دھوکے میں پڑنے سے بچانا ہے)۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ص۔۲۴۷ باب "قتل من ابی قبول الفرائض" کے تحت حدیث "ردت" کے ذیل میں ایمان و اسلام کے شرعاً معتبر ہونے کے لئے توحید و رسالت کے ساتھ ساتھ "جمیع ماجاء به النبی ﷺ پر ایمان لانے اور جملہ احکام شریعت کی پابندی کا اقرار کرنے کا ضروری ہونا ثابت کرنا چاہتے ہیں، تاکہ ثابت ہو جائے کہ کسی بھی فرض شرعی کا انکار موجب کفر ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے سلسلہ میں جس کی تخریج امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب "قتل من ابی قبول الفرائض" کے ذیل میں کی ہے اور ہم حاشیہ میں اس کو نقل کر چکے ہیں:

"اس حدیث ردت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص صرف "لا الٰہ الا اللہ" کہے اگرچہ اس پر (محمد رسول اللہ) اضافہ بھی کرے، اس کو قتل کرنا ممنوع ہے، لیکن کیا وہ صرف اتنا ہی کہنے سے مسلمان بھی ہو جائے گا؟ یہ محل بحث ہے صحیح یہ ہے کہ وہ مسلمان تو نہ ہو گا مگر اس کے قتل سے باز رہنا واجب ہے اس کے بعد تحقیق کی جائے اگر وہ اس کے ساتھ رسالت (محمد رسول اللہ) کی شہادت بھی دے اور تمام احکام شریعت کی پابندی کا اقرار بھی کرے تب اس کو مسلمان قرار دیا جائے گا رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں: "الا بحق الاسلام" کے استثناء سے اسی جانب اشارہ ہے (یعنی یہ استثناء اسی غرض سے ہے کہ اگر رسالت کی شہادت نہ دے یا کل یا بعض احکام شریعت کی پابندی کا اقرار نہ کرے تو "لا الٰہ الا اللہ" کہنے کے باوجود کافر اور واجب القتل ہے)"۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ کافر اگر بت پرست ہو یا دو خداؤں کا ماننے والا ہو (جیسے مجوسی کہ "یزداں" اور "اہرمن"

دیتے مانتے ہیں) تب تو صرف کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللّٰہ پڑھ لینے پر ہی اس کو مسلمان قرار دے دیا جائے اور اس کے بعد تمام احکام شریعت کے ماننے اور اسلام کے سوا تمام مذاہب سے بے تعلقی کا اعلان کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر یہ کافر توحید کا تو قائل ہے مگر رسول اللّٰہ ﷺ کی نبوت کو نہیں مانتا (جیسے یہودی یا نصرانی) تو جب تک "محمد رسول اللّٰہ" نہ کہے اس کو مسلمان نہ قرار دیا جائے گا اور اگر اس کا عقیدہ یہ ہے کہ محمد ﷺ رسول تو ہیں مگر صرف اہل عرب کے لئے ہیں تو اس کے مسلمان قرار دینے کے لئے "رسول اللّٰہ" کے ساتھ "الی جمیع الخلق" (تمام مخلوق کے لئے) کا اضافہ بھی ضروری ہے اور اگر کسی فرض شرعی کا انکار کرنے یا حرام کو حلال سمجھ لینے کی وجہ سے اس کو کافر قرار دیا گیا ہے تو اس کے مسلمان ہونے کے لئے اپنے اس عقیدہ سے تائب ہونے کا اعلان کرنا بھی ضروری ہے۔"

حافظ رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری ج:۱۲ ص:۲۲۷ میں فرماتے ہیں:

"علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان میں "یجبر" کے لفظ کا تقاضا یہ ہے کہ اگر وہ التزام احکام شرعیہ کا اقرار نہ کرے تو اس پر مرتد کے احکام جاری ہوں گے (یعنی اس کو اسی حالت پر نہ چھوڑا جائے گا بلکہ اقرار نہ کرنے تو مرتد قرار دے کر اس کو قتل کر دیا جائے گا) علامہ قفال نے اس کی تصریح کی ہے۔"

خوارج کے بارے میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:..... حافظ رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری ص:۲۵۲ پر باب "قتل الخوارج" کے ذیل میں خوارج کے مختلف فرقوں اور ان کے عقائد کا حال تفصیل سے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ "وسیط" میں دوسرے علماء اسلام کا اتباع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حکم خوارج کے سلسلہ میں دو صورتیں ہیں ۱:ایک یہ کہ ان پر مرتد کا حکم لگایا جائے، دوسرے یہ کہ ان کو باغی مسلمان قرار دیا جائے، امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اول صورت کو ترجیح دی ہے...... مگر یہ ارتداد کا حکم ہر خارجی پر نہیں لگایا جا سکتا، اس لئے کہ خارجیوں کے دو گروہ ہیں، ایک گروہ وہ ہے جو حکومت سے بغاوت بھی کرتا ہے اور اپنے باطل عقائد کے ماننے پر بھی لوگوں کو مجبور کرتا ہے، یہ وہی ہیں جن کا ذکر اوپر آچکا ہے (اور یقینا کافر ہیں) دوسرا فرقہ وہ ہے جو اپنے عقائد کے ماننے پر کسی کو مجبور نہیں کرتا بلکہ حکومت حاصل کرنے کے لئے موجودہ حکومت کے خلاف بغاوت کرتا ہے پھر اس دوسرے گروہ کی بھی دو قسمیں ہیں ۱:ایک وہ جماعت جن کی بغاوت کا محرک دین کی حمایت وصیانت اور خلق اللّٰہ کو ظالم حکمرانوں کے جور وستم سے نجات دلانے اور سنت رسول اللّٰہ کو قائم کرنے کا جذبہ ہے، یہ حضرات اہل حق ہیں انہی میں شہید کربلا حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور "حرہ" (مدینہ) میں (مروانیوں سے جنگ

کرنے والے اہل مدینہ اور (حجاج سے جنگ کرنے والے) "قراء" داخل ہیں (ان کو باغی کہا جا سکتا ہے نہ مرتد نہیں کہا جا سکتا، یہ تو غازی اور مجاہد فی سبیل اللہ ہیں) دوسری قسم وہ جماعت ہے جو صرف ملک گیری کے جذبہ کے تحت (حکومت وقت سے) بغاوت کرتی ہے خواہ کوئی مذہبی گمراہی ان میں پائی جائے خواہ نہیں، یہ یقیناً باغی ہیں، کتاب الفتن میں ان شاء اللہ ان کا حکم بیان کیا جائے گا۔"

اجماع امت کا مخالف کافر اور دین سے خارج ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ یہ واضح کرنے کے لئے کہ وہ فرائض و احکام شرعیہ جن کا انکار کرنے سے ایک مسلمان کافر و مرتد ہو جاتا ہے، ان کا "متواتر" ہونا ضروری نہیں، بلکہ "مجمع علیہ" عقائد و اعمال کا منکر بھی کافر و مرتد ہے (فتح الباری ص: ۲۰۱ج: ۱۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث "لا یحل دم امرئ مسلم... الخ" کے ذیل میں "التارك لدينه المفارق للجماعة" کی شرح کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "المفارق للجماعة" سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو اجماع امت کا مخالف ہو، اس صورت میں اس سے وہ لوگ استدلال کریں گے جو اجماع کی مخالفت کرنے والے کو کافر کہتے ہیں، چنانچہ بعض علماء کی جانب یہ استدلال منسوب بھی ہے لیکن یہ استدلال کچھ واضح نہیں، اس لئے کہ بعض اجماعی مسائل تو بطور "تواتر" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، مثلاً نماز کا فرض ہونا، لیکن بعض اجماعی مسائل از روئے سند "متواتر" نہیں ہوتے، قسم اول کا منکر تو بے شک کافر ہے اس لئے کہ وہ ایک امر متواتر کا منکر ہے، اس لئے کہ اجماع امت کا مخالف ہے، لیکن قسم دوم کا منکر کافر نہ ہوگا (اس لئے کہ وہ کسی امر متواتر کا منکر نہیں ہے) چنانچہ ہمارے استاذ (حافظ عراقی) رحمہ اللہ "شرح ترمذی" میں فرماتے ہیں:

"صحیح یہ ہے کہ منکر اجماع کو صرف اس صورت میں کافر کہا جائے گا جبکہ وہ کسی ایسے امر اجماعی کا انکار کرے جس کا وجوب قطعی طور پر دین سے ثابت ہو، مثلاً صلوات خمسہ کا منکر۔"

بعض علماء نے اس سے زیادہ محتاط تعبیر اختیار کی ہے اور کہا ہے کہ جس امر اجماعی کا "وجوب" تواتر سے ثابت ہو، اس کا منکر کافر ہے۔ حدوث عالم کا عقیدہ بھی اسی میں داخل ہے۔ چنانچہ قاضی عیاض رحمہ اللہ وغیرہ علماء دین نے عالم کے قدیم ہونے کا عقیدہ رکھنے والے کے کفر پر امت کا اجماع نقل کیا ہے۔"

شیخ ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس مقام پر (مسئلہ حدوث عالم کے باب میں) بعض ایسے بزرگوں کے قدم پھسل گئے جو علوم عقلیہ میں مہارت کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ فلسفہ یونان کی طرف مائل

بعض کا خیال ہے کہ جو حدوث عالم کا منکر ہو اس کو کافر نہ کہا جائے، اس لئے کہ اس میں صرف "اجماع" کی مخالفت ہے اور اہل سنت نے اس قول سے استدلال کرتے ہیں کہ: "اجماع کا مخالف مطلقاً کافر نہیں بلکہ جو اجماعی مسائل بطور تواتر صاحب شریعت سے ثابت ہوں صرف ان کا مخالف کافر ہوتا ہے۔" (اور حدوث عالم ان کے خیال میں صاحب شریعت سے بطور تواتر ثابت نہیں ہے) شیخ ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ "استدلال ساقط اور ناقابل التفات ہے، یا بصیرت ایمانی سے محرومی اس کا محرک ہے، یا جان بوجھ کر حقیقت سے آنکھیں بند کر لینا اس کا باعث ہے، اس لئے کہ حدوث عالم ایک ایسا عقیدہ ہے جس پر امت کا اجماع بھی ہے اور از روئے سند متواتر بھی ہے (لہٰذا اس کا منکر یقیناً کافر ہے)"

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ص: ۱۸۰ پر اس بحث کو اس پر ختم کرتے ہیں کہ:

"اجماع کا مخالف "مفارق للجماعۃ" میں داخل (اور کافر) ہے۔"

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا اقتباسات سے جو امور منقح ہوتے ہیں ان کا بیان

اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی ان پر تنبیہ اور دوسرے مآخذ سے مزید تائید

اوّل: خوارج و ملحدین کی تکفیر کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے: سید المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ "خوارج" کے ان بعض فرقوں کی تکفیر کی جانب مائل ہیں جو مستوجب تکفیر ہیں، چنانچہ وہ اپنی کتاب "خلق افعال العباد" میں اس کی تصریح کرتے ہیں، نیز حق کو منکشف اور توبہ کرانے کے بعد (بھی اگر وہ باز نہ آئیں تو) ان کو کافر اور واجب القتل قرار دیتے ہیں لیکن ان سے منوانا بھی واجب اور ضروری نہیں ہے بلکہ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ ان کو حق کے قبول کرنے پر مضطر کر دیا جائے یعنی انسان کی قدرت سے باہر ہے کہ وہ کسی منکر حق کے دل میں اس طرح یقین و ایمان پیدا کر دے اور حق کو دل میں اتار دے کہ اس کے بعد بس عناد اور سینہ زوری کے علاوہ انکار کا کوئی مرتبہ باقی نہ رہے۔ جیسا کہ ان سطحی عقل والوں کا زعم ہے جو ائمہ دین کے اقوال و کتب کے علم و مطالعہ سے محروم ہیں اور انہوں نے اپنے اس خیال کی بنیاد صرف اس زمانہ میں رائج آزادی فکر و رائے اور عقلی حسن و قبح پر رکھی ہے (یعنی ان کے نزدیک حق و باطل کا معیار عقل انسانی ہے جس کو انسان کی عقل حق کہے وہ حق ہے اور جس کو باطل کہے وہ باطل اور آزادی فکر اور رائے کی بناء پر کوئی کسی کا پابند نہیں اور نہ کوئی کسی کو اسلام سے خارج و کافر قرار دے سکتا ہے) ان لوگوں کے نزدیک کسی منکر حق کو جب تک وہ خود قائل نہ ہو جائے اسلام سے خارج، کافر اور مستحق سزا قرار دینا درست نہیں) چنانچہ مرتد کے بارے میں علماء مذاہب اربعہ کا فیصلہ یہی ہے کہ مرتد سے توبہ کرائی جائے اور اس کے شبہات کا

● اسی نظریہ کی بنا پر آج ہر معمولی [illegible] عقل و فہم کے معیار پر قرآن [illegible]
میں مصروف [illegible] دین کے قطعی اور یقینی احکام میں نہایت آزادی [illegible]
حلال اور حلال کو حرام کرنا [illegible] کہ اسلام یہی ہے جو میں نے سمجھا ہے [illegible] قرآن [illegible]
دین [illegible] قرآن و حدیث اور علوم دینیہ کی زبان عربی تک سے [illegible]
[illegible] "قرآن صرف علماء کے لئے نہیں اترا ہے [illegible] دین کے [illegible]
[illegible] غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی "اعجاب کل ذی رأی برأیہ" [illegible]
میں [illegible] صادق آرہی ہے [illegible]

(یعنی اس کا شبہ دور کیا جائے) دور کیا جائے، یعنی اس کے سامنے ایسے دلائل بیان کیے جائیں جو اس کے شبہ کو دور کرنے کے لئے کافی ہوں نہ یہ کہ کوئی خواہی نخواہی اس کے دل میں حق کا یقین اتار دے اور اس کے ماننے پر اس کو مجبور کر دے، اس کے بعد بھی اگر وہ باز نہ آئے تو اس کو کفر کی بنا پر قتل کر دیا جائے۔

شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ "مسایرہ" میں ص: ۲۰۸ طبع جدید مصر، پر ایسے امر قطعی کے انکار کے بارے میں جو ضروری (متواتر) نہ ہو فرماتے ہیں:

"مگر یہ کہ اہل علم اس منکر کو سمجھائیں اور بتلائیں کہ یہ قطعی (یقینی) امر ہے اس پر بھی اگر وہ (انکار پر) اڑا رہے تو اس کو کافر قرار دے کر قتل کر دینا جائز ہے۔"

جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "الجمع والفرق" میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اور "البحر الرائق" میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا جو قول "فرقہ جاہلہ" کی تعلیم کے ذیل میں اور "فتاویٰ ہندیہ" (عالمگیری) میں ج: ۱ ص: ۲۹ پر کتاب "التجنیس" سے نماز کے متعلق جو قول نقل کیا ہے، ان تمام اقوال سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مخالف کے سامنے دلائل بیان کر دینا اور اس کے شکوک و شبہات کا ازالہ کر دینا کافی ہے، اس کے دل میں حق کو اتار دینا اور منوا دینا ضروری نہیں کہ یہ انسانی قدرت سے باہر ہے۔

اب آپ "صحیح بخاری" کے تراجم لیجیے اور دیکھئے کہ ہم نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جس رجحان کا ذکر کیا ہے (وہ کس طرح ظاہر و ثابت ہے) "صحیح بخاری" میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"باب قتل الخوارج والملحدين بعد اقامة الحجة عليهم وقوله تعالى:
وما كان الله ليضل قوما بعد اذ هداهم حتى يبين لهم ما يتقون" (ج ۲ ص ۱۰۲۳)

ترجمہ: "خارجیوں اور ملحدوں پر حجت قائم کر دینے کے بعد ان کے قتل کر دینے کا بیان اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کے اس کا ثبوت اور اللہ تعالیٰ کی شان سے یہ بعید ہے کہ کسی قوم کو وہ ہدایت کر دینے (اور راہ حق دکھا دینے) کے بعد گمراہ کر دے، یہاں تک کہ ان پر وہ طریقے واضح فرما دے جن سے وہ (گمراہی سے) بچ سکیں۔"

اس کے بعد وہ دوسرا باب ان "اعذار" کو بیان کرنے کے لئے قائم کرتے ہیں جن کی بناء پر ان لوگوں کے قتل کو ترک کیا گیا، جہاں بھی ترک کیا گیا اور فرماتے ہیں:

"باب من ترك قتال الخوارج للتالف وان لا ينفر الناس عنه" (ج ۲ ص ۱۰۲۴)

ترجمہ: "خوارج سے جنگ ترک کرنے کا بیان تالیف قلب کی غرض سے اور اس لئے کہ لوگ اسلام سے نفرت نہ کرنے لگیں۔"

اس کے بعد تیسرا باب ص: ۱۰۲۵ پر "تاویل" پر قائم کرتے ہیں (کہ کون سی تاویل معتبر اور مؤثر

بے اور کون سی نہیں) فرماتے ہیں:

"باب ما جاء فی المتاولین" (تاویل کرنے والوں کا بیان)

واضح ہو کہ اس تاویل سے "خوارج" کی تاویلوں جیسے تاویلیں کرنے والے مراد نہیں ہیں اس لئے کہ "خوارج" کے متعلق تو باب پہلے قائم ہی کر چکے ہیں (جس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک خوارج متاولین میں داخل ہی نہیں اور ان کی تاویل معتبر نہیں۔ یعنی ان کو کفر اور قتل سے نہیں بچا سکتی) بلکہ صاحب "فتح الباری" کے الفاظ میں: "ان سے وہ تاویلیں مراد ہیں جن کی کلام اہل عرب میں گنجائش ہو اور از روئے علم دین ان کے لئے جواز و صحت موجود ہو" (فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۸۰)

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید شیخ الاسلام زکریا انصاری "تحفۃ الباری" شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

"ولا خلاف ان المتاول معذور بتاویله اذا کان تاویله سائغا."

ترجمہ:..... "اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ تاویل کرنے والا اپنی تاویل کی وجہ سے معذور (اور جاہل) سمجھا جائے گا۔ بشرطیکہ کلام عرب میں اس تاویل کی گنجائش ہو"۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ اس سے مطلق تاویل (چاہے کلام عرب میں اس کی گنجائش ہو، چاہے نہ ہو) مراد نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ محض تاویل (خواہ کیسی ہی ہو) متاول کو قتل سے نہیں بچا سکتی بلکہ کفر سے بھی نہیں بچا سکتی (جیسا کہ حکم خوارج سے ظاہر ہے)۔

ثانی: کسی بھی قطعی امر کا انکار کفر ہے، اگرچہ منکر اس کے قطعی ہونے کو نہ بھی جانتا ہو:

کسی بھی قطعی (یقینی) امر کا انکار کفر ہے اور یہ بھی شرط نہیں کہ اس کے قطعی ہونے کو جانتا ہو پھر انکار کرے اور تب ایک قطعی امر کا (جان بوجھ کر) انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہو جیسا کہ بعض وہم پرستوں کا توہم ہے بلکہ اس امر کا فی الواقع قطعی ہونا شرط ہے (خواہ منکر کو اس کا علم ہو یا نہ ہو) ایسے واقعی امر قطعی کا جو شخص بھی انکار کرے گا (کافر ہو جائے گا) اس سے توبہ کرنے کو کہا جائے گا اگر توبہ کر لی تو فبہا ورنہ کفر کی بنا پر اس کو قتل کر دیا جائے گا اور بقول شاعر

ولیس وراء الله للمرء منهب!

ترجمہ ...."انسان کے لئے اللہ (پر ایمان لانے اور اس) سے ڈرنے کے سوا کوئی راہ نہیں"۔

(ایک کافر و مرتد کے لئے بھی توبہ کے سوا اور کوئی راہ (نجات) نہیں) یہ تنبیہ شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے بھی جس کو حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے ج: ۱۲ ص: ۲۶۷ پر نقل کیا ہے، مستنبط ہوتی ہے

ثالث: کسی اہل قبلہ کے اسلام سے خارج اور کافر ہونے کے لئے تبدیل مذہب کا قصد ضروری نہیں:

..... حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا بیان ان لوگوں کے قول کی بھی تردید کرتا ہے جو کہتے ہیں کہ: "اسلام میں داخل ہونے اور مسلمان کہلانے کے بعد کسی اہل قبلہ مسلمان کو اس وقت تک کافر نہیں کہا جا سکتا جب تک کہ وہ خود جان بوجھ کر اسلام سے نکلنے (اور مذہب تبدیل کرنے) کا ارادہ نہ کرے۔

یہ تشیع حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے ج:۱۲ص:۲۶۷ پر نقل کردہ طبری رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے نیز قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے آخری حصہ سے بھی نکلتی ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ ذیل بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے وہ "الصارم المسلول" کے ص:۳۶۸ پر (مرتد کی توبہ کے معتبر نہ ہونے کے ذیل میں) فرماتے ہیں:

"غرض یہاں یہ ہے کہ جیسے ارتداد سب و شتم کے بغیر بھی متحقق ہو سکتا ہے اسی طرح تبدیل مذہب کے قصد اور تکذیب رسول کے ارادہ کے بغیر بھی متحقق ہو سکتا ہے (یعنی کسی بھی موجب ارتداد قول و فعل کا ارتکاب انسان کے مرتد ہو جانے کے لئے کافی ہے، قصد و ارادہ کا مطلق دخل نہیں) جیسے کہ ابلیس "انکار ربوبیت" کا قصد کئے بغیر (محض حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار و استکبار کی وجہ سے) کافر ہو گیا (حالانکہ "یا رب" کہہ رہا ہے) اگرچہ اس قصد (تبدیل مذہب و ارادۂ تکذیب رسول) کا نہ ہونا اس شخص کے لئے ایسا ہی مفید نہیں جیسا کہ کلمہ کفر کہنے والے قصد کفر کا نہ ہونا مفید نہیں (یعنی جیسے کلمہ کفر کا زبان سے کہنا ہی موجب کفر ہے، خواہ کہنے والا کافر ہونے اور مذہب تبدیل کرنے کا قصد و ارادہ کرے یا نہ کرے، ایسے ہی محض زبان سے موجب ارتداد کلمہ کا کہنا ہی مرتد ہونے کے لئے کافی ہے تبدیل مذہب کے قصد اور تکذیب رسول کے ارادہ کی نہ ضرورت ہے نہ کوئی فائدہ)۔"

اس کے بعد فرماتے ہیں:

"(علاوہ ازیں) اس شخص نے (موجب ارتداد قول یا فعل کا ارتکاب کر کے) محض اعتقاد کی تبدیلی کا اظہار نہیں کیا کہ دوبارہ اس عقیدہ کی جانب رجوع کر لینے (اور توبہ کرنے) سے اس کی جان و مال محفوظ ہو جائے اور پاداش ارتداد یعنی قتل سے بچ جائے) بلکہ یہ توہین دین اور ایذاء مسلمین کا مرتکب ہوا ہے (اس کی سزا اس کو ضرور دی جائے گی) اور یہ قول (یعنی زبان سے کلمہ ارتداد کہنا) تغیر اعتقاد کے لئے لازم بھی تو نہیں (ہو سکتا ہے کہ اعتقاد نہ بدلا ہو اور محض ایذاء مسلمین کے لئے یہ کلمہ کہتا ہو یا اعتقاد بدل جائے اور زبان سے اظہار نہ کرے) تا کہ اس قول (کلمہ ارتداد) کا حکم تغیر اعتقاد کے حکم کی مانند ہو جائے (اور توبہ قبول کر لی جائے، در حقیقت موجب ارتداد قول یا فعل کا ارتکاب بجائے

خود ارتداد اور اس کی پاداش میں قتل کو موجب ہے، اعتقاد کی تبدیلی کا اس میں کچھ دخل نہیں)۔"
آگے چل کر فرماتے ہیں:
"اور اس جہت سے کہ اس شخص کے متعلق یہ گمان کیا جا سکتا ہے یا کہا جا سکتا ہے کہ "ہم تو اسلام پر برقرار ہونے کے باوجود ایسا کلمہ زبان سے نکل جاتا ہے" تو پھر ایسے شخص سے یہ بھی کلمہ ارتداد صادر ہو سکتا ہے جو ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہونے کا ارادہ نہ کرے (تو اس کو بھی مرتد اور واجب القتل نہ کہنا چاہئے) اور ظاہر ہے کہ اس کا فساد قصداً تبدیل مذہب کے فساد سے بہت زیادہ ہے اس لئے کہ تبدیل مذہب کو تو وہ جانتا ہے کہ یہ کفر ہے، لہٰذا کفر کے نتائج بد اس کو تبدیل مذہب سے باز رکھیں گے اور اس (زبان سے کلمہ کفر وارتداد کہنے) کو وہ اس وقت تک کفر (وارتداد) نہیں سمجھتا جب تک حلال جان کر سرزد نہ ہو، بلکہ اس کو وہ صرف معصیت سمجھتا ہے، حالانکہ یہ سب سے بڑا کفر ہے (حاصل یہ ہے کہ اگر زبان سے کلمہ ارتداد و کفر کہنے والے کی تکفیر و حکم ارتداد لگانے میں تبدیلی مذہب کے قصد و ارادہ کی شرط کو معتبر مان لیا جائے گا تو ایک عظیم تر کفر یعنی توہین دین وایذاء مسلمین کا دروازہ کھل جائے گا اور زبان سے کلمہ ارتداد و کفر کہنے کا خوف دلوں سے نکل جائے گا)۔"
حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی اس تحقیق کو نقل کرنے کے بعد حضرت مصنف نور اللہ مرقدہٗ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے اس فیصلہ کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
رسول اللہ ﷺ کی مذکورہ بالا حدیث میں لفظ "مروق" کا مطلب بھی ہے کہ وہ دین سے نکل جائیں گے اور ان کو پتہ بھی نہ چلے گا، اس لفظ کے لغوی معنی کا تقاضا اور حق بھی یہی ہے (یعنی "مروق" اور "خروج" میں فرق ہی یہ ہے کہ "مروق" ایسے نکل جانے کو کہتے ہیں کہ نکلنے کا احساس نہ ہو اور نکل جائے، بخلاف "خروج" کے کہ اس میں یہ شرط معتبر نہیں ہے لہٰذا حضور ﷺ کا "خروج" کے بجائے "مروق" سے تعبیر کرنے میں اسی کی جانب اشارہ ہے کہ وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے کہ ان کو پتہ بھی نہیں چلے گا کہ ہم دین سے خارج ہو گئے، چنانچہ "مروق سہم" کی تمثیل اور اس کی تفصیل بھی اسی امر کی نشاندہی کرتی ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ دین سے نکل جانے اور کافر ہو جانے کے لئے تبدیل مذہب کا قصد یا اس کا علم ہونا ضروری نہیں ہے)
اس کے بعد فرماتے ہیں کہ:
اور جو لوگ تکفیر میں قصد و ارادہ کا اعتبار کرنے کے قائل ہیں، ممکن ہے وہ اس کے بھی قائل ہوں کہ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی اگر معاند نہ ہوں تو ہلاک (یعنی مخلد فی النار) نہ ہوں گے، (اس لئے کہ وہ اسلام کی تکذیب کا قصد نہیں کرتے) چنانچہ بعض علماء کی جانب یہ قول منسوب بھی ہے، حالانکہ قاضی ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "یہ قول سراسر کفر ہے۔" جیسا کہ

قاضی عیاض رحمہ اللہ "شفاء" میں ذکر فرماتے ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس (قصد و ارادہ کا اعتبار کرنے والے) قائل کی دلیل اگر بالفرض ثابت ہو جائے تو یقیناً عام ہوگی اور ان تمام لوگوں کو شامل ہوگی جو معاند نہ ہوں، خواہ مسلمان ہوں خواہ غیر مسلم، (حالانکہ یہ قطعاً غلط اور باطل ہے اس لئے کہ غیر مسلم خواہ معاند ہو، خواہ نہ ہو، یقیناً کافر اور مخلد فی النار ہے، جیسا کہ نصوص شرعیہ سے ثابت ہے، چنانچہ کفر کہنے والے کی تکفیر میں قصد و ارادہ کا اعتبار کرنا سراسر غلط ہے۔

رابع و خامس: تکفیر خوارج کے متعلق مصنف رحمہ اللہ کا فیصلہ اور "خوارج" کا مصداق:

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: حافظ رحمہ اللہ کا ان لوگوں کے دلائل کا جواب دینا جو خوارج کی تکفیر کے قائل نہیں ہیں اور اس کے بعد خود ان کو دو قسموں پر تقسیم کرنا، ایک وہ جو کافر ہیں اور ایک وہ جو کافر نہیں ہیں اور "وسیط" سے امام غزالی رحمہ اللہ کا بیان اس کی تائید میں نقل کرنا ثابت کرتا ہے کہ اگر حافظ رحمہ اللہ مطلقاً تکفیر خوارج کے قائل نہ بھی ہوں تب بھی وہ عدم تکفیر کے دلائل کا جواب دے رہے ہیں، جس کے معنی یہ ہوئے کہ یہ دلائل عدم تکفیر کے ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں)۔

مصنف رحمہ اللہ خود فیصلہ کرتے ہیں:

حق یہ ہے کہ جو لوگ کسی امر متواتر کا انکار کریں ان کی تکفیر کی جائے گی اور جو کسی امر متواتر کا انکار نہ کریں ان کو کافر نہ کہا جائے گا، نیز یہ بھی حق ہے کہ "یمرقون" والی حدیث کا مدلول یہ ہے کہ فرقہ مارقہ (دین سے غیر محسوس طریق پر نکل جانے والا فرقہ) ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب ہے● اور اس (تکفیر خوارج کے) مسئلہ میں صریح تر روایت جو مجھے ملی ہے وہ "سنن ابن ماجہ" کی ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جس میں تصریح ہے:

كان هؤلاء مسلمين فصاروا كفارًا" ترجمہ: (یہ لوگ مسلمان تھے اس کے بعد کافر ہو گئے)۔

راوی کہتا ہے: "میں نے کہا: اے ابو امامہ یہ تمہاری اپنی رائے ہے؟" ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں! بلکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔"

حافظ محمد ابراہیم یمانی "ایثار الحق" میں ص: ۴۳۱ پر فرماتے ہیں: "اس حدیث کی سند صحیح ہے۔" امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو مختصراً روایت کیا ہے اور تحسین کی ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ اور ابن عابدین رحمہ اللہ (علامہ شامی) وغیرہ بعض فقہاء نے ج: ا، ص: ۵۲۳ پر مسئلہ امامت کے ذیل میں خوارج

● — مزید تفصیل کے لئے مندرجہ ذیل آیات کے تحت "موضح القرآن" کی مراجعت کیجئے "هم للكفر يومئذ اقرب منهم للايمان" "ولقد قالوا كلمة الكفر وكفروا بعد اسلامهم" "الم نعلم قالوا لا تبعناكم" "ويريدون ان يفرقوا بين الله ورسله" مترجم۔

کی تفسیر ان لوگوں سے کی ہے جو اہل سنت کے عقائد سے خارج اور منکر ہیں (اور ان میں معتزلہ، شیعہ وغیرہ تمام فرق باطلہ کو شامل قرار دیا ہے)۔

"خوارج کے مصداق کی تعیین کو ثابت کرتے ہوئے حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نسائی رحمہ اللہ نے ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (صدقہ کا) کچھ مال آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تقسیم فرما دیا، اس کے بعد (ابن ذی الخویصرہ کے اعتراض کرنے پر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آخر زمانہ میں ایک قوم نمودار ہوگی (اس شخص کے قول و فعل سے ظاہر ہوتا ہے کہ) گویا یہ شخص بھی انہیں میں سے ہے جو قرآن پڑھتے ہوں گے، مگر قرآن (صرف ان کی زبانوں پر ہوگا ان) کے حلقوم سے تجاوز نہ کرے گا (یعنی دل اس کے معانی و مطالب سے ناآشنا ہوں گے)۔" آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ لوگ برابر نمودار ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ ان میں سے آخری شخص مسیح دجال کے ساتھ نمودار (اور اس کا ہم نوا) ہوگا۔" (اس روایت سے خوارج کا کفر بھی ثابت ہوتا ہے اور ان کی تشخیص بھی ہوتی ہے کہ "وہ غیر محسوس طریق پر اسلام سے خارج ہو جائیں گے، ان کی زبانوں پر قرآن کی آیات ہوں گی مگر دل تعلیمات قرآن سے کورے ہوں گے۔" لہٰذا جس طرح خوارج کافر اور دین سے خارج ہیں، ایسے ہی جو بھی افراد یا فرقے ان صفات کے ساتھ متصف ہوں وہ کافر اور دین سے خارج ہیں نیز یہ کہ ایسے لوگ ہر زمانہ میں پیدا ہوتے رہیں گے، حتیٰ کہ دجال کے علمبردار بھی یہی لوگ ہوں گے)۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے "الصارم المسلول" میں ص: ۱۷۷ و ۱۷۸ پر "ستہ رابعۃ عشر" کے ذیل میں خوارج کے کافر ہونے کی تصریح فرمائی ہے، اور وہاں ان تمام دلائل و اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں جو اس سلسلہ میں وارد ہوتے ہیں، نیز "چودھویں حدیث" کا بھی جواب دیا ہے (دیکھئے "الصارم" صفحہ مذکورہ)

نیز فرماتے ہیں کہ: ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت کے شواہد "کنز العمال" ج: ۶ ص: ۶۸ میں، اور "مستدرک حاکم" ج: ۲ ص: ۱۴۸ میں موجود ہیں۔

سادس: خوارج کی طرح اس زمانہ کے ملحدین کی تکفیر بھی غیر مسلموں کی بنسبت زیادہ ضروری ہے:

...... "مشرکین کی بنسبت خوارج کے ساتھ جنگ کرنا زیادہ اہم اور ضروری ہے" یہ ابن ہبیرہ رحمہ اللہ کا بیان ہے، فرماتے ہیں:

"میرے نزدیک بالکل اسی طرح اس زمانہ میں معاندوں (اسلام کے کھلے دشمنوں یعنی غیر مسلموں) کی بنسبت ملحدوں اور باطل تاویلیں کرنے والوں کی تکفیر زیادہ اہم اور ضروری ہے، اس لئے کہ مؤول کی تاویل کو تو لوگ عین دین قرار دے لیتے ہیں، جیسا کہ اس لعین (دجال قادیان) کے

یہودیوں نے اس کی باطل تاویلوں کو ہی دین سمجھ رکھا ہے (اور "مرزائیت" اس کا نام ہے) بخلاف اس مخالف اسلام شخص کے جو علانیہ اور بالقصد اسلام کا مخالف اور دشمن ہے (کہ اس کو سب دین کا مخالف اور دشمن جانتے ہیں اور اس کی کسی بات کو دین نہیں سمجھتے اس لئے ان سے دین کو اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا نقصان ان بے دینوں سے پہنچتا ہے)۔

ضروریات دین میں تاویل مسموع نہیں: امام بخاری رحمہ اللہ اس سے قبل ج:۲ص:۱۰۲۳ پر بعض ضروریات دین کا انکار اور اس کے موجب ارتداد ہونے پر باب قائم کر چکے ہیں، جس کے الفاظ یہ ہیں:

"باب قتل من ابی قبول الفرائض وما نسبوا الی الردۃ"

ترجمہ: ان لوگوں کے قتل سے متعلق باب جو ضروریات دین کے ماننے سے انکار کریں اور ان کا ارتداد کی جانب منسوب یعنی مرتد ہونا۔"

اور اس باب کے ذیل میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے کی حدیث بیان کی ہے جنہوں نے نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کی تھی (اور کہا تھا کہ ہم نماز تو پڑھیں گے مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے) مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو "مرتد" قرار دیا، حالانکہ وہ بھی تاویل کرتے تھے (کہ زکوٰۃ لینے کا حکم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا اور "خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً الآیۃ" سے استدلال کرتے تھے) پس ثابت ہوا کہ ضروریات دین میں تاویل کرنا کفر سے نہیں بچا سکتا اور زیادہ سے زیادہ جو اس میں گنجائش نکل سکتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کو (جاہل اور) معذور قرار دیا جائے (اور اس گمراہی سے نکلنے کی جدوجہد سے ڈرایا جائے) اور توبہ کرائی جائے، اگر توبہ کرلیں تو فبہا ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔

توبہ کرانا، جبر و اکرہ مذموم نہیں ہے: واضح ہو کہ یہ توبہ کرانا وہ جبر و اکراہ نہیں ہے جو عقلاً و شرعاً مذموم ہے بلکہ یہ تو اس حق کے قبول کرنے پر آمادہ کرنا ہے جس کا حق ہونا اظہر من الشمس ہو، لہٰذا یہ تو سراسر ہدایت و ارشاد اور عدل و صواب اور نصح محض ہے (جیسا کہ ایک بیمار کو زبردستی دوا پلانا اور پرہیز کرانا کہ یہ عین صواب اور سراسر خیر خواہی ہے) اسی طرح حق کے قبول کرنے پر کسی کو مجبور کرنا سراسر حق پرستی اور خیر خواہی ہے لہٰذا اکراہ مذموم وہ ہوتا ہے جو بدی اور بدی پر ہو (جیسے کوئی کسی کو کفر، شرک یا بدکاری پر مجبور کرے)۔

قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ تفسیر "احکام القرآن" کے اندر "لا اکراہ فی الدین" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"المسئلۃ الثانیۃ: قولہ تعالیٰ: لاَ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ عموم فی نفی اکراہ

الباطل فاما الاکراہ بالحق فانہ من الدین وھل یقتل الکافر الا علی الدین؟
قال رسول اللہ ﷺ: "امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ۔"
وھو ماخوذ من قولہ تعالی: وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ"

ترجمہ: "دوسرا مسئلہ: "لا اکراہ فی الدین" کا مصداق ہر وہ اکراہ ہے جو امر باطل پر ہو، باقی حق کے قبول کرنے پر اکراہ تو عین دین ہے، آخر کافر کو دین (کے قبول نہ کرنے) پر ہی قتل کیا جاتا ہے، خود رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ: "مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے برابر جنگ کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلیں (اور دین میں داخل ہو جائیں)۔" اور حضور ﷺ کے اس قول (حدیث) کا ماخذ اللہ تعالی کا یہ قول ہے کہ: تم کافروں سے جنگ لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ بالکل باقی نہ رہے اور اطاعت صرف اللہ تعالی کی ہو جائے۔"

سورۂ الممتحنہ کی تفسیر میں پھر اس تحقیق کا اعادہ کرتے ہیں اور اس کی تائید میں فرماتے ہیں:

فی الصحیح عن النبی ﷺ عجب ربکم من قوم یقادون الی الجنۃ فی السلاسل۔

ترجمہ: "صحیح حدیث (قدسی) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ: تمہارا رب ان لوگوں پر تعجب کا اظہار فرماتا ہے جو زنجیروں میں جکڑ کر جنت کی طرف لائے جاتے ہیں (یعنی اللہ تعالی زبردستی ان سے ایسے کام کرالیتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ جنت میں جا پہنچتے ہیں)۔"

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

تحقیق یہ ہے کہ اس حق کے قبول کرنے پر مجبور کرنا جس کا حق ہونا بدیہی ہو اکراہ ہے ہی نہیں۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے بھی "روح المعانی" میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ (ج ۳ ص ۱۲)۔

اس بحث کو ختم کرتے ہوئے مصنف نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: اکثر و بیشتر یہی (مذکورہ بالا) شبہات اس مسئلہ (تکفیر) پر غور کرنے والوں کی راہ میں حائل ہوا کرتے ہیں، اگرچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا تحقیقات نے ان کی کما حقہ بیخ کنی کر دی ہے اور ان کا تار پود بکھیر دیا ہے مگر تساہل پسند لوگ بھلا کب مانتے ہیں؟ وہ تو اپنے وہی خیالی گھوڑے دوڑاتے رہیں گے اور فریب نفس کی بھول بھلیاں اور تمناؤں کی وادیوں میں سرگرداں رہیں گے، ہدایت بخشنے والا تو اللہ تعالی ہی ہے اور جس کو خدا ہی ہدایت سے محروم کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں:

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

منکرین تو نور الٰہی کا چراغ بجھا دینا چاہتے ہیں مگر اللہ تعالی تو اپنے نور (دین حق) کو کامل کئے بغیر نہ چھوڑے گا۔

کفریہ عقائد رکھنے والے زندیقوں کے بارے میں ائمہ اربعہ اور دوسرے ائمہ مثلاً امام ابو یوسف، امام محمد، امام بخاری وغیرہ رحمہم اللہ کے اقوال اور ان کی آراء

کفریہ عقائد رکھنے والے زندیق مستحق قتل ہیں، ان کی توبہ بھی معتبر نہیں

حضرت مصنف قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں:

۱:۔۔۔ ابوبکر رازی رحمہ اللہ "احکام القرآن" میں ج:۱ ص:۵۳ پر اور حافظ بدر الدین عینی رحمہ اللہ "عمدۃ القاری" میں ج:۱ ص:۲۱۲ پر امام طحاوی رحمہ اللہ سے بسند سلیمان بن شعیب عن ابیہ عن ابی یوسف، ایک روایت نقل کرتے ہیں، جس کو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے "نوادر" کے ذیل میں اپنی "امالی" میں بھی شامل کیا ہے، قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: چھپے ہوئے زندیق کو (جو اپنے کفر کو چھپاتا ہے) قتل کر دو، اس لئے کہ اس کی توبہ کا پتہ نہیں چل سکتا (اس کی زبان کا کوئی اعتبار نہیں)۔"

۲:۔۔۔ ابو مصعب رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

"کوئی مسلمان جب جادوگری کا پیشہ اختیار کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے اور اس سے توبہ بھی نہ کرائی جائے، اس لئے کہ مسلمان جب باطنی طور پر مرتد ہو جائے (جس کا ثبوت امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک عمل سحر ہے) تو زبان سے اسلام کا اظہار کرنے سے اس کی توبہ کا پتہ نہیں چل سکتا۔" (احکام القرآن ج:۱ ص:۵۱)

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مرتد کے متعلق امام مالک رحمہ اللہ کا یہی فیصلہ (کہ مرتد کی توبہ معتبر نہیں) "موطا" میں "باب القضاء فی من ارتد عن الاسلام" میں بھی مذکور ہے۔

۳:۔۔۔ ابوبکر رازی رحمہ اللہ "احکام القرآن" (ص:۵۴ پر) فرماتے ہیں:

"زندیق کی توبہ نہ قبول کرنے کے بارے میں ائمہ دین کے فیصلہ کا تقاضا یہ ہے کہ تمام زندیقوں کی طرح فرقہ اسماعیلیہ اور ان تمام ملحدین کے فرقوں سے بھی توبہ نہ کرائی جائے جن کا اعتقاد کفر سب کو معلوم و معروف ہے اور یہ کہ اظہار توبہ کے باوجود ان کو قتل کر دیا جائے۔"

ابوبکر رازی رحمہ اللہ نے "احکام القرآن" میں ج:۲ ص:۲۸۶ تا ۲۸۸ پر اس مسئلہ کو از روئے روایت

وہ روایت، اس سے بھی زیادہ شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

ایسے زندیقوں کے پیچھے نماز جائز ہے، نہ ان کی شہادت مقبول ہے، نہ ان کا احترام کرنا درست ہے اور نہ سلام وکلام کرنا صحیح ہے، نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے، نہ ان سے شادی بیاہ کیا جائے، نہ ان کا ذبیحہ کھایا جائے

استاذ ابومنصور بغدادی رحمہ اللہ "الفرق بین الفرق" کے ص: ۱۵۲ پر فرماتے ہیں:

"ہشام بن عبیداللہ رازی رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ "جس شخص نے کسی معتزلی کے پیچھے نماز پڑھ لی، اسے اپنی نماز لوٹانی چاہئے۔ انہی ہشام نے بروایت یحییٰ بن اکثم قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے معتزلہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: "وہ تو زندیق ہیں"۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی "کتاب القیاس" میں معتزلہ اور دوسرے گمراہ فرقوں کی شہادت قبول کرنے سے رجوع کیا ہے (یعنی اس سے قبل امام شافعی رحمہ اللہ مطلقاً گمراہ فرقوں کی شہادت قبول کرنے کا فتویٰ دے چکے تھے مگر "کتاب القیاس" میں اس سے رجوع کیا ہے، امام شافعی کا مفصل بیان آگے آتا ہے)۔ امام مالک رحمہ اللہ اور فقہاء مدینہ کا قول بھی یہی ہے (کہ گمراہ فرقوں کی شہادت نہ قبول کی جائے)۔ استاد ابومنصور فرماتے ہیں:

"پھر ائمہ اسلام کا قدریہ (معتزلہ) کو کافر کہنے کے باوجود ان کے احترام میں سواری سے اترنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟"

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ذہبی رحمہ اللہ نے "کتاب العلو" کے اندر بھی یہی لکھا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ "کتاب الام" ج:۶ ص:۲۱۰ میں اہل اہواء (گمراہ فرقوں) کی شہادت قبول کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں:

"میں کسی ایسے تاویل کرنے والے کی شہادت کو رد نہیں کرتا جس کی تاویل کے لئے گنجائش موجود ہو۔"

"الیواقیت" میں مخزومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ ان گمراہ فرقوں کی شہادت کے متعلق فرمایا ہے جن کی تاویل کے لئے (از روئے عربیت) گنجائش موجود ہو۔

"الفرق بین الفرق" میں ص: ۳۵۱ پر استاذ ابومنصور بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ہشام بن عبیداللہ رازی رحمہ اللہ، امام محمد بن حسن رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا

جس شخص نے کسی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھ لی جو قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل، اس کو نماز لوٹانی چاہئے"
مصنف رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: یہ تو امام محمد رحمۃ اللہ کا فتویٰ ہے، اعادہ کے متعلق، باقی "فتح القدیر" باب "الامامۃ" کے ذیل میں خود امام محمد رحمۃ اللہ، ابو یوسف رحمۃ اللہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ: "اہل اہواء (گمراہ فرقوں) کے پیچھے نماز جائز نہیں۔"

متاخرین صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع اور وصیت:..... مصنف رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: "الفرق بین الفرق" میں ص: ۱۵ اور "عقیدہ سفارینی" میں ج: ۱ ص: ۲۵۶ پر مذکور ہے کہ:
"متاخرین صحابہ رضی اللہ عنہم نے جن میں عبداللہ بن عمر، جابر بن عبداللہ، ابو ہریرہ، ابن عباس، انس بن مالک، عبداللہ بن ابی اوفیٰ، عقبہ بن عامر جہنی رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں اور ان کے ہم عصروں نے اہل اہواء (گمراہ فرقوں) سے اپنی بیزاری اور بے تعلقی کا اعلان کیا ہے اور آنے والی نسلوں کو وصیت کی ہے کہ قدریہ (معتزلہ) کو نہ سلام کریں، نہ ان کے جنازہ پر نماز پڑھیں اور نہ ان کے بیماروں کی عیادت کریں (اس لئے کہ یہ لوگ اسلام سے خارج اور کافر ہیں)"۔
فرماتے ہیں: اس کے بعد مصنف "الفرق" نے تفصیل کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے مرفوع روایات نقل کی ہیں۔

کسی بھی حکم شرعی کا انکار "لا الہ الا اللہ" کی تردید ہے:.. مصنف رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: "سیر کبیر" ج: ۳ ص: ۲۶۵ پر امام محمد رحمۃ اللہ کا قول منقول ہے کہ:
"جو شخص کسی بھی (قطعی) حکم شرعی کا انکار کرتا ہے وہ اپنی زبان سے کہے ہوئے قول "لا الہ الا اللہ" کی تردید کرتا ہے۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ اپنی کتاب "خلق افعال عباد" میں فرماتے ہیں:
میں نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ سے سنا وہ فرماتے تھے: کہ مجھ سے حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ نے کہا:
"ابلغ ابا فلان المشرك فاني بریٔ من دینه وكان یقول القرآن مخلوق."
ترجمہ:.... "تم ابو فلاں مشرک کو میرا پیغام پہنچا دو کہ اس کے دین سے میرا کوئی تعلق نہیں میں اس سے بالکل بری ہوں، یہ ابو فلاں قرآن کو مخلوق مانتا تھا۔"
سفیان ثوری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: "قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، جو قرآن کو مخلوق کہے وہ کافر ہے۔"
علی بن عبداللہ بن المدینی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

"القرآن كلام الله من قال انه مخلوق فهو كافر لا یصلی خلفه."

ترجمہ: ... "قرآن اللہ کا کلام ہے، جو اسے مخلوق کہے وہ کافر ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے"

امام ابو عبداللہ بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"نظرت فی کلام الیهود والنصاریٰ والمجوس فما رأیت اضل فی کفر هم منهم وانی لاستجهل من لایکفر هم الا من لایعرف کفرهم."

ترجمہ: ۔ "میں یہودیوں، نصرانیوں اور مجوسیوں کے عقائد پر غور و فکر کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ خلق قرآن کے ماننے والے ان سب سے بڑھ کر گمراہ ہیں، سوائے اس شخص کے جو ان کے کفر سے واقف نہ ہو، اور جو کوئی بھی ان کو کافر نہیں کہتا، میں اس کو یقیناً جاہل سمجھتا ہوں۔"

زہیر ختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"سمعت سلام بن مطیع یقول الجهمیة کفار"

ترجمہ: ... میں نے سلام بن مطیع رحمہ اللہ سے سنا کہ جہمی (فرقہ والے) کافر ہیں۔"

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ما ابالی صلیت خلف الجهمی والرافضی ام صلیت خلف الیهود والنصاری ولا یسلم علیهم ولایعادون ولا ینا کحون ولا یشهدون ولا تو کل ذبائحهم."

ترجمہ: میں ایک جہمی یا رافضی کے پیچھے نماز پڑھ لینے میں اور کسی یہودی یا نصرانی کے پیچھے نماز پڑھ لینے میں کوئی فرق نہیں سمجھتا (اس لئے کہ یہ دونوں فرقے یہود و نصاریٰ کی طرح کافر ہیں اگرچہ یہ خود کو مسلمان کہیں) نہ ان کو سلام کرنا چاہئے، نہ ان کے مریضوں کی عیادت کرنی چاہئے نہ ان سے شادی بیاہ کرنا چاہئے، نہ ان کی شہادت قبول کرنی چاہئے، نہ ان کا ذبیحہ کھانا چاہئے۔"

مصنف فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی پہلی اور دوسری عبارت کتاب "الاسماء والصفات" میں بھی موجود ہے اور دوسری عبارت کو حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں بھی نقل کیا ہے۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ذہبی رحمہ اللہ نے "کتاب العلو" میں بسند ذیل امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ایک روایت نقل کی ہے:

وقال ابن ابی حاتم الحافظ لنا احمد بن محمد بن مسلم ثنا علی بن الحسن الکراعی قال قال ابو یوسف: ناظرت ابا حنیفة ستة اشهر فاتفق رأینا علی ان من قال القرآن مخلوق فهو کافر."

ترجمہ: امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے کامل چھ ماہ تک امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مناظرہ

کے بعد جمہور علماء اس پر متفق ہوئے کہ جو شخص قرآن کو مخلوق مانتا ہو وہ کافر ہے۔"
ابن قیمؒ "کتاب العلو" میں امام محمد رحمہ اللہ کی حسب ذیل روایت بھی موجود ہے۔ فرماتے ہیں احمد بن قاسم بن عطیہ فرماتے ہیں کہ ابو سلیمان جوزجانی نے فرمایا کہ میں نے امام محمد بن الحسن سے سنا وہ فرماتے تھے:

"واللہ لا اصلی خلف من یقول القرآن مخلوق و لا استفتی الا امرت بالاعادة."

ترجمہ:- "بخدا! میں قرآن کو مخلوق ماننے والے کے پیچھے نماز ہرگز نہیں پڑھوں گا اور اگر مجھ سے استفتاء کیا جائے تو میں نماز کے لوٹانے کا حکم دوں گا۔"

تنبیہ:۔۔۔ حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

قرآن کے مخلوق ہونے سے ان ائمہ کرام کی مراد یہ ہے کہ قرآن کو نہ اللہ کی صفت مانا جائے، نہ اس کی ذات کے ساتھ قائم، بلکہ خدا سے الگ ایک علیحدہ مخلوق چیز قرار دیا جائے (تو یہ کفر ہے اور اس کا قائل کافر ہے) اس لئے کہ قرآن یقیناً اللہ کا کلام ہے اور دوسری صفات کی طرح اس کی ایک صفت ہے جو خدا کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور جیسے خدا اور اس کی تمام صفات قدیم اور ازلی وابدی ہیں، اسی طرح قرآن بھی قدیم اور ازلی وابدی ہے، ہاں نبی ﷺ پر اس کا نازل ہونا اور آپ ﷺ کا اس کو اپنی زبان سے ادا کرنا بے شک حادث ومخلوق ہے۔ لہٰذا کلام لفظی (یعنی نبی ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ اور اس کے اجزاء) کا حادث اور مخلوق ہونا اس کے منافی نہیں ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی متعدد تصانیف میں اس کی تصریح فرمائی ہے مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ "مسایرہ" میں ص ۲۱۴ پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رحمہ اللہ نے (گمراہ فرقہ جہمیہ کے بانی) جہم بن صفوان کو خطاب کرکے فرمایا: "اخرج عنی یا کافر" (او کافر تو میرے پاس سے نکل جا)۔

اسی طرح حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ "رسالہ تسعینیہ" میں بسند امام محمد رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے (کسی موقع پر) فرمایا: "لعن اللہ عمرو بن عبید" (اللہ عمرو بن عبید پر لعنت کرے)۔

شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ "مسایرہ" میں فرماتے ہیں کہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جہم کو کافر (یا ابن عبید کو ملعون) محض سرزنش کہا ہے (یعنی زجر و توبیخ کے طور پر کافر یا ملعون کہہ دیا ہے، نہ یہ کہ امام کے نزدیک جہم اسلام سے خارج اور کافر ہے، اسی طرح ابن عبید)۔

حضرت مصنف رحمہ اللہ شیخ ابن ہمام کی اس رائے سے اختلاف کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

"ہمارے خیال میں یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ کیسے ممکن ہے کہ امام ایک مسلمان کو کافر کہہ دیں، درآنحالیکہ حدیث شریف میں کسی مسلمان کو کافر کہہ دینے پر شدید وعید آئی ہے۔ اس لئے امام کی شان سے یہ قطعاً بعید ہے کہ جہم ان کے نزدیک کافر نہ ہو اور وہ اس کو کافر کہہ دیں۔"

امام ابو عبداللہ بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سلیمان رحمہ اللہ سے بسند حارث بن ادریس رحمہ اللہ امام محمد رحمہ اللہ الفقیہ کی ایک روایت سنی ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"من قال ان القرآن مخلوق فلا تصل خلفه"

ترجمہ: "جو قرآن کو مخلوق کہتا ہو تو اس کے پیچھے نماز مت پڑھو (وہ مسلمان نہیں ہے)"

نیز امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن ابراہیم رحمہ اللہ الدقاق کی کتاب میں محمد بن سابق رحمہ اللہ کی ایک روایت بسند قاسم بن ابی صالح الہمدانی عن محمد بن ایوب الرازی عن محمد بن سابق پڑھی ہے، اس میں محمد بن سابق کہتے ہیں میں نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے دریافت کیا: "اکان ابو حنیفة یقول القرآن مخلوق؟" (کیا ابو حنیفہ رحمہ اللہ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل تھے؟) امام ابو یوسف نے فوراً فرمایا: "معاذ اللہ! ولا انا اقوله." "معاذ اللہ (ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور قرآن کو مخلوق مانیں) اور نہ ہی میں قرآن کو مخلوق مانتا ہوں۔ محمد بن سابق کہتے ہیں کہ میں نے پھر سوال کیا کہ: "اکان یری رای جهم؟" کیا ابو حنیفہ رحمہ اللہ جہمی عقائد کے قائل تھے؟ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا: "معاذ اللہ! ولا انا اقوله۔" "معاذ اللہ! (وہ جہم کو کافر کہتے ہیں) اور نہ ہی میں جہمی عقائد کا قائل ہوں۔

امام ابو عبداللہ بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

نیز امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے ابو عبداللہ الحافظ رحمہ اللہ نے بطور اجازت بسند ذیل:

قال انا ابو سعيد احمد بن يعقوب الثقفي قال ثنا عبدالله بن احمد ابن عبدالرحمن بن عبدالله الدشتكي قال: سمعت ابى يعقوب سمعت ابا يوسف القاضي."

اور بتایا کہ قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا:

"كلمت ابا حنيفة سنة جرداء في ان القرآن مخلوق ام لا؟ فاتفق رايه ورأيى على ان من قال القرآن مخلوق فهو كافر."

ترجمہ: "کہا: ایک سال تک میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اس مسئلہ پر بحث کرتا رہا ہوں کہ قرآن

مخلوق ہے یا نہیں؟ تب آخر ہم دونوں اس پر متفق ہوئے کہ جو کوئی قرآن کو مخلوق کہے وہ کافر ہے۔"

ابو عبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کے راوی سب ثقہ ہیں۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ "شفاء" میں بیان فرماتے ہیں کہ ابن منذر امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں: "لا یستتاب القدریۃ۔" (قدریہ (معتزلہ) سے توبہ نہ کرائی جائے) اور بیشتر علماء سلف "قدریوں" کو کافر کہتے ہیں۔

تمام کفریہ عقائد رکھنے والے فرقے اگرچہ مؤول ہوں اور قرآن و حدیث سے استدلال کریں تب بھی کافر ہیں، علمائے امت اس پر متفق ہیں:

قاضی عیاض رحمہ اللہ "شفاء" میں بیان فرماتے ہیں:

"ابن مبارک، اودی، وکیع، حفص بن غیاث، ابو اسحٰق فزاری، ہشیم اور علی بن عاصم اور ان کے علاوہ علماء اور بیشتر محدثین، فقہاء اور متکلمین جہمیہ، قدریہ، خوارج اور تمام گمراہ عقائد رکھنے والے فرقوں اور باطل تاویلیں کرنے والے ملحدوں کو کافر کہتے ہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں "الفرق بین الفرق" کے مصنف استاذ ابو منصور بغدادی نے اپنی کتاب "الاسماء والصفات" میں غالی (حد سے تجاوز کرنے والے) مبتدعین کی تکفیر پر بہت سیر حاصل بحث کی ہے جیسا کہ "شرح احیاء" میں ج:۲ ص ۲۵۲ پر مذکور ہے۔

تنبیہ: ۔ حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ تنبیہ فرماتے ہیں: ظاہر ہے کہ بدعت اور ہوئی وہی گمراہی کہلاتی ہے جو کسی شبہ پر مبنی ہو (یعنی ہر بدعت اور گمراہی کسی نہ کسی شبہ اور تاویل پر مبنی ہوتی ہے) لہٰذا ان ائمہ محدثین، فقہاء اور متکلمین کی تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ تاویل متاول کو کفر سے نہیں بچاتی (یعنی متاول تاویل کرنے کے باوجود کافر ہے)۔

سنت اور بدعت کا فرق اور معیار

محقق محمد بن وزیر یمانی (کے مذکورہ ذیل بیان سے اس کی تائید واضح ہے وہ) "ایثار الحق" میں ص ۳۲۱ پر فرماتے ہیں:

"بے شک سنت وہی ہے جس کا ثبوت ائمہ سلف سے حد شہرت کو پہنچا ہوا ہو اور نصوص شرعیہ کے طریق پر احادیث صحیحہ سے ثابت ہو اور اگر سنت کا معیار یہ نہ ہو گا تو تمام بدعتیں (اور گمراہیاں) سنت کے تحت آ جائیں گی اس لئے کہ ہر مبتدع (اور ملحد) اپنی بدعت (والحاد) کا ثبوت قرآن و حدیث کی کسی عام یا مجمل نص سے یا استنباطات سے ہی پیش کرتا ہے۔"

قطعی اور یقینی ارکانِ اسلام اور اسماء وصفاتِ الٰہیہ کی کوئی (نئی) تفسیر بھی جائز نہیں:

یہی محقق (اسی کتاب کے ص:۱۵۵ پر) فرماتے ہیں:

"باقی تفسیر میں ہم اسلام کے قطعی ارکان اور اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی تفسیر کی بھی اجازت نہیں دیں گے، اس لئے کہ وہ بالکل واضح ہیں ان کی مراد اور مصداق (امت کے نزدیک) متعین ہے (ہر مسلمان جانتا اور سمجھتا ہے) ان کی تفسیر وہی گمراہ لوگ کرتے ہیں جو ان میں تحریف کرنا چاہتے ہیں، جیسے ملحد باطنیہ"●

گمراہ فرقے کس قسم کی آیات واحادیث سے استدلال کرتے ہیں:

یہی محقق اسی کتاب کے ص:۲۶۰ پر فرماتے ہیں:

"یہی وجہ ہے کہ تم اسی قسم کی عام یا محتمل آیات واحادیث سے اکثر وبیشتر گمراہ فرقوں کو استدلال کرتا ہوا پاؤ گے اور ہر باطل عقیدہ والا اپنی تائید کے لئے اسی قسم کی عام یا محتمل آیات واحادیث کا سہارا لیتا ہے، حتیٰ کہ ضروریاتِ دین کا انکار کرنے والا بھی، جیسے اتحادی فرقے نے غالی لوگ (یعنی وحدۃ الوجود کے غالی قائلین جو "اللہ کے سوا اور کسی کو موجود ہی نہیں مانتے اور "کل شیء ھالک الا وجھہ۔" سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "ھالک" "موجود نہیں، معدوم ہوتا ہے")۔"

احتیاط:

یہی محقق ص:۳۲۰ پر فرماتے ہیں:

"جو گمراہ فرقہ غالی نہ ہو (مثلاً اپنے سوا اور مسلمانوں کو کافر یا گمراہ نہ کہتا ہو) اس کے بارے میں سلف صالحین کا مسلک ہی صحیح ہے کہ ان کو کافر نہ کہا جائے مگر دو شرطوں کے ساتھ، ایک یہ کہ اس بدعت (فاسد عقیدہ) اور اس کے ماننے والوں کو قطعی طور پر گمراہ اور بدعات کہا جائے، دوسرے یہ کہ جن علماء نے ان میں سے بیشتر کو کافر کہا ہے ان کو بھی بدنام نہ کہا جائے، اس لئے کہ ان گمراہ فرقوں میں سے بعض فرقے وہ ہیں جن کی گمراہی حد سے زیادہ بڑھی ہے ان کو کافر کہنے کا بھی ہم قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے (جیسے کافر کہنے کا کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے، بہر حال دونوں جانبیں برابر اور غیر یقینی ہیں) بلکہ ہم اس سلسلہ میں توقف کرتے ہیں اور ان کے کافر ہونے یا نہ ہونے کے یقینی علم اور قطعی فیصلہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔"

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

...... مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی

● یا جیسے ہمارے زمانے کے ملحد جو آیات قرآنیہ کے ایسے معنی بیان کرتے ہیں جو مراد نہیں ہو سکتے ہیں جن سے امت کے کان نا آشنا ہیں "اطیعوا اللہ" میں اللہ سے مراد "مرکز ملت" یعنی حاکم وقت اور رسول سے مراد حکومت ہے۔

"صارم المسلول" میں ص: ١٧٩ پر اسی رائے کو اختیار کیا ہے، وہ پندرہویں حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"ان (خوارج) کے اس مسلک نے ان پر ایسے فاسد عقیدے لازم کر دیے جن کے نتیجہ میں ان سے ایسے گھناؤنے ترین اعمال و افعال سرزد ہوئے جن کی بنا پر امت کے بیشتر علماء نے ان کو کافر کہا ہے، بعض علماء نے (از راہ احتیاط) توقف کیا ہے (اور کافر کہنے سے احتراز کیا ہے)۔"

ملحدین ومؤولین کے بارے میں

حضرات محدثین، فقہاء، متکلمین اور کبار محققین، نیز مصنفین کی ایک کثیر جماعت کے بیانات

حدیث خوارج کی تشریح اور اس کا مصداق:۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے "مسوّی" شرح "موطا امام مالک" میں ج ۲ ص: ۱۲۹ پر ● فرماتے ہیں:

"یہ قوم (جس کے خروج کی رسول اللہ ﷺ زیر بحث حدیث میں خبر دی ہے) وہی خارجی ہیں جنہوں نے حضرت علی ؓ کے زمانہ میں ان کے خلاف بغاوت کی اور حضرت علی نے ان کی سرکوبی فرمائی۔

"لا یجاوز حناجرھم" کے معنی یہ ہیں کہ ان کے قلوب قرآن کو قبول نہ کریں گے اور اعمال صالحہ (عمل بالقرآن) کے لئے محرک نہ ہوں گے۔

"یمرقون من الدین" کے معنی ہیں کہ وہ دین سے (نیز محمدی طریق پر) نکل جائیں گے۔ یہ ان کے کافر ہونے کی تصریح ہے، صحیحین کی دوسری روایت کے الفاظ اس سے زیادہ صریح ہیں، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"فاینما لقیتموھم فان فی قتلھم اجرا لمن قتلھم"

(بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۴)

ترجمہ "جہاں بھی وہ ہاتھ آئیں ان کو قتل کر دو، ان کو قتل کرنے میں قتل کرنے والے کے لئے اجر عظیم ہے۔"

"الرمیۃ" وہ شکار ہے جس کو تم نشانہ بنانے کا قصد کرو اور اس پر تیر مارو۔ "فتنظر... الخ" اس تشبیہ کا مقصود یہ ہے کہ تیر شکار کے جسم سے اتنی تیزی کے ساتھ نکل گیا کہ نہ اس پر ذرا سا خون لگا نہ لید، ایسی ہی تیزی سے یہ لوگ بھی اسلام میں داخل ہو کر فوراً اس سے نکل جائیں گے کہ اسلام سے ان کا کوئی علاقہ باقی نہ رہے گا۔"

امام شافعی ؒ کی خوارج کے بارے میں احتیاط کوشی اور اس کے دلائل:۔ امام شافعی ؒ (خوارج کے بارے میں بہت محتاط ہیں) فرماتے ہیں:

● مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ جامع مسجد دہلی۔

مہاں اگر کوئی فرقہ خوارج کے عقائد اختیار کر لے اور مسلمانوں کی تمام جماعتوں سے علیحدہ ہو جائے اور سب کو کافر سمجھنے لگے تب بھی ان سے جنگ کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت پہنچی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسجد کے ایک گوشہ میں ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا "ان الحکم الا للہ" (حکومت تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے) اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کلمہ تو حق ہے مگر جس ارادے کے لئے استعمال کیا گیا ہے وہ باطل ہے۔ اس کے بعد فرمایا تمہارے ہم پر تین حق ہیں۔

۱)۔۔ ہم کو اللہ کے گھروں (مسجدوں) میں آنے اور اس کا ذکر کرنے (نماز پڑھنے) سے نہ روکیں۔

۲)۔۔۔ جب تک تمہارے ہاتھ ہمارے ہاتھوں کے ساتھ رہیں (تم ہمارے دوش بدوش دشمنان اسلام سے جنگ کرتے رہو) تم کو مالِ غنیمت کے حصہ سے محروم نہ کریں۔

۳)۔۔۔ تم سے جنگ کرنے میں پہل نہ کریں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کے برعکس حنبلی محدثین کا قول ہے کہ (یہ کافر ہیں) ان کو قتل کرنا جائز ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے استدلال کا جواب

از روئے روایت یعنی نقلی دلیل۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے، میرے نزدیک از روئے روایت بھی اور از روئے درایت بھی محدثین کا قول ہی صحیح ہے۔ از روئے روایت تو صحیح بخاری کی دوسری مرفوع روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاف اور صریح الفاظ میں فرماتے ہیں: "فاینما لقیتموھم فاقتلوھم" باقی رہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول تو اس کا حاصل تو صرف یہ ہے کہ محض امام کی امامت (اور حکومت) پر اعتراض اور طعن و تشنیع کرنا اس وقت تک موجب قتل نہیں جب تک کوئی امام کی اطاعت سے دست کش نہ ہو، ہاں اگر اطاعت سے انکار کرے گا تو باغی کہلائے گا یا رہزن (اور ضرور قتل کیا جائے گا) اسی طرح اگر "ضروریات دین" میں سے کسی امر کا انکار کرے گا تو اس انکار کی بنا پر ضرور قتل کیا جائے گا لیکن نہ اس وجہ سے کہ امام کی امامت پر اعتراض یا اس کی اطاعت سے انکار کیا ہے (بلکہ اس لئے کہ اس نے ضروریات دین کا انکار کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب صرف یہ ہے کہ محض امام کی امامت پر اعتراض اور طعن و تشنیع موجب قتل نہیں ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ضروریات دین کا انکار یا امام کی اطاعت سے انکار علی الاعلان بھی ان کے نزدیک موجب قتل نہیں)۔"

تمثیل: اس کی مزید وضاحت کے لئے یوں سمجھئے کہ ایک مفتی کے سامنے جب کسی شخص مثلاً زید
کے کسی خاص فعل وعمل کا ذکر کرکے فتوی دریافت کیا جائے تو وہ اس پر جائز ہونے کا حکم لگاتا ہے پھر
اسی شخص (زید) کے کسی دوسرے فعل وعمل کے متعلق فتوی دریافت کیا جاتا ہے تو وہ اس پر فاسق ہونے
کا حکم لگاتا ہے اور جب کسی تیسرے فعل کے متعلق فتوی دریافت کیا جاتا ہے تو وہ اس پر کافر ہونے کا
حکم لگاتا ہے۔ (ان تینوں فتووں میں کوئی تضاد نہیں، اپنی اپنی) جگہ تینوں صحیح ہیں، اس لئے کہ ہر عمل کا
حکم الگ ہے، جس کے متعلق استفتاء کیا گیا، مفتی نے اسی کا حکم بیان کردیا، ہوسکتا ہے کہ یہ شخص تینوں
قسم کے افعال کا مرتکب ہو تو اس کے حق میں تینوں فتوے درست ہوں گے)

مذکورہ بالا واقعہ میں اس خارجی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے صرف مسئلہ "تحکیم" پر اعتراض کیا
ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے اسی کا حکم بیان فرمادیا، اگر وہ خارجی ان کے سامنے قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ
کی شفاعت سے انکار کرتا، یا حوض کوثر کا انکار کرتا، یا اسی قسم کے کسی اور قطعی ویقینی عقیدہ یا حکم کا انکار کرتا
تو آپ رضی اللہ عنہ یقیناً اس پر کافر ہونے کا حکم لگاتے (لہٰذا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے
خارجیوں کے کافر نہ ہونے پر استدلال کرنا درست نہیں ہوسکتا)

باقی "اولئک الذین نھانی اللہ عنھم" والی حدیث منافقین کے حق میں ہے، نہ کہ زنادقہ
اور ملحدوں کے حق میں (جیسا کہ عنقریب آتا ہے)

کافر، منافق اور زندیق کا فرق: حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ دین حق کا مخالف اگر سرے سے حق کا اقرار ہی نہیں کرتا اور نہ
ظاہراً حق کو قبول کرتا ہے نہ باطناً تو وہ "کافر" ہے اور اگر زبان سے تو اقرار کرتا ہے مگر دل سے اس کا
منکر ہے تو وہ "منافق" ہے، اور اگر بظاہر تو دین حق کا اقرار کرتا ہے لیکن ضروریات دین میں سے کسی
امر کی ایسی تشریح وتعبیر کرتا ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین کی تعبیر وتشریح کے، نیز اجماع امت کے خلاف
ہے تو وہ "زندیق" ہے مثلاً ایک شخص قرآن کے حق ہونے کا تو اقرار کرتا ہے اور اس میں جنت ودوزخ
کا جو ذکر آیا ہے اس کو بھی مانتا ہے مگر کہتا ہے کہ جنت سے مراد وہ فرحت ومسرت ہے جو مومنین کو
اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کی وجہ سے حاصل ہوگی، اور نار جہنم سے مراد وہ ندامت واذیت ہے جو
کافروں کو اعمال شنیعہ اور اخلاق ذمیمہ کی وجہ سے حاصل ہوگی اور کہتا ہے کہ اس کے سوا اور جنت
ودوزخ کی حقیقت کچھ نہیں تو یہ "زندیق" ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے "اولئک الذین نھانی اللہ
عنھم" صرف منافقین کے حق میں فرمایا ہے، نہ کہ زندیقوں (یا کافروں) کے حق میں بھی۔

ازروئے درایت یعنی عقلی دلیل: باقی محدثین کا قول عقلاً اس لئے صحیح ہے کہ جس طرح

شریعت نے زندقہ کی سزا قتل اس لئے مقرر کی ہے کہ یہ سزا ارتداد کا قصد کرنے والوں کے لئے ارتداد سے مانع ہو، اور اس دین حق کی حفاظت وصیانت کا وسیلہ بنے جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے۔ اسی طرح اس حدیث میں (خوارج) زندیق کی سزا قتل تجویز کی ہے تاکہ یہ سزا زندیقوں کے لئے زندقہ (دین کی تحریف) سے باز رکھنے کا وسیلہ بن سکے، اور دین میں ایسی فاسد تاویلوں کا راستہ بند کرنے کا ذریعہ بن سکے جن کو زبان پر لانا بھی درست نہیں۔

تاویل کی قسمیں اور ان کا حکم اور زندقہ کی حقیقت: ...حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"پھر سمجھئے! تاویلیں دو قسم کی ہیں، ایک وہ تاویل جو قرآن وحدیث کی کسی قطعی نص اور اجماع امت کے خلاف نہ ہو، دوسری تاویل وہ ہے جو کسی نص قطعی یا اجماع امت کے منافی اور مخالف ہو۔ ایسی تاویل کرنا ہی الحاد وزندقہ ہے، چنانچہ ہر وہ شخص جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رویت کا، یا عذاب قبر کا، یا منکر نکیر کے سوال وجواب کا، یا صراط، حساب اور جزاء اعمال وغیرہ کا انکار کرے خواہ یہ کہے کہ میں ان (احادیث کو صحیح اور) ان کے راویوں کو ثقہ نہیں مانتا، خواہ یہ کہے کہ راوی تو ثقہ ہیں مگر یہ احادیث مؤول ہیں، پھر تاویل ایسی بیان کرے جو نہ صرف غلط اور فاسد بلکہ اس سے قبل کبھی نہ سنی گئی ہو تو وہ "زندیق" ہے، اسی طرح جو شخص مثلاً شیخین رضی اللہ عنہما یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے متعلق کہے کہ یہ "جنتی نہیں ہیں" حالانکہ ان دونوں حضرات کے حق میں بشارت جنت کی حدیثیں حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں، یا یہ کہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء تو ضرور ہیں، لیکن اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی کے نام سے موسوم نہ کیا جائے (یعنی کسی کو نبی نہ کہا جائے) باقی نبوت کی حقیقت یعنی کسی انسان کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث ہونا، اس کی اطاعت کا فرض ہونا، اس کا گناہوں سے معصوم ہونا اور اجتہادی امور میں غلطی پر قائم رہنے سے محفوظ ہونا اور اس کے علاوہ خصائص نبوت، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی اماموں کے لئے ثابت اور محقق ہیں۔" تو یہ شخص بھی قطعاً "زندیق" ہے اور تمام حنفی وشافعی علماء متاخرین ایسے شخص کے کفر اور قتل پر متفق ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا بیان نقل کرنے کے بعد حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

اس بیان سے "زندقہ" کی حقیقت اور اس کا حکم دونوں معلوم اور واضح ہو گئے، نیز یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ضروریات دین میں تاویل کفر سے نہیں بچا سکتی۔

نیز فرماتے ہیں کہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خوارج کو کافر نہ کہنے کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جو روایت پیش کی ہے "الصارم المسلول" میں ص:۱۷۵ پر حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے "السنۃ الرابعۃ عشر" کے تحت چودھویں حدیث کے ذیل میں اس پر نہایت سیر حاصل بحث کی ہے اور میرے نزدیک حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق "الصارم" میں اس سے زیادہ صحیح اور درست ہے جو حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے "منہاج السنۃ" میں اختیار کی ہے وہ ص:۱۹۳ پر فرماتے ہیں:

"وبالجملة فالكلمات في هذا الباب ثلاثة: احدهن ما هو كفر، مثل قوله.

ان هذه لقسمة ما اريد بها وجه الله." (منہاج السنۃ ص ۱۹۳)

ترجمہ: "غرض اس (شکوہ رسول کے) سلسلہ میں تین قسم کے الفاظ آتے ہیں، ایک وہ کلمات جو یقیناً کفر محض ہیں، جیسے ذوالخویصرہ کا یہ قول کہ: "یہ تقسیم یقیناً لوجہ اللہ نہیں کی گئی ہے" (اس لئے ذوالخویصرہ بلاشبہ کافر ہے)۔"

حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اور جب خوارج کا یہ سرگروہ ان کلمات کی بنا پر کافر ٹھہرا ہے تو اس کے پیرو اور متبعین بھی یقیناً کافر ہیں، نیز فرماتے ہیں یہ تو مخالفوں اور دشمنوں کے تکلیف دہ اور توہین آمیز کلمات شکایت ہیں جن کا مقصد ہی ایذا رسانی اور توہین ہے، باقی مذکورہ ذیل کلمات شکوہ وشکایت: "ان نسائك ينشدنك الله العدل" (بے شک آپ کی بیویاں آپ سے اللہ کے نام پر انصاف چاہتی ہیں) (یہ تو ایک محبت وعظمت اور عقیدت احترام سے لبریز قلب سے نکلی ہوئی التجا ہے ❶ اس کو موذی ذوی الخویصرہ کی ہرزہ سرائی اور زہر افشانی سے کیا نسبت) ان کا مقصد صرف ازواج مطہرات کے درمیان مساوات برتنے کی درخواست واستدعاء ہے اور بس، نہ کہ العیاذ باللہ حق سے انحراف اور ظلم وجور کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے "شفا" میں ج:۲ ص:۲۲۲ پر فصل "فان قلت لم يقتل الخ۔" کے ذیل میں یہی فرق بتایا ہے۔

"حدیث مروق" کی محدثانہ تحقیق اور خوارج کے مرتد کافر ہونے پر استدلال:

مصنف نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

---

❶ — اس لئے کہ یہ محبت بھرے الفاظ اس شخص کی زبان سے نکلے ہیں جس کا باطن ایمان ویقین کے نور سے روشن اور دل محبت واحترام سے لبریز ہے اس لئے یہ یقیناً ایک ایسے امر کی استدعا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب نہیں یعنی تقسیم اور بیویوں کے درمیان مساوات اس کے برعکس ذوی الخویصرہ کے منہ سے نکلے کلمات اس کے خبث باطن اور ظلمت قلب کے ترجمان ہیں اور اس کا مقصد صرف اور توہین رسول ہے۔ از مترجم۔

یاد رکھئے! ان امور سے متعلق حدیث جن کی بنا پر ایک مسلمان کو قتل کرنا مباح ہے ❶ ''صحیح بخاری'' کتاب ''الدیات'' میں باب ''قول اللہ تعالیٰ ان النفس بالنفس'' کے تحت صحیح بخاری کے اکثر و بیشتر نسخوں میں ذیل کے الفاظ کے ساتھ مروی ہے: ❷

''لایحل دم امرأ مسلم یشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الا باحدیٰ ثلاث۔ (۱) النفس بالنفس۔ (۲) والثیب الزانی۔ (۳) والمارق من دینہ التارک للجماعۃ۔'' (بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۹)

ترجمہ: جو مسلمان لا الٰہ الا اللہ کی اور میرے رسول اللہ ہونے کی شہادت دیتا ہو اس کا خون بہانا حلال اور جائز نہیں، بجز ان تین صورتوں کے (جو موجب قتل ہیں) (۱) جان کے بدلے جان (مقتول کے قصاص میں قاتل کو قتل کیا جائے گا)۔ (۲) شادی شدہ ہو کر زنا کرے (سنگسار کیا جائے گا)۔ (۳) دین سے نکل جائے، جماعت مسلمین سے الگ ہو جائے (زندیق و مرتد ہے قتل کیا جائے گا)۔''

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس ''المارق لدینہ التارک للجماعۃ'' کا اولیٰ مصداق مرتد کو قرار دیتے ہیں اور اس کی تائید میں احادیث سے شواہد پیش فرماتے ہیں، لیکن بالکل یہی عنوان ''المروق من الدین والاسلام'' اور یہی لفظ: ''یمرقون من الدین'' خوارج کی مشہور احادیث میں آئے ہیں لہٰذا ان خوارج کا حکم بھی وہی ہونا چاہئے جو مرتدین کا ہے، یعنی کفر اور قتل (نہ کہ باغی مسلمانوں کا)۔

خوارج کے متعلق حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تحقیق: — (حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ''فتاویٰ

---

❶ حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ حاشیہ میں [illegible] کے قتل نہ کرنے کے بارے میں علماء کے لئے ایک قابل قدر [illegible] بیان فرماتے ہیں:

''یاد رکھئے! رسول اللہ ﷺ نے [illegible] کے بارے میں حکم شرعی (قتل) نہ دینے اور [illegible] کی جانب [illegible] علوم ہوتا ہے کہ ان کے قتل کا حکم اعتبار سے ہے [illegible] سے متصف نہیں ہیں۔'' فرماتے ہیں: ''پھر اس لئے بھی (آپ ﷺ نے ان کو) قتل نہیں کیا؟ [illegible] دعوت کی تکمیل آپ ﷺ کے قتل کے باعث ہوتی ہے [illegible] کو منصب سے [illegible] ان کا قتل بھی آسان [illegible] ہو جاتے۔'' از مصنف۔

❷ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ''فتح الباری'' میں ج ۱۲ ص [illegible] کشمیہنی سے بروایت ابو ذر یہ حدیث ''المارق لدینہ التارک للجماعۃ'' کے الفاظ کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ کشمیہنی کے علاوہ باقی تمام حضرات امام بخاری سے اس کے بجائے ''المفارق من الدین'' روایت کرتے ہیں، نسفی و جرجانی اور [illegible] اسی روایت کو ''المفارق لدینہ'' کے الفاظ کے ساتھ روایت کرتے ہیں (یعنی یہ حدیث امام بخاری سے تین طرح سے مروی ہے۔ (۱) کشمیہنی کے طریق میں ''المارق لدینہ'' کے الفاظ ہیں۔ (۲) [illegible] کے طریق میں ''المارق لدینہ'' کے الفاظ ہیں۔ (۳) صحیح بخاری کے عام نسخوں میں ''المارق من الدین'' کے الفاظ ہیں۔ حقیقت ایک روایت کے الفاظ دوسری روایت کے الفاظ کی شرح کرتے ہیں فرق صرف الفاظ کا ہے معنی و مراد ایک ہے۔

میں چنگیزی تاتاریوں اوران کے اعوان وانصار مسلمانوں کے بارے میں ایک استفتاء کے جواب کے تحت ان تمام فرق باطلہ وزائغہ کے معتقدات واحکام مع دلائل بیان فرماتے ہیں جو خود کو مسلمان کہتے کہلاتے ہیں، مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس طویل ومبسوط بیان سے اپنے موضوع سے متعلق ذکر وہ ذیل اقتباسات پیش فرماتے ہیں)

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے "فتاویٰ" میں ج: ۴ ص: ۲۸۵ پر اول خوارج کے متعلق علمائے امت کے دو قول نقل فرماتے ہیں اور کہتے ہیں:

"تمام امت خوارج کی مذمت اور ان کو گمراہ کہنے پر متفق ہے، اختلاف صرف ان کو کافر کہنے کے بارے میں ہے، اس سلسلہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں دو قول ہیں (یعنی مالکیہ اور حنابلہ کے مستقل دو قول ہیں، بعض کافر کہتے ہیں اور بعض نہیں) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں بھی ان کے بارے میں ایسا ہی اختلاف ہے (بعض شوافع کافر کہتے ہیں بعض نہیں) اس لئے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ مجتہدین کے مذہب میں ان خوارج کے بارے میں پہلے طریق کار کی بنا پر (کہ تمام باغی فرقے یکساں ہیں اور ان کا حکم بھی ایک ہے) دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ یہ باغیوں کی طرح مسلمان ہیں، دوسرے یہ کہ یہ مرتدین کی طرح کافر ہیں، ان کو ابتداءً بھی (یعنی آمادۂ جنگ ہونے بغیر بھی) قتل کرنا جائز ہے، اسی طرح ان کے قیدیوں کو قتل کرنا بھی درست ہے، بھاگتے ہوؤں کا تعاقب کرنا بھی جائز ہے اور جو قبضہ میں آجائیں ان سے مرتد کی طرح توبہ کرائی جائے اگر توبہ کرلیں تو فبہا ورنہ قتل کر دیا جائے، چنانچہ ان زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں کے متعلق جو امام سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں ایک یہ کہ وجوب زکوٰۃ کا اقرار کرنے کے باوجود محض امام کو زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کرنے کی بنا پر ان کو کافر مرتد قرار دیا جائے، دوسرے یہ کہ ان کو باغی مسلمان کہا جائے۔"

اس کے بعد ص: ۳۰۰ پر حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی رائے بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں:

"صحیح یہ ہے کہ یہ لوگ (چنگیز خانی ترک، تاتاری) تاویل کرنے والے باغیوں میں سے نہیں ہیں، اس لئے کہ ان کے پاس کوئی قابل قبول تاویل جس کی بنا پر گنجائش ہو، قطعاً نہیں ہے، یہ تو ٹھیک دین سے نکل جانے والے خارجیوں، زکوٰۃ سے انکار کرنے والے مرتدوں، مسلمان ہونے کے باوجود سود کو حلال کہنے والے اہل طائف، فرقہ خرمیہ اور اسی نوع کے بے دین فرقوں کے قبیل سے ہیں جن سے اسلام کے احکام شرعیہ سے نکل جانے (اور کافر ہو جانے) کی بنا پر جنگیں کی گئی ہیں۔"

تکفیر خوارج کے باب میں فقہاء کا اشتباہ اور وجہ اشتباہ:

اس کے حافظ ابن

جیسے بعض فقہاء کو جس چیز سے (خوارج کے بارے میں) دھوکہ لگا ہے (اور انہوں نے ان پر باغی مسلمان ہونے کا حکم لگایا ہے) اس پر متنبہ فرماتے ہیں:

"یہ ایک مقام ہے جس میں اکثر مصنفین فقہاء نے دھوکہ کھایا ہے، صرف اس لئے کہ مؤرخین مصنفین نے باغیوں سے جنگ کرنے کے ذیل میں مانعین زکوٰۃ اور خوارج کی جنگ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اہل بصرہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمنواؤں کے ساتھ جنگ کو ایک قرار دے کر "قتال بغاۃ" کے تحت دونوں کو جمع کر دیا اور ان تمام جنگوں (یکساں اور) شرعاً مامور بہ قرار دے دیا باغیوں کے احکام و مسائل متفرع کئے جیسے یہ تمام لڑائیاں سب یکساں اور ایک نوع کی ہیں اور ان مصنفین کی بہت بڑی غلطی ہے۔ اس مسئلہ میں صحیح رائے (اور فیصلہ) وہی ہے جو امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ حدیث و سنت اور اہل مدینہ کی ہے کہ ان دونوں قسم کی لڑائیوں میں فرق کرنا چاہئے۔ (پہلی قسم کے لوگ کافر و مرتد ہیں اور ان سے لڑائیاں "قتال کفار" کے ذیل میں آنی چاہئیں اور ان پر کفار کے احکام مرتب کرنے چاہئیں، اور دوسری قسم کے لوگ مسلمان باغی ہیں ان سے لڑائیاں "قتال بغاۃ" کے ذیل میں آنی چاہئیں اور ان پر مسلمان باغیوں کے احکام مرتب کرنے چاہئیں)۔"

(دیکھئے حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے خوارج کا ان کے نزدیک کافر ہونا محقق ہو گیا)

روزہ، نماز کی پابندی کے باوجود مسلمان مرتد ہو جاتا ہے

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۹۶ پر ان تمام نہاد مسلمانوں کے متعلق جو تاتاریوں کا ساتھ دے رہے تھے فرماتے ہیں:

"اور ان چنگیزیوں کے اعوان و انصار مسلمانوں) میں احکام شرعیہ اسلامیہ سے اتنا ہی ارتداد موجود ہے جتنا اس (چنگیز خان نے) احکام شرعیہ اسلامیہ سے انحراف کیا ہے، اور جبکہ سلف صالحین (صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ) نے زکوٰۃ سے انکار کرنے والوں کا نام مرتد رکھا حالانکہ وہ نمازیں بھی پڑھتے تھے روزے بھی رکھتے تھے اور عام مسلمانوں سے جنگ بھی نہیں کرتے تھے (تو ان کو کیوں مرتد نہ کہا جائے؟ یہ صریح کفریہ شرکیہ اعمال و افعال کے مرتکب ہیں، معلوم ہوا حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک موجب ارتداد قول و فعل کا ارتکاب اور ضروریات دین سے انکار کرنے والے، روزہ، نماز کی پابندی کرنے کے باوجود کافر و مرتد ہو جاتے ہیں)"۔

کلمہ شہادت پڑھنے اور خود کو مسلمان کہنے اور سمجھنے کے باوجود انسان کافر و مرتد ہو جاتا ہے:

ص ۲۸۳ پر "الطریقۃ الثانیۃ" (کہ دونوں قسم کی لڑائیوں کو الگ الگ رکھا جائے)

کے تحت فرماتے ہیں:

"بحث ان تاتاریوں کے متعلق ہے جو آئے دن شام پر خونریز حملے کرتے اور بے قصور مسلمانوں اور ان کے بیوی بچوں کا خون بہاتے رہتے ہیں، حالانکہ زبان سے کلمہ شہادت بھی پڑھتے ہیں بلکہ مسلمان بھی کہتے ہیں اور اس پہلے کفر سے کنارہ کش بھی ہو چکے ہیں، جس پر پہلے قائم تھے یعنی مسلمان ہو گئے ہیں، مگر اس کے باوجود مسلمانوں کے جان و مال کو مباح اور لوٹ مار کو حلال سمجھتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کو کیا کہا جائے؟ مسلمان باغی یا کافر و مرتد؟ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے جان و مال کو اپنے لئے حلال سمجھے وہ کافر ہے)"۔

ص:۲۴۲ پر (ان لوگوں کی تردید و تجہیل کرتے ہوئے جو "جمل" و "صفین" کی جنگوں کو بھی خوارج و حروریہ کی جنگوں کو یکساں قرار دیتے ہیں) فرماتے ہیں:

"جیسا کہ دین سے نکل جانے والے خارجیوں کے بارے میں بھی یہی کہا جاتا ہے (کہ وہ بھی رافضیوں اور معتزلیوں کی طرح "جمل" و "صفین" میں جنگ کرنے والے صحابہ کو کافر یا فاسق کہتے ہیں) اس لئے سلف صالحین (صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ) اور ائمہ دین کے ان کی تکفیر کے متعلق بھی دو قول مشہور ہیں (جن کا تذکرہ سابقہ اقتباسات میں آچکا ہے)۔"

انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر طعن و تشنیع اور ان کی توہین و تذلیل کرنے والے مسلمان، کافر و مرتد ہیں:

ص:۲۳۶ پر باطنی فرقہ کے شاہان مصر (فاطمیین) کے کفر و ارتداد پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"پھر ان باطنیوں نے حضرت مسیح (عیسیٰ) علیہ السلام کو خاص طور پر ہدف طعن و تشنیع بنایا اور ان کو یوسف نجار (بڑھئی) کی جانب منسوب کیا (کہ وہ یوسف نجار کے بیٹے تھے) ان کو عقل و تدبر سے کورا اور بے وقوف بتلایا اس لئے کہ وہ اپنے دشمنوں کے ہاتھ آ گئے، یہاں تک کہ انہوں نے ان کو سولی پر چڑھا دیا، لہٰذا یہ لوگ حضرت مسیح علیہ السلام پر سب و شتم اور طعن و تشنیع کرنے میں یہودیوں کے ہمنوا ہیں (ان کے کہ انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر طعن و تشنیع کرنا اور ان کو بدنام و رسوا کرنا ہمیشہ سے یہودیوں کا شیوہ رہا ہے) بلکہ یہ تو یہودیوں سے بھی زیادہ برے اور ضرر رساں ہیں کہ مسلمان اور قرآن کے مدعی ہو کر انبیاء علیہم السلام پر طعن و تشنیع اور ان کی توہین و تذلیل کرتے ہیں (اس لئے یقیناً کافر و مرتد ہیں)۔"

ص:۲۹۳ پر اس امر کی (کہ کفار کی بنسبت ایک مسلمان کے موجب کفر و ارتداد قول و فعل

سیاست اور مضرت بہت زیادہ ہے) مزید وضاحت فرماتے ہیں:

"اس لئے کہ اصلی مسلمان جب اسلام کے کسی بھی قطعی حکم یا عقیدہ سے منحرف و مرتد ہو جائے تو وہ اس کافر سے بدرجہا زائد ضرر رساں ہوتا ہے جو ابھی تک اسلام میں داخل نہیں ہوا جیسے وہ زکوٰۃ سے انکار کرنے والے مرتدین جن سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (دوسرے تمام کافروں اور مشرکوں کو چھوڑ کر) جنگ ● کی (اس لئے کہ ان کا کفر و انحراف اسلام کی بنیادوں کو ہلا دینے والا تھا)۔"

زندیقوں اور ملحدوں کا الحاد و زندقہ ظاہر ہو جانے اور منظر عام پر آ جانے کے بعد ان کی توبہ بھی مقبول نہیں:

(حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ زندیقوں اور ملحدوں کے کفر و ارتداد کو ثابت کرنے کے بعد ان کی توبہ کے معتبر ہونے یا نہ ہونے کے متعلق فقہاء کے اقوال نقل فرماتے ہیں)

صاحب "درمختار" ان فرقوں کے ذیل میں جن کی توبہ مقبول نہیں فرماتے ہیں:

فتح القدیر میں ہے کہ وہ منافق جو (دل میں) کفر کو چھپاتا اور (زبان سے) اسلام کا اظہار کرتا ہے اس زندیق (بے دین) کی طرح ہے جو کسی دین کو بھی نہ مانتا ہو، (اور جیسے اس کی توبہ مقبول نہیں، ایسے ہی اس کی بھی توبہ مقبول نہیں) اسی طرح اس شخص یا فرقہ (کی توبہ بھی مقبول نہیں) جس کے متعلق معلوم ہو کہ وہ (ظاہر میں مسلمان کہلانے کے باوجود) باطن میں کسی بھی ضروریاتِ دین کا انکار کرتا ہے، مثلاً شراب کی حرمت کہ ظاہر میں تو اس کے حرام ہونے کے اعتقاد کا اظہار کرے (مگر باطن میں شراب کو حلال جانتا اور سمجھتا ہو) پوری بحث فتح القدیر میں ہے (جس کا حاصل یہ ہے کہ جیسے زندیق کی توبہ کا اعتبار نہیں، اس لئے کہ وہ خدا کو مانتا ہی نہیں ایسے ہی اس منافق کی توبہ پر بھی اطمینان نہیں)۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ "ردالمحتار" میں ج ۳ ص ۲۹۷ و ۳۱۰ طبع جدید ۴ ۱۳۱۲ھ پر "درمختار" کی مذکورہ بالا عبارت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"نور العین میں تمہید کے حوالہ سے مذکور ہے کہ ایسے گمراہ فرقے جن کی گمراہی اس طرح ظاہر ہو جائے اور منظر عام پر آ جائے کہ (اس کی بنا پر) ان کی تکفیر واجب ہو جائے، اگر وہ اس گمراہی سے باز نہ آئیں یا توبہ نہ کریں تو ان سب کا قتل کر دینا جائز ہے، ہاں اگر توبہ کر لیں اور مسلمان ہو جائیں تو

● اس تفصیل سے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا اقتباسات سے قطعی طور پر واضح اور متحقق ہو گیا کہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ تمام افراد و فرقے جو مسلمان کہلانے اور ظاہر ہونے کے باوجود اسلام کے قطعی اور یقینی عقائد و احکام سے منحرف ہوں اور انکار کریں یا انبیاء علیہم السلام بالخصوص حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب و شتم یا توہین و تذلیل کریں وہ نہ صرف کافر و مرتد اور واجب القتل ہیں بلکہ دوسرے تمام کافروں سے زیادہ مضر اسلام کے دشمن اور مضرت رساں ہیں، ان کی بیخ کنی سب سے زیادہ ضروری اور مقدم ہے، نہ یہ کہ ان کی کوئی تاویل بھی مسموع و معتبر نہیں۔ مترجم۔

ان کی توبہ قبول کر لی جائے گی، بجز رافضیوں میں سے اباحیہ، غالیہ اور شیعہ فرقوں کے اور اس طرح قرامطہ اور زنادقہ کے کہ ان کی توبہ کسی حال قبول نہ ہوگی خواہ توبہ کریں یا نہ کریں توبہ کرنے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی بہر حال ان کو قتل کر دیا جائے گا، اس لئے کہ یہ لوگ خالق عالم تو کسی کو مانتے ہی نہیں پھر توبہ و استغفار کس سے کریں گے؟ اور ایمان کس پہ لائیں گے؟"

اس کے بعد علامہ شامی رحمہ اللہ اس کی مزید تشریح اور اپنی رائے کا اظہار فرماتے ہیں:

"بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ اپنے گمراہ عقیدوں کا راز فاش ہونے (اور مسلمان حاکم تک معاملہ پہنچنے) سے پہلے توبہ کر لیتے ہیں تو ان کی توبہ قبول ہو جائے گی ورنہ نہیں۔"

وہ فرماتے ہیں:

"امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کا تقاضا بھی یہی ہے اور یہی بہترین فیصلہ ہے۔"

علامہ شامی رحمہ اللہ ج ۳ ص ۲۸۲ باب المرتد کے ذیل میں زندیق کی توبہ قبول نہ ہونے کے ثبوت کے لئے فرماتے ہیں۔

"حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ زندیق کی طرح اس شخص کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی جو بار بار مرتد ہوتا رہا ہو۔ امام مالک رحمہ اللہ امام احمد رحمہ اللہ اور امام لیث رحمہ اللہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اگر کسی نے بار بار ایسا کیا (یعنی بار بار توبہ کی اور بار بار منحرف و مرتد ہوتا رہا ہو) تو اس کو دھوکے سے قتل کر دیا جائے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ان کی گھات میں لگے رہیں، جونہی کسی وقت زبان سے کلمہ کفر کہے فوراً اسے قتل کر دیں، اس سے پہلے کہ وہ توبہ کرے، اس لئے کہ اس شخص کے طرز عمل سے توبہ و استغفار کے ساتھ استہزاء ظاہر ہو چکا (اور ایسے شخص کی توبہ ہی کیا جو توبہ و استغفار کے ساتھ بھی استہزاء کرے)۔" ❶

ضروریات دین کی طرح ہر قطعی امر کا انکار بھی موجب کفر ہے، ضروری اور قطعی کا فرق:

علامہ شامی رحمہ اللہ "رد المحتار" ج ۳ ص ۲۸۳ پر فرماتے ہیں:

"بظاہر شیخ ابن امام رحمہ اللہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ تکفیر کا حکم صرف ان امور کے انکار کے ساتھ مخصوص ہے جو ضروریات دین میں سے ہوں (یعنی بطور تواتر رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہوں) حالانکہ ہمارے (احناف کے) نزدیک تو تکفیر کے لئے صرف قطعی الثبوت ہونا شرط ہے اگرچہ ضروریات دین میں سے نہ بھی ہو، بلکہ ہمارے نزدیک تو ایسے قول و فعل پر بھی کافر کہا جا سکتا ہے

---

❶ مذکورہ بالا اقتباسات سے محقق ہو گیا کہ ملحد اور زندیق کی توبہ کسی کے نزدیک بھی اور کسی صورت میں بھی مقبول نہ ہوگی۔ از مترجم

موجب توہین و استخفاف نبی ہو اسی لئے شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے "مسایرہ" میں فرمایا ہے۔

"ماینفی الاستسلام او یوجب التکذیب فهو کفر"

ترجمہ: "ہر وہ (قول و فعل) جو تسلیم و اطاعت کے منافی ہو یا تکذیب (نبی) کے لئے موجب ہو وہ کفر ہے۔"

چنانچہ وہ تمام موجب توہین امور جو ہم حنفیہ کی جانب سے نقل کر چکے ہیں، جن میں قتل نبی سب سے اہم ہے کہ اس میں دین کی توہین سب سے زیادہ واضح ہے (پہلی شق میں داخل ہیں یعنی اطاعت و تسلیم دین کے منافی ہیں (اس لئے کہ توہین و استخفاف تسلیم و اطاعت کے قطعاً منافی ہے) بلکہ ہر اس امر کا انکار جو قطعی اور یقینی طور پر رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو (دوسری قسم میں داخل ہے یعنی) تکذیب (نبی) کا موجب ہے۔ باقی ان قطعی امور کا انکار جو ضروریات دین کے تحت نہیں آتے (یعنی ان کا ثبوت رسول اللہ ﷺ سے قطعی و یقینی نہیں ہے) مثلاً متوفی کی لڑکی کے ساتھ اس کی پوتی کو بھی چھٹے حصہ کا مستحق قرار دینا جو اجماع امت سے ثابت (اور یقینی) ہے تو حنفیہ ● کے بیان کے مطابق ان کا انکار بھی موجب کفر ہے (اس لئے کہ یہ انکار اطاعت و تسلیم دین کے منافی ہے) اس لئے کہ حنفیہ نے تکفیر کے لئے صرف ثبوت من الدین کے قطعی ہونے کی شرط لگائی ہے (ضروریات دین میں سے ہونا ان کے نزدیک شرط نہیں ہے) نیز فرماتے ہیں: اور یہ بھی ضروری ہے کہ منکر کو اس کے قطعی ہونے کا علم بھی ہو، اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک جن دو چیزوں پر تکفیر کا مدار ہے یعنی ایک تکذیب نبی اور دوسرے استخفاف و توہین دین، یہ اسی وقت متحقق ہوں گے جب کہ منکر کو اس بات کا علم بھی ہو (کہ میں اس امر قطعی کا انکار کر کے تکذیب نبی یا توہین دین کا ارتکاب کر رہا ہوں) اور جب اس کو اس بات کا علم ہی نہ ہو تو اس کو کافر نہیں کہا جا سکتا، الا یہ کہ اہل علم اس کو بتا دیں (کہ تم اس امر قطعی کا انکار کر کے تکذیب نبی یا توہین دین کے مرتکب ہو رہے ہو) اور اس کے باوجود وہ (باز نہ آئے اور) اپنی بات پر اڑا رہے (تو بے شک اس کو کافر کہا جائے گا)۔"

تکفیر کا ایک کلیہ قاعدہ: کسی بھی حرام قطعی کو حلال کہنے والا کافر ہے: حضرت

● ـــ حاصل یہ ہے کہ ضروریات دین میں سے کسی بھی امر کا انکار تو مطلقاً موجب کفر ہے، باقی حنفیہ ان قطعی امور کے انکار کو بھی مطلقاً کفر کہتے ہیں جو اگرچہ ضروریات دین میں سے تو نہ ہوں یعنی رسول اللہ ﷺ سے ان کا ثبوت تو قطعی نہ ہو مگر قطعی دلائل سے ثابت ہوں [illegible] ضروریات دین وہ امور ہیں [illegible] بھی واضح ہو [illegible] جن امور کو کہتے ہیں جن کا ثبوت رسول اللہ ﷺ سے قطعی ہو [illegible] رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو [illegible] اجماع [illegible] باتفاق مگر ہر امر ضروری قطعی ہے لیکن ہر امر قطعی کے لئے ضروری ہونا شرط نہیں [illegible] ضروری اور قطعی میں فرق ہے۔ از مترجم۔

مصنف رحمہ اللہ "تنبیہ" کے عنوان سے "شامی" کا مذکورہ ذیل اقتباس نقل فرماتے ہیں اور ان لوگوں کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں جو بے دھڑک حرام کو حلال اور حلال کو حرام کہہ دیتے ہیں فرماتے ہیں:

تنبیہ: علامہ شامی "البحر الرائق" کے حوالہ سے "رد المحتار" میں ج:۳ ص ۲۸۴ پر فرماتے ہیں "البحر الرائق میں مذکور ہے کہ (تکفیر کے باب میں) قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص کسی بھی امر حرام کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو تو اگر وہ امر حرام لعینہ (فی نفسہ حرام) نہیں ہے تو اس کے حلال کہنے والے کو کافر نہ کہا جائے گا، مثلاً غیر کا مال (یعنی کوئی شخص لوگوں کے مال کو اپنے لئے حلال سمجھتا ہو) اور اگر وہ حرام لعینہ (فی نفسہ حرام) ہے تو اس کے حلال ماننے والے کو کافر کہا جائے گا، بشرطیکہ قطعی دلیل سے اس کی حرمت ثابت ہو (جیسے کہ شراب و خنزیر) ورنہ نہیں، (یعنی اگر اس حرام لعینہ کی حرمت کسی قطعی دلیل سے ثبت نہ ہو تو اس کے حلال ماننے والے کو کافر نہ کہا جائے گا) بعض علماء کی رائے ہے کہ (صاحب البحر الرائق کی بیان کردہ) یہ تفصیل (اور فرق) اس شخص کے حق میں تو درست ہے اور جو (حرام لعینہ اور حرام لغیرہ اور اس کے فرق کو) جانتا ہو لیکن جو شخص اس سے ناواقف ہے اس کے حق میں یہ حرام لعینہ اور حرام لغیرہ کا فرق معتبر نہ ہوگا، بلکہ اس کے حق میں صرف قطعی ہونے یا نہ ہونے پر مدار ہوگا اگر امر قطعی کی حرمت کا انکار کرے گا تو کافر ہو جائے گا، ورنہ نہیں، مثلاً: اگر کوئی کہے کہ شراب حرام نہیں ہے تو اس کو کافر کہا جائے گا، تفصیل کے لئے البحر الرائق کی مراجعت کیجئے۔"

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علامہ شامی رحمہ اللہ نے "زکوٰۃ الغنم" کے ذیل میں ج:۲ ص ۲۵ پر تصریح کی ہے کہ تکفیر کا مدار قطعی ● ہونے پر ہے، اگرچہ حرام لغیرہ ہی ہو۔ (یعنی حرام لغیرہ کو بھی حلال کہے اور اس کی حرمت قطعی ہو تو اس کو کافر کہا جائے گا) فرماتے ہیں: مسئلہ نماز بدوں طہارت کے ذیل میں ج:ا ص:۴۷ پر بھی کچھ اس کا بیان آیا ہے۔

اصول دین اور امور قطعیہ کا منکر متفقہ طور پر کافر ہے:

(علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ "رد المحتار" میں ج:۳ ص ۳۱۰: ۴۲۸ پر طبع جدید "باب البغاۃ" میں ترک تکفیر خوارج سے متعلق "فتح القدیر" کی وہ عبارت جس کا حوالہ صاحب درمختار نے دیا ہے نقل کرنے کے بعد بطور استدراک

● ہمارے زمانے میں جو لوگ "سود" (ربو) جیسی قطعی چیز کو حلال کہہ رہے ہیں حالانکہ اس کی حرمت قرآن میں منصوص ہے "واحل الله البیع وحرم الربوا" ان کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔ دیکھئے قرآن کریم میں صرف اسی تحلیل ربو پر طائف [illegible] یا جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور مسلمان ہو چکے تھے اور روزہ و نماز کے قائل تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "یا ایها الذین آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله ورسوله" یہ آیت انہی اہل طائف کے حق میں نازل ہوئی جو سود کو حلال کہتے تھے یہی ان سے جنگ کی گئی ہے (مراجعت کیجئے فتاویٰ ابن تیمیہ ج ص ۲۸۲،۲۶۸) از مترجم۔

فرماتے ہیں:
"محقق شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے "مسایرۃ" میں تصریح کی ہے۔
کہ اصول دین اور ضروریات دین کا مخالف (منکر) متفقہ طور پر کافر ہے، مثلاً جو شخص عالم کو قدیم مانے یا حشر جسمانی کا انکار کرے۔ یا اللہ تعالیٰ کے عالم جزئیات ہونے کا منکر ہو (وہ متفقہ طور پر کافر ہے) اختلاف ان (اصول و ضروریات دین) کے علاوہ عقائد و احکام میں ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفات کے مبادی کا انکار (یعنی صفات الٰہیہ کے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم و قدیم ہونے کا انکار) یا اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے (خیر و شر دونوں کے لئے) عام ہونے کا انکار (یعنی صرف خیر کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت کے تحت داخل ماننا اور شر کو اس کے ارادہ و مشیت سے خارج کہنا) قرآن کو مخلوق کہنا (یعنی اس قسم کے نظری اور تفصیلی عقائد کے متعلق اختلاف ہے، بعض علماء ان کے منکر کو بھی کافر کہتے ہیں اور بعض علماء کافر نہیں کہتے بلکہ فاسق و مبتدع کہتے ہیں)۔"

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان کی تائید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:
"اسی طرح شرح "منیۃ المصلی" میں بیان کیا ہے کہ:
کسی شبہ (اور تاویل) کی بنا پر شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر) رضی اللہ عنہما کی خلافت کے منکر اور ان پر (العیاذ باللہ) سب و شتم کرنے والے کو بھی کافر نہیں کہا جائے گا (بلکہ فاسق و مبتدع کہا جائے گا) بخلاف اس شخص کے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خدا ہونے کا مدعی ہو (جیسے "حلولیہ" فرقہ کا عقیدہ ہے) اور یہ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بجائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لے جانے میں) غلطی کی ہے (جیسے غالی شیعہ کا عقیدہ ہے) ایسے لوگوں کو ضرور کافر کہا جائے گا، اس لئے کہ یہ عقیدہ یقیناً کسی شبہ (تاویل) اور تلاش حق کی کاوش و جستجو پر مبنی نہیں ہے (بلکہ محض کفر اور خباثت نفس ہے)۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ پر بہتان لگانے والا کافر ہے۔۔ اس کے بعد علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"میں کہتا ہوں کہ اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگانے یا ان کے والد بزرگوار (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے صحابی ہونے کا منکر ہو، اس لئے کہ یہ قرآن عظیم کی کھلی ہوئی تکذیب ہے جیسا کہ اس سے پہلے باب میں بیان ہو چکا ہے۔"

منکر خلافت شیخین رضی اللہ عنہما قطعاً کافر ہے (حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ منکر خلافت شیخین کے بارے میں شرح "منیۃ المصلی" کے مذکورہ بالا بیان سے اختلاف کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔)

اکثر فقہاء منکر خلافت شیخین رضی اللہ عنہما کو مطلقاً کافر کہتے ہیں، چنانچہ "درر منتقی" میں شرح "وہبانیہ" سے اس کے ثبوت میں ذیل کا شعر نقل کیا ہے:

وصح تکفیر نکیر خلافة ال

عتیق وفی الفاروق ذاك اظهر

ترجمہ: "خلافت عتیق، یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا منکر صحیح یہ ہے کہ کافر ہے بلکہ خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منکر بھی کافر ہے اور یہی بات قوی ہے۔"

فرماتے ہیں: بلکہ خلاصہ "الفتاویٰ" اور "صواعق" میں تو نقل کیا گیا ہے کہ:

"اصل (مبسوط) میں امام محمد بن الحسن نے اس کی تصریح کی ہے (کہ منکر خلافت شیخین رضی اللہ عنہما کافر ہے) اسی طرح "فتاویٰ ظہیریہ" میں بھی اسی کو صحیح کہا ہے جیسا کہ "فتاویٰ ہندیہ" (عالمگیری) میں مذکور ہے۔"

علامہ شامی رحمہ اللہ کا تساہل: فرماتے ہیں: لہٰذا امام ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے مذکورہ بیان میں بحوالہ شرح "منیۃ المصلی" شبہ کی بنا پر منکر خلافت شیخین کو کافر نہ کہنے میں تساہل سے کام لیا ہے چنانچہ "خزانۃ المفتیین" میں بھی اسی کو صحیح کہا ہے (کہ منکر خلافت شیخین مطلقاً کافر ہے) جیسا کہ "فتاویٰ البزازیہ" میں مذکور ہے۔

اسی طرح "فتاویٰ عزیزیہ" میں ج ۲ ص ۹۴ پر "برہان" سے اور "فتاویٰ بدیعیہ" سے اور ان کے علاوہ دیگر کتب فتاویٰ سے نیز بعض شوافع اور حنابلہ سے بھی نقل کیا ہے (کہ منکر خلافت شیخین کافر ہے) "برہان" کی عبارت حسب ذیل ہے:

"ہمارے علماء (احناف) اور امام شافعی رحمہم اللہ نے فاسق کی امامت کو اس مبتدع (گمراہ) کی امامت کو جس کی بدعت (گمراہی) پر کفر کا حکم نہ لگایا گیا ہو مکروہ کہا ہے نہ کہ فاسد جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ فاسد فرماتے ہیں، لہٰذا ہمارے نزدیک تمام اہل بدعت (گمراہ فرقوں) کے پیچھے نماز جائز ہے، بجز جہمیہ، قدریہ، غالی رافضی، خلق قرآن کے قائلین، خطابیہ اور مشبہ کے (کہ ان کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہیں، اس لئے کہ یہ تمام فرقے کافر ہیں)۔"

فرماتے ہیں: حاصل یہ ہے کہ جو مسلمان اہل قبلہ غالی نہ ہو اور اس کے کافر ہونے کا حکم نہ لگایا گیا ہو، اس کے پیچھے نماز جائز تو ہے مگر مکروہ ہے اور جو شفاعت، رؤیت الٰہی، عذاب قبر، کراماً کاتبین وغیرہ متواترات کا انکار کرے، اس کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہیں اس لئے کہ یہ منکر یقیناً کافر ہے کیونکہ ان امور کا ثبوت صاحب شریعت سے حد تواتر تک پہنچ چکا ہے ہاں جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی عظمت

جہالت کی وجہ سے نظر نہیں آسکتے، وہ مبتدع ہے۔ (کافر نہیں، اس لئے کہ یہ نفس رؤیت کا منکر نہیں بلکہ اپنے قصور فہم کی وجہ سے رؤیت الٰہی کو ناقابل حصول سمجھتا ہے) اس کے برعکس جو شخص "ذخیرہ میں ہے کہ" منکر ہو یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا منکر ہو ان کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہیں (اس لئے کہ یہ امر متواتر مجمع علیہ کا منکر اور کافر ہے) ہاں جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (خلفائے ثلاثہ سے) افضل مانتا ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہے اس لئے کہ یہ بھی مبتدع ہے۔ (کافر نہیں)

فرماتے ہیں: باقی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل بدعت کے پیچھے مطلقاً نماز جائز نہیں۔

وہ تمام خوارج کافر ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کافر کہتے ہیں: مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مصنف "تحفہ اثنا عشریہ" نے "تحفہ" کے آخر میں ان تمام خوارج کی تکفیر کو ترجیح دی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کافر کہتے ہیں، چنانچہ "باب التولی والتبری" کے مقدمہ سادسہ میں اس کو بیان کیا ہے، لیکن مصنف تحفہ نے اس مقام پر کفر وارتداد میں فرق کیا ہے لیکن کتب فقہ میں یہ فرق اس شخص کے حق میں، جو مسلمان ہونے کا مدعی ہو، معروف نہیں غالباً معلوم ہوتا ہے کہ وہ قصداً تبدیل مذہب کو ارتداد اور تبدیل مذہب کے قصد کے بغیر دین کو کفر سمجھتے ہیں باقی ان کے بیان سے دونوں کے حکم میں کوئی فرق ظاہر نہیں ہوتا بجز اس کے کہ مرتد کا قتل واجب ہے اور کافر کا قتل جائز۔

"فتاویٰ عزیزیہ" میں حضرت شاہ صاحب کے بیشتر بیانات سے بھی خارجیوں اور ان جیسے لوگوں کی تکفیر ہی ظاہر ہوتی ہے، باقی فتاویٰ کے ج:۱ص:۱۹ پر جو ان کا بیان ہے وہ خود ان کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے، چنانچہ ج:۱ص:۱۲۰ و ۱۱۹ پر خود انہوں نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

التزام کفر اور لزوم کفر میں کچھ فرق نہیں: حضرت شاہ صاحب "فتاویٰ عزیزیہ" میں ج:۱ ص:۶۵ پر فرماتے ہیں کہ: "امور یقینیہ میں التزام کفر اور لزوم کفر میں کچھ فرق نہیں (یعنی جو شخص کسی بھی قطعی موجب کفر قول یا فعل کا ارتکاب کرے گا وہ بہر صورت کافر ہو جائے گا، خواہ جان بوجھ کر ارتکاب کرے، خواہ نہ جانتا ہو، خواہ قصد کفر کرے، خواہ نہ کرے) چنانچہ "تحفہ اثنا عشریہ" میں کید ۹۱ کے ذیل میں اور "باب امامت" کے عقیدہ نمبر ۲ کے ذیل میں آیت کریمہ: "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ" کے تحت اس کا بیان موجود ہے اور پھر اس کا بیان "باب تولی وتبری" کے

پانچویں مقدمہ کے اندر بھی آیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت ورسالت کا دعویٰ موجب کفروارتداد ہے

علامہ شہاب خفاجی "شرح شفاء: "نسیم الریاض (ج:۴)" فصل الوجه الثالث" کے ذیل میں ص:۳۳۰ اور ص:۵۷۹ پر فرماتے ہیں:

"اسی طرح ابن قاسم مالکی رحمہ اللہ نے اس شخص کو مرتد کہا ہے جو خود کو نبی کہے اور دعویٰ کرے کہ میرے پاس وحی آتی ہے۔ سحنون مالکی رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے۔ ابن قاسم نے نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو مرتد کہا ہے، خواہ وہ پوشیدہ طور پر اپنی نبوت کی دعوت دیتا ہو، خواہ علانیہ طور پر، جیسے مسیلمہ کذاب لعنۃ اللہ علیہ گزرا ہے۔ اصبغ بن الفرج مالکی کہتے ہیں کہ: وہ شخص جو دعویٰ کرے کہ مجھ پر وحی آتی ہے، وہ مرتد کی مانند ہے (یعنی اس کا حکم وہی ہے جو مرتد کا ہے) اس لئے کہ وہ کتاب اللہ (آیت خاتم النبیین) کا بھی انکار کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بھی تکذیب کرتا ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا"۔ اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بہتان لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے پاس وحی بھیجی ہے اور مجھے رسول بنایا ہے۔ اس یہودی کے متعلق جو خود کو نبی کہے اور دعویٰ کرے کہ "میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمہاری طرف اس کے احکام پہنچانے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔" یا یہ کہے کہ تمہارے نبی کے بعد ایک اور نبی شریعت لے کر آئے گا، اصبغ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ یہودی علانیہ یہ دعویٰ کرتا ہے اور کھلم کھلا سب کے سامنے کہتا ہے تو اس سے مرتد کی طرح توبہ کرائی جائے گی (اگر چھپاتا ہے تو نہیں) اگر توبہ کرلے اور باز آجائے تو فبہا ورنہ قتل کردیا جائے گا، اس لئے کہ یہ شخص نبی ﷺ سے ثقہ راویوں کی روایت کردہ حدیث: "لا نبی بعدی" (میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا) کی تکذیب کرتا ہے اور نبوت ورسالت کا دعویٰ کرکے اللہ تعالیٰ پر بہتان لگاتا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کی صورت وسیرت پر نکتہ چینی اور عیب گیری موجب کفر ہے

علامہ شہاب خفاجی رحمہ اللہ "شرح شفاء" میں ج:۴ ص:۳۳۶ پر "فصل الوجه الثالث" کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"سحنون" کے رفیق احمد بن ابی سلیمان جن کے حالات اس سے قبل بیان ہو چکے ہیں، فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ رسول ﷺ کا رنگ سیاہ تھا، اس کو قتل کردیا جائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ (ایک تو) رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولتا ہے (دوسرے) سیاہ رنگ معیوب بھی ہے (اس لئے رسول اللہ ﷺ کی توہین وتحقیر بھی کرتا ہے) اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ سیاہ فام نہ تھے بلکہ آپ کا رنگ گلاب کی طرح سرخ وسفید اور شگفتہ تھا، جیسا کہ حلیہ مبارک سے متعلق طویل حدیث میں اس سے قبل

ثابت ہو چکا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کی صفات اور حلیہ مبارکہ میں کسی قسم کی کذب بیانی بھی موجب کفر ہے:

خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"بعض علماء متاخرین فرماتے ہیں کہ ابن ابی سلیمان کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی صفات میں سے کسی بھی صفت میں کذب بیانی کفر اور موجب قتل ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ کذب کے ساتھ تحقیر و توہین کا شائبہ ہونا بھی ضروری ہے جیسا کہ مذکورہ بالا صورت میں ہے اس لئے کہ سیاہ رنگ ناپسندیدہ اور معیوب ہے۔ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ اس میں کچھ فرق نہیں پڑتا (موجب نقص و عیب ہو یا نہ ہو) اس لئے کہ حضور ﷺ کی صفات مقدسہ اور حلیہ مبارکہ میں سے کسی بھی صفت کے بیان میں (کذب اور) خلاف واقع صفت کو آپ کی طرف منسوب کرنا شائبہ توہین و تحقیر سے خالی نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ آپ ﷺ ایسی کامل ترین صفات کے مالک تھے کہ ان سے کامل تر صفات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، بلکہ ان کے خلاف جو صفت بھی آپ ﷺ کی طرف منسوب کی جائے گی ضرور اس میں آپ ﷺ کی تنقیص ہوگی، (لہٰذا آپ ﷺ کی صفات قدسیہ کے باب میں کوئی بھی غلط بیانی اور کذب توہین و تحقیر سے خالی نہیں ہو سکتا) لہٰذا ایسی صورت میں علماء متاخرین کا مذکورہ بالا اعتراض بے محل ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی صفات کو حادث یا مخلوق ماننا موجب کفر ہے:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر" میں ص: ۲۹ طبع پاکستان سعیدی، صفات الٰہیہ کے متعلق فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی تمام تر صفات حقیقیہ ازلی ہیں، نہ حادث ہیں، نہ مخلوق، لہٰذا جو شخص بھی ان کو مخلوق یا حادث کہتا ہے یا توقف کرتا ہے (نہ قدیم کہتا ہے نہ حادث)، یا ان میں شک و شبہ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ (کی صفات) کا منکر اور کافر ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے کلام کو مخلوق ماننا موجب کفر ہے:

"کتاب الوصیۃ" میں فرماتے ہیں۔

"جو شخص اللہ تعالیٰ کے کلام کو مخلوق کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کا منکر اور کافر ہے۔"

"صفت کلام" کے متعلق ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر" میں ص: ۳۰ پر فرماتے ہیں۔

"امام فخر الاسلام فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے بسند صحیح مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں میں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے (مدت دراز تک) خلق قرآن کے مسئلہ پر مناظرہ کیا، آخر ہم دونوں اس پر متفق ہو گئے کہ جو شخص قرآن کو مخلوق کہتا ہے وہ کافر ہے۔ یہی قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے (بسند صحیح) مروی ہے۔"

رسول اللہ ﷺ پر سب وشتم یا آپ ﷺ کی توہین وتنقیص کرنے والا کافر ہے جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کتاب "الخراج" ● میں فرماتے ہیں:

"جو مسلمان شخص رسول اللہ ﷺ پر (العیاذ باللہ) سب وشتم کرے، یا آپ ﷺ کو جھوٹا کہے یا آپ ﷺ میں عیب نکالے، یا کسی بھی طرح آپ ﷺ کی توہین وتنقیص کرے وہ کافر ہے اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے باہر ہو جائے گی۔"

قاضی عیاض رحمہ اللہ "شفاء" میں فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ پر سب وشتم کرنے والا کافر ہے اور جو کوئی اس کے معذب اور کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے، مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔"

شاتم رسول کی توبہ بھی مقبول نہیں: "مجمع الانہر"، "درمختار"، "بزازیہ"، "دُرر" اور "خیریہ" میں لکھا ہے کہ:

"انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کو سب وشتم کرنے والے (کافر) کی توبہ مطلقاً قبول نہیں کی جائے گی اور جس شخص نے اس کے کفر اور معذب ہونے میں شک کیا وہ بھی کافر ہے۔"

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

دنیوی احکام کے اعتبار سے تو اس کی توبہ کے قبول اور معتبر ہونے یا نہ ہونے میں فقہاء کا اختلاف ہے، (بعض کہتے ہیں شاتم رسول کی توبہ مقبول نہیں، جیسا کہ مذکورہ بالا حوالوں سے ظاہر ہے اور بعض اس کی توبہ کو قبول کرتے ہیں بعض کے نزدیک کچھ تفصیل ہے) مگر فیما بینہ وبین اللہ اس کی توبہ مقبول ہے (یعنی اگر صدق دل سے اس نے توبہ کی اور اس پر زندگی بھر قائم رہا تو آخرت میں ان شاء اللہ سب وشتم رسول کے عذاب اور کفر سے بچ جائے گا) لیکن "خلاصۃ الفتاویٰ" میں منقول "محیط" کی عبارت کی مراجعت کرنی چاہئے کہ اس میں مشائخ حنفیہ کا قول یہ نقل کیا گیا ہے کہ "عنداللہ بھی شاتم رسول کی توبہ قبول نہ ہوگی۔" یہ قول مجھے سوائے محیط کی عبارت کے اور کہیں نہیں ملا، ہو سکتا ہے کہ کتابت کی غلطی ہو۔

ضروری اور قطعی امورِ دین کا منکر اگرچہ اہل قبلہ میں سے ہو کافر ہے، نیز اہل قبلہ کے معنی اور مراد: ملا علی قاری رحمہ اللہ "شرح فقہ اکبر" میں (ص: ۱۹۵ سعیدی پر) فرماتے ہیں:

● ص ۱۹۲ "فصل الحکم فی المرتد عن الاسلام"

"مہذب میں لکھا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر صرف اسی قول و فعل پر کی جائے گی جس میں ایسے امر کا انکار پایا جائے جس کا رسول اللہ ﷺ سے ثبوت یقینی طور پر معلوم ہو، یا مجمع علیہ ہو (یعنی امت کا اس پر اتفاق ہو) جیسا محرمات (وہ عورتیں جن سے نکاح حرام ہے) کو حلال جاننا اور کہنا، اس کے بعد قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں: مخفی نہ رہے کہ علماء احناف کے اس قول "لایجوز تکفیر اهل القبلة بذنب" (کسی بھی گناہ کی وجہ سے اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں) کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو بھی کوئی نماز میں قبلہ کی طرف رخ کرتا ہے اس کو کافر کہنا جائز نہیں، اس لئے کہ وہ غالی رافضی جن کا عقیدہ یہ ہے کہ جبرئیل ؑ نے وحی کے پہنچانے میں غلطی کی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے پاس وحی بھیجی تھی انہوں نے محمد ﷺ کے پاس پہنچا دی، یا جن کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علی (العیاذ باللہ) خدا تھے، ایسے لوگ ہرگز مؤمن نہیں، اگرچہ ہمارے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز کیا پڑھتے ہوں۔ رہی رسول اللہ ﷺ کی حدیث (جو اس اصطلاح کا ماخذ ہے):

"من صلّی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذٰلک المسلم"

ترجمہ: "جو شخص ہماری (طرح) نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کا استقبال کرے اور ہمارے ذبیحہ کو (حلال سمجھے اور) کھائے وہ مسلمان ہے۔"

کی مراد بھی ہے کہ (تمام دین کو مانتا ہو اور کسی بھی موجب کفر عقیدہ اور قول و فعل کا مرتکب نہ ہو، نہ یہ کہ ہر وہ شخص جو یہ تین کام کرے وہ مسلمان ہے، اگرچہ کیسے ہی کفریہ عقائد و اعمال کا مرتکب ہو)۔"

رافضی اور غالی شیعہ:..... "تحفۃ الطالبین" میں فرماتے ہیں:

"رافضی بھی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نبی تھے اور (تمام کفریہ عقائد بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں) اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور اس کی تمام مخلوق قیامت تک ان پر لعنت کریں اور خدا تعالیٰ ان کی آباد بستیوں کو ویران کر دیں اور صفحہ ہستی سے ان کا نام و نشان مٹا دیں اور روئے زمین پر ان میں سے کسی شخص کو زندہ نہ رہنے دیں، اس لئے کہ یہ لوگ اپنے غلو میں انتہا کو پہنچ گئے ہیں اور اپنے کفریہ عقائد پر مصر ہیں، اسلام کو انہوں نے بالکل خیر باد کہہ دیا ہے اور ایمان سے ان کا کوئی تعلق نہیں رہا اور اللہ تعالیٰ (کی ذات و صفات) کا، نبیوں (کی تعلیمات) کا اور قرآن (کی نصوص) کا انکار کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں سے اپنی پناہ میں رکھیں۔"

تحقیر کی نیت سے نبی کے نام کی "تصغیر" بھی کفر ہے:..... "تحفہ شرح منہاج" میں فرماتے ہیں:

"یا کسی رسول یا نبی کی تکذیب کرے، یا کسی بھی طرح ان کی تحقیر و توہین کرے، مثلاً تحقیر کی نیت سے بصورت تصغیر ان کا نام لے، یا ہمارے نبی ﷺ کے بعد کسی کی نبوت کو جائز کہے (ایسا شخص کافر ہے۔ یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو آپ ﷺ سے پہلے نبی بنایا گیا ہے (آپ ﷺ کے بعد نہیں) لہٰذا ان کا آخر زمانہ میں آسمان سے اترنا باعث اعتراض نہیں ہو سکتا۔"

رافضی قطعاً کافر ہیں:۔۔۔ عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ "شرح فرائد" میں فرماتے ہیں:

"ان رافضیوں کے مذہب کا فساد اور بطلان ایسا بدیہی اور مشاہد ہے کہ اس کے لئے کسی بھی دلیل کی بھی ضرورت نہیں (یہ عقائد) بھلا کیسے (صحیح اور درست ہو سکتے ہیں) جبکہ ان کی رائے پر ہمارے نبی ﷺ کے ساتھ یا بعد میں کسی اور کے نبی ہونے کا جواز نکلتا ہے اور اس سے قرآن کریم کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ قرآن تو صاف و صریح لفظوں میں اعلان کر رہا ہے کہ آپ خاتم النبیین اور آخری رسول ہیں اور خدا کا رسول کہہ رہا ہے: "انا العاقب لا نبی بعدی" (میں (سب کے) پیچھے آنے والا ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا) اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن و حدیث کے ان الفاظ کے وہی ظاہری معنی مراد ہیں جن کو ہر شخص سمجھتا اور جانتا ہے، یہ مسئلہ (تکذیب قرآن و حدیث) بھی ان مشہور مسائل میں سے ایک ہے، جن کی بنا پر ہم نے فلسفیوں کو کافر کہا ہے (پھر رافضیوں کو کیوں نہ کافر کہیں) خدا ان پر لعنت کرے۔"

کافر و مبتدع کا فرق، کن امور پر اہل قبلہ کی تکفیر کی جاتی ہے:۔۔۔ "عقائد عضدیہ" میں فرماتے ہیں:

"ہم اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر صرف ان عقائد کی بناء پر کہتے ہیں، جن سے خالق مختار کا انکار لازم آئے یا جن میں شریک پایا جائے، یا جن میں نبوت و رسالت کا انکار پایا جائے، یا کسی مجمع علیہ قطعی امر کا انکار پایا جائے، یا کسی حرام کو حلال مانا جائے، ان کے علاوہ باقی عقائد فاسدہ کا ماننے والا مبتدع (گمراہ) ہے۔"

جو شخص کسی مدعی نبوت سے معجزہ طلب کرے وہ بھی کافر ہے:۔۔۔ ابو شکور سالمی "تمہید" میں فرماتے ہیں:

"رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ عالم کبھی بھی نبی کے وجود سے خالی نہیں ہو سکتا، یہ عقیدہ کھلا ہوا کفر ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو "خاتم النبیین" کے لقب سے یاد فرمایا ہے، اب جو کوئی بھی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وہ کافر ہے اور جو کوئی (بارادۂ تصدیق) اس سے معجزہ طلب کرتا ہے وہ بھی کافر ہوگا

جوہر ہے، اس لئے معجزہ طلب کرنا عقیدہ ختم نبوت میں شک کی دلیل ہے (اور امکان نبوت کا غماز ہے) ایسا شخص ان کے علی الرغم یہ عقیدہ رکھنا بھی فرض ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھی کوئی نبوت میں آپ ﷺ کا شریک نہ تھا، اس لئے کہ رافضی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نبوت میں شریک تھے اور یہ صریح کفر ہے۔"

حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو امت نے قتل کر کے سولی پر لٹکایا ہے:

قاضی عیاض رحمہ اللہ "شفاء" میں فرماتے ہیں:

"خلیفہ عبد الملک بن مروان نے حارث نامی مدعی نبوت کو قتل کر کے (عبرت کے لئے) سولی پر لٹکایا تھا، اسی طرح اور بہت سے خلفاء اور سلاطین نے ایسے تمام مدعیان نبوت کو قتل کیا ہے اور علماء امت نے اس قتل کی تصویب و تائید کی ہے اور جو کوئی ان تصویب کرنے والے علماء کا مخالف ہے وہ بھی کافر ہے۔"

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سورۂ احزاب کی تفسیر کے تحت "بحر محیط" میں اس پر عملاً اجماع امت نقل کیا ہے۔

متواتر و مجمع علیہ امور کا منکر کافر ہے، نماز کے ارکان و شرائط یا اس کی صورت و ہیئت کا منکر کافر ہے:

قاضی عیاض رحمہ اللہ "شفاء" میں فرماتے ہیں:

"اسی طرح اس شخص کو بھی قطعی طور پر کافر کہا جائے گا جو شریعت کے کسی بھی اصول کی اور ان قاعدہ اعمال کی تکذیب یا انکار کرے جو نقل متواتر کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں اور ہر زمانہ میں ان پر امت کا اجماع رہا ہے، مثلاً جو شخص پانچوں نمازوں کی فرضیت کا یا ان کی رکعتوں اور رکوع و سجود کی تعداد کا انکار کرے اور کہے اللہ تعالیٰ نے تو ہم پر مطلقاً نماز فرض کی ہے یہ کہ پانچ ہوں اور ان مخصوص صورت میں ہوں اور ان شرائط کے ساتھ ہوں (جیسا کہ دقیانوسی ملا کہتے ہیں) اس کو میں نہیں مانتا، اس لئے کہ قرآن میں تو اس کا کوئی واضح ثبوت نہیں اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث خبر واحد ہے (ثبوت کے لئے کافی نہیں)، ایسا شخص قطعاً کافر ہے۔"

کن لوگوں کو کافر کہا جائے؟

"شفاء" کی شرح "خفاجی" ج:۴ ص:۵۳۲ تا ۵۴۷ "فصل فی بیان ما ھو من المقالات کفر" کے اور شرح "شفاء" ملا علی قاری رحمہ اللہ کے چند اقتباسات (جن میں ان لوگوں کی تعیین کی گئی ہے جن کو کافر کہا جائے گا)۔

۱:..... جو حضور ﷺ کے بعد کسی کو نبی مانتا ہو: ... خفاجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اسی طرح ہم اس شخص کو بھی کافر کہیں گے جو ہمارے نبی ﷺ کے ساتھ کسی اور کے نبی ہونے کا دعویٰ کرے، مثلاً مسیلمہ کذاب کو یا اسود عنسی کو یا کسی اور کو نبی مانتا ہو، یا آپ ﷺ کے بعد کسی اور شخص کی نبوت کا دعویٰ کرے (جیسے مرزائی مرزا غلام احمد علیہ ماعلیہ کی نبوت کے مدعی ہیں) اس لئے آپ ﷺ قرآن و حدیث کی نصوص و تصریحات کے مطابق خاتم النبیین اور آخری رسول ہیں، لہٰذا ان عقائد اور دعووں سے ان تمام نصوص کی تکذیب اور انکار لازم آتا ہے، جو صریحاً کفر ہے، مثلاً عیسویہ فرقہ۔ ●

۲:...... جو شخص خود اپنی نبوت کا مدعی ہو:

"یا جو شخص ہمارے نبی ﷺ کے بعد خود اپنے نبی ہونے کا مدعی ہو جیسے مختار ابن ابی عبید ثقفی وغیرہ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے (یا ہمارے زمانہ میں مرزائے قادیان علیہ ماعلیہ نے اپنے نبی اور موحیٰ الیہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے) خفاجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر اس شخص کا کافر ہونا بھی واضح ہے جو ایسے مدعی نبوت کی تصدیق کے ارادہ سے اس سے معجزہ طلب کرے، اس لئے کہ یہ شخص حضور ﷺ کے بعد کسی کے نبی ہونے کو جائز سمجھ کر ہی اس سے معجزہ طلب کرتا ہے، درآنحالیکہ آپ ﷺ کے بعد کسی کا نبی ہونا دلائل قطعیہ شرعیہ کی رو سے قطعاً محال ہے (جو اس کو جائز اور ممکن سمجھے وہ کافر ہے) ہاں اگر کوئی شخص اس مدعی نبوت کی تحمیق و تجہیل اور اس کے جھوٹ کو طشت از بام کرنے کی غرض سے اس سے معجزہ طلب کرتا ہے تو یہ اور بات ہے (ایسا شخص معجزہ طلب کرنے سے کافر نہ ہوگا)"

۳:...... جو نبوت کے اکتسابی ہونے کا مدعی ہو:

خفاجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے جو نبوت کو اکتسابی اور صفاء قلب کے ذریعہ مرتبہ نبوت تک پہنچنے کو ممکن اور قابل حصول مانتا ہو جیسا کہ فلاسفہ اور غالی صوفی (اس کے مدعی ہیں)"

۴:...... جو شخص اپنے پاس وحی آنے کا مدعی ہو۔

فرماتے ہیں:

اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ: "میرے پاس وحی آتی ہے۔" اگرچہ نبی ہونے کا دعویٰ نہ بھی کرے، فرماتے ہیں کہ یہ تمام مذکورہ بالا اشخاص (اور ان کے ماننے والے) سب کافر ہیں، اس لئے کہ یہ سب لوگ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرتے ہیں، اور آپ ﷺ کی تصریحات کے خلاف دعوے کرتے ہیں، حالانکہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی اطلاع پاکر امت کو خبر دیتے ہیں کہ: "میں خاتم الانبیاء (آخری نبی) ہوں اور یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔"

● ...... عیسیٰ بن اسحاق یہودی کی جانب منسوب یہودیوں کا ایک فرقہ ہے جو عیسیٰ بن اسحاق کو نبی مانتا ہے۔ ان لوگوں کے عقیدہ میں اسحاق نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کو صرف عرب قوم کا نبی کہتا تھا ... [illegible] مترجم۔

قرآن حکیم بھی آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے اور قیامت تک تمام نوع انسانی کے لئے رسول مبعوث ہونے کی خبر دیتا ہے، اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ تمام آیات واحادیث اپنے ظاہر پر ہیں (ان میں کوئی مجاز واستعارہ یا تقیید وتخصیص نہیں ہے) کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، اور آپ ﷺ کی بعثت عام ہے اور ان آیات واحادیث کے وہی ظاہری معنی مراد ہیں جو ان کے لفظوں سے سمجھے جاتے ہیں۔ نہ کسی تاویل کی گنجائش ہے، نہ تخصیص کی۔ لہٰذا امت کے مستند ومعتمد علماء کے نزدیک کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع کی رو سے ان تمام لوگوں کے کافر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ اور ان گمراہ فرقوں کا کوئی اعتبار نہیں جو اس کے مخالف ہیں، یا اجماع کے حجت ہونے میں انہیں کلام ہے جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آتا ہے۔

۵:— جو آیاتِ قرآن اور نصوصِ حدیث کو ان کے ظاہری اور مجمع علیہ معانی سے ہٹاتے ہیں: فرماتے ہیں۔

''اسی طرح علماء امت کا اجماع ہے ہر اس شخص کی تکفیر پر جو کتاب اللہ کی صریح آیات کو رد کرے، یعنی ان کے ظاہری معنی کا انکار کرے، اور نہ مانے، جیسے بعض باطنی فرقے جو آیات قرآنیہ کے صاف اور صریح معنی کو چھوڑ کر ایسے عجیب عجیب معنی اور مراد بیان کرتے ہیں جو قطعاً ظاہر کے خلاف (اور تحریف کا مصداق) ہیں، یا کسی ایسی حدیث میں تخصیص کرے جس کا مفہوم عام ہے۔ اور اس کی صحت اور راویوں کے ثقہ ہونے پر اجماع ہے، اور صریح مراد پر اس کی دلالت قطعی اور یقینی ہے، (یعنی باتفاق علماء وہ اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے) نہ اس میں کسی تاویل کی گنجائش ہے، نہ تخصیص کی، نہ ہی وہ منسوخ ہے۔ (ایسے لوگ) اس لئے کافر ہیں کہ صریح آیات واحادیث میں اس قسم کی تاویل وتخصیص کرنا قرآن وحدیث کو کھیل بنانے کے مرادف ہے، جیسا کہ علماء امت نے خارجیوں کو شادی شدہ زانی مرد وعورت کو سنگسار کرنے سے انکار کرنے کی بنا پر کافر کہا ہے، اس لئے کہ اس رجم پر امت کا اجماع ہے، اور یقینی طور پر رجم ضروریات دین میں سے ہے، یعنی صاحب شریعت سے اس کا ثبوت قطعی اور یقینی ہے۔''

۶:...... جو اسلام کے علاوہ دوسرے مذہب والوں کو کافر نہ کہے:..... فرماتے ہیں:

''اسی لئے (یعنی صریح اور مجمع علیہ نصوص میں تاویل وتحریف کرنے والے کی تکفیر کے یقینی ہونے کی وجہ سے) ہم ہر اس شخص کو بھی کافر کہتے ہیں جو اسلام کے علاوہ کسی بھی مذہب کے ماننے والے کو کافر نہ کہے، یا ان کو کافر کہنے میں توقف (تردد) کرے، یا ان کے کفر میں شک وشبہ کرے، یا ان کے

مذہب کو درست کہے، اگرچہ یہ شخص اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہو، اور اسلام کے علاوہ ہر مذہب کو باطل بھی کہتا ہو، تب بھی یہ غیر مذہب والوں کو کافر نہ کہنے والا خود کافر ہے، اس لئے کہ یہ شخص ایک مسلّمہ کافر کو کافر کہنے کی مخالفت ● کر کے خود اسلام کی مخالفت کرتا ہے، اور یہ دین پر کھلا ہوا طعن اور اس کی تکذیب ہے (مختصر یہ ہے کہ کسی بھی دین اسلام کے نہ ماننے والے کو کافر نہ کہنا، دین اسلام کی مخالفت اور تکذیب کے مترادف ہے لہٰذا یہ شخص کافر ہے)۔"

۷:...... جو کوئی ایسی بات زبان سے کہے کہ جس سے امت کی تضلیل یا صحابہ رضی اللہ عنہم کی تکفیر ہوتی ہو۔۔۔ فرماتے ہیں:

"اسی طرح ہر اس شخص کی تکفیر بھی قطعی اور یقینی ہے جو کوئی ایسی بات زبان سے کہے جس سے اس کا مقصد تمام امت مسلمہ کو دین اور صراط مستقیم سے منحرف اور گمراہ ثابت کرنا ہو، اور اس کا قول تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین کی تکفیر کا موجب ہو، جیسے رافضیوں میں "کمیلیہ" فرقہ جو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تمام امت کو صرف اس لئے کافر مانتا ہے کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نہیں بنایا، اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی کافر کہتا ہے کہ وہ خود (خلافت حاصل کرنے کے لئے) آگے نہیں بڑھے، اور اپنے حق کو طلب نہیں کیا (العیاذ باللہ) یہ لوگ متعدد وجوہ سے کافر ہیں، اس لئے کہ انہوں نے تمام تر مذہب و ملت کا صفایا کر دیا۔"

۸:...... جو مسلمان کسی ایسے فعل کا ارتکاب کرے جو خاص کفر کا شعار ہے: فرماتے ہیں:

"اسی طرح (یعنی مذکورہ بالا لوگوں کی طرح) ہم ہر اس مسلمان شخص کو بھی کافر کہتے ہیں جو کسی ایسے کفریہ فعل کا ارتکاب کرے، جس کے متعلق مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ کافروں کا فعل ہے، اور حقیقۃً اس کو کافر ہی کر سکتا ہے، اگرچہ خود یہ شخص مسلمان ہی ہو اور اس کفریہ فعل کے ارتکاب کے ساتھ ساتھ اپنے مسلمان ہونے کے بلند بانگ دعوے بھی کرتا ہو۔"

کسی کفریہ قول کے قائل کی تائید و تحسین کرنے والا بھی کافر ہے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ کے آخری قول کی تائید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں:

البحر الرائق ج:۵ ص:۱۳۲ اور اس کے علاوہ کتب فقہ میں لکھا ہے: جس شخص نے کسی گمراہ عقیدہ

● ۔ اس زمانہ میں جو لوگ کسی بھی غیر مسلم کو کافر کہنے سے اجتناب کرتے ہیں اور اس کو قابل تہذیب سمجھتے ہیں۔۔۔ اپنے ایمان کی خیر کریں، کہیں ان کا ایمان اس "کافرانہ وسعت نظر" کی بھینٹ نہ چڑھ جائے اور احساس کمتری پر قربان نہ ہو جائے۔

والے شخص کے قول کی تحسین کی، یا یہ کہا کہ یہ (عام فہموں کی سطح سے بلند) معنوی کلام ہے (ہر شخص اس کی مراد نہیں سمجھ سکتا) یا یہ کہا کہ اس کلام کے صحیح معنی بھی ہو سکتے ہیں اور (اس کی کوئی خلاف ظاہر تاویل کی) تو اگر اس قائل کا وہ قول کفریہ (موجب کفر) ہے تو اس کی تحسین کرنے والا (یا اس کو صحیح کہنے والا یا تاویل کرنے والا) بھی کافر ہو جائے گا۔

فرماتے ہیں ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بھی "الاعلام" کی فصل "الکفر المتفق علیہ" کے ذیل میں حنفیہ کی کتابوں کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

"جس شخص نے زبان سے کوئی کفریہ کلمہ کہا، اس کو کافر کہا جائے گا، اور جو شخص اس کی تحسین کرے، یا اسے پسند کرے اس کو بھی کافر کہا جائے گا۔"

بالقصد کلمہ کفر کہنے والے کے قول کی کوئی تاویل معتبر نہیں۔

"ردالمحتار" (شامی) میں ج۳ ص۲۹۳ بحوالہ "البحر الرائق" "بزازیہ" سے نقل کرتے ہیں:

"مگر جب (زبان سے کلمہ کفر کہنے والا) تصریح کرے کہ میری مراد وہی ہے جو موجب کفر ہے تو (وہ کافر ہو جائے گا اور) کوئی تاویل اس کے لئے مفید نہیں (کفر سے نہیں بچا سکتی)۔"

کلمہ کفر کہنے والے کی نیت کا اعتبار کس صورت میں ہے اور کہاں ہے؟

"فتاویٰ ہندیہ" (عالمگیری) میں "محیط" وغیرہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

"اگر کسی مسئلہ کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہوں، ان میں سب صورتیں تو موجب کفر ہوں اور ایک صورت ایسی ہو جو کفر سے بچاتی ہو، تو مفتی کو وہی ایک صورت اختیار کرنی چاہئے (اور کفر کا حکم نہ لگانا چاہئے) بجز اس کے کہ وہ خود صراحتہً کہے کہ میری مراد یہ (موجب کفر) صورت ہی ہے، تو (وہ کافر ہو جائے گا اور) کوئی تاویل اس کے لئے مفید نہ ہوگی (کفر سے نہ بچا سکے گی) نیز فرماتے ہیں پھر اگر (کلمہ کفر) کہنے والے کی نیت وہ صورت ہے جو کفر سے بچاتی ہے تو وہ مسلمان ہے (اور اس کی تاویل کو تسلیم کر لیا جائے گا) اور اگر اس کی نیت وہی صورت ہے جو موجب کفر ہے (تو وہ کافر ہے) کسی مفتی کا فتویٰ اس کے لئے مفید نہیں (کفر سے نہیں بچا سکتا، حاصل یہ ہے کہ کسی قول کی صحیح تاویل فی نفسہ ممکن ہو، اس پر مدار نہیں، بلکہ قائل کے ارادہ اور نیت پر مدار ہے، کفر کا قصد کرے گا تو یقیناً کافر ہو جائے گا، اگرچہ صحیح تاویل ہو سکتی ہو، واضح ہو کہ یہ اس تاویل کے متعلق بحث ہے جو از روئے عربیت صحیح ہو اور اصول شریعت کے منافی نہ ہو جیسا کہ سابقہ بیانات سے واضح ہے)۔"

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: حموی کی کتاب "الاشباہ والنظائر" کے حاشیہ میں بھی بحوالہ

"عمادیہ" میں بھی یہی لکھا ہے، اور در مختار میں بھی بحوالہ "درر" وغیرہ یہی مذکور ہے۔

ہنسی، دل لگی اور کھیل تفریح کے طور پر کلمہ کفر کہنے والا قطعاً کافر ہے، نہ اس کی نیت کا اعتبار ہے نہ عقیدہ کا:

"ردالمحتار" (شامی) ج ۳ ص ۲۹۳ پر علامہ شامی بحوالہ "بحر" فرماتے ہیں:

"حاصل یہ ہے کہ جو شخص زبان سے کوئی کلمہ کفر کہتا ہے، خواہ ہنسی مذاق کے طور پر یا کھیل تفریح کے طور پر یہ شخص سب کے نزدیک کافر ہے، اس میں اس کی نیت یا عقیدہ کا کوئی اعتبار نہیں (اس لئے کہ یہ دین کے ساتھ استہزاء ہے، جو بجائے خود موجب کفر ہے) جیسا کہ "فتاویٰ خانیہ" میں اس کی تصریح کی ہے، (اس سے معلوم ہوا کہ نیت کا اعتبار اس صورت میں ہے کہ کلمہ کفر ہنسی، دل لگی کے طور پر نہ کہا ہو ورنہ استہزاء وتلاعب بالدین کی بنا پر کافر کہا جائے گا اور نیت وعقیدہ کا اعتبار نہ ہوگا۔"

"فتاویٰ ہندیہ" میں ج: ۲ ص: ۲۲۳ اور "جامع الفصولین" میں لکھا ہے

"جو شخص اپنی مرضی سے کلمہ کفر زبان سے کہتا ہے وہ کافر ہے، اگرچہ اس کے دل میں ایمان ہو، اور عند اللہ بھی وہ مؤمن نہ ہوگا۔" "فتاویٰ قاضی خان" میں بھی یہی لکھا ہے۔"

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "خلاصۃ الفتاویٰ" میں اس مقام پر ناسخ (کاتب) سے غلطی ہوئی ہے، اس سے ہوشیار رہنا چاہئے۔

نیز فرماتے ہیں: "عمادیہ" میں اس مسئلہ کو "محیط" کی جانب منسوب کیا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ ❶

"وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ"

ترجمہ: "بے شک ان لوگوں نے کفریہ کلمہ کہا ہے اور (اس کی وجہ سے) وہ مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گئے۔"

جو لوگ وحی، نبوت، حشر جسمانی، جنت ودوزخ وغیرہ کے اہل اسلام کی طرح قائل نہ ہوں کافر ہیں:

علامہ شامیؒ "ردالمحتار" میں ج: ۳ ص: ۲۹۶ پر فرماتے ہیں

"وہ (فلاسفہ) وحی کے فرشتہ کے ذریعہ آسمان سے نازل ہونے کا انکار کرتے ہیں، اور (اسی طرح اور) بہت سے عقائد کا انکار کرتے ہیں، جن کا ثبوت انبیاء کرام علیہم السلام سے قطعی ویقینی ہے، مثلاً حشر جسمانی، جنت ودوزخ وغیرہ، حاصل یہ ہے کہ اگرچہ وہ (فلاسفہ) انبیاء ورسل کو مانتے ہیں،

---

❶ حالانکہ ان لوگوں نے یہی ہنسی دل لگی کا عذر پیش کیا تھا: "انما کنا نخوض ونلعب" مگر اللہ پاک نے اس کو رد فرمایا: "أبالله وآياته ورسوله كنتم تستهزءون" اور مذکورہ بالا آیات میں کافر ہونے کا حکم لگایا، اسی لئے کہ استہزاء بالدین خود موجب کفر ہے۔ (مترجم)

مگر اس طرح نہیں مانتے جیسے اہل اسلام مانتے ہیں، لہٰذا ان کا انبیاء کو ماننا نہ ماننے کی مانند ہے۔"

جو انبیاء کے معصوم ہونے کا قائل نہ ہو وہ کافر ہے: "الاشباہ والنظائر" میں ص:۲۶۶ باب "الردۃ" میں فرماتے ہیں:

"جس شخص کو نبی کے سچا ہونے میں شک ہو، یا نبی کو سب وشتم کرے، یا عیب جوئی کرے یا توہین وتحقیر کرے، وہ کافر ہے، اسی طرح جو شخص انبیاء علیہم السلام کی جانب بدکاریوں کی نسبت کرے، مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کی جانب قصد زنا کی نسبت کرے، اس کو بھی کافر کہا جائے گا، اس لئے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی توہین ہے، اور اگر کوئی یہ کہے کہ: "انبیاء نبوت کے زمانے میں اور اس سے پہلے بھی (گناہوں سے) معصوم نہیں ہوتے۔" تو اس کو بھی کافر کہا جائے گا، اس لئے کہ یہ قول وعقیدہ صریح نصوص شرعیہ کی تردید ہے۔"

محرمات شرعیہ قطعیہ کو جو شخص اپنے لئے حلال سمجھے، وہ کافر ہے، اور اس کا جہل عذر نہیں ہے: ... اسی "الاشباہ والنظائر" کے فن "الجمع والفرق" اور "التتمہ" کے آخر میں مذکور ہے:

"جس شخص نے اپنی جہالت کے بنا پر یہ گمان کرلیا کہ جو حرام وممنوع فعل میں نے کئے ہیں، وہ میرے لئے حلال وجائز ہیں، تو اگر وہ (افعال واعمال) ان امور میں سے ہیں جن کا دین رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہونا قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہے، (یعنی ضروریات دین میں سے ہیں) تو اس شخص کو کافر کہا جائے گا، ورنہ نہیں۔"

صحیح بخاری کی ایک حدیث، اور قدرت باری تعالیٰ کے اعتقاد سے متعلق ایک اشکال اور اس کا حل: ... حضرت مصنف علیہ الرحمۃ اسی بحث کے ذیل میں کہ "جہل شرعاً عذر ہے یا نہیں" "بخاری" کی مذکورہ ذیل حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری" میں امم سابقہ کے ایک شخص کی حدیث کے تحت جس نے وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد میری لاش کو جلا دینا، اور کہا تھا کہ:

"فو اللّٰہ لئن قدر اللّٰہ علی لیعذبنی عذابا ما عذبہ احدا" (ج:۱ ص:۴۹۵)

ترجمہ: ... "خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر قادر ہوگیا تو مجھے وہ عذاب دے گا جو کسی کو نہ دیا ہوگا۔"

حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "فتح الباری" باب "ماذکر من بنی اسرائیل حدیث ابی ہریرۃ من طریق معمر عن الزہری۔" (ج:۶ ص:۳۸۷)

"وردہ ابن الجوزی وقال جحدہ صفۃ القدرۃ کفر اتفاقا."

ترجمہ:- "ابن جوزیؒ نے اس حدیث کو رد کیا ہے، (ضعیف یا موضوع کہا ہے) اور کہا ہے کہ اس شخص کا صفت قدرت کا انکار اتفاقاً کفر ہے، (لہٰذا یہ حدیث صحیح نہیں ہوسکتی)۔"

لیکن "بخاری" میں ج۲ ص:۹۵۹ پر باب "الخوف من اللہ عزوجل" کے ذیل میں (اسی شخص مذکور کی حدیث کے تحت) حافظ رحمہ اللہ عارف بن ابی جمرہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

"واما ما اوصی بہ فلعلہ کان جائزا فی شرعھم ذلک لتصحیح التوبۃ فقد ثبت فی شرع بنی اسرائیل قتلھم انفسھم لتصحیح التوبۃ." (فتح الباری ج۱۱ ص۲۶۴)

ترجمہ: "باقی رہی اس کی وصیت تو ممکن ہے کہ ان کی شریعت میں توبہ کی صحت کے لئے بیا (نعش کو آگ میں جلا دینا جائز ہو، جیسا کہ بنی اسرائیل کی شریعت میں توبہ کی صحت کے لئے قتل نفس (مجرموں کا قتل کرنا) ثابت ہے۔"

(گویا حافظ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر حدیث صحیح مان لی جائے تو لاش کو آگ میں جلانے کی یہ توجیہ ہوسکتی ہے، لیکن ابن جوزی رحمہ اللہ کے اعتراض "انکار قدرت" کا جواب باقی رہ جاتا ہے، حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ "لئن قدر اللہ علیّ" کی ایسی لطیف توجیہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد نہ ابن جوزی رحمہ اللہ کا اعتراض باقی رہتا ہے، اور نہ عارف ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ کی توجیہ (جو احتمال محض ہے) کی ضرورت باقی رہتی ہے، اور یہ حدیث مسئلہ زیر بحث یعنی "جہل شرعاً عذر ہے" کے تحت آجاتی ہے)

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

میرے نزدیک "لئن قدر اللہ علیّ" سے اس شخص کی مراد یہ ہے کہ بخدا! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے عذاب دینے کا فیصلہ کرلیا اور مجھے توبہ سے پہلے صحیح سالم موجود پالیا، تو وہ مجھے ایسا عذاب دے گا کہ کسی کو وہ عذاب نہ دیا ہوگا (اس لئے تم میری لاش جلا کر، اور راکھ کو خاک میں ملا کر، اور خاک کو ہوا میں اڑا کر اس طرح نیست و نابود کردینا کہ میرا نام و نشان ہی باقی نہ رہے، لہٰذا اس کا قول اور وصیت شدت خوف الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت علی الاحیاء سے ناواقفیت اور جہل پر مبنی ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو انسانی قدرت پر قیاس کرکے عذاب سے بچنے کی یہ تدبیر نکالی، اسی جہل کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرمادیا) نہ یہ کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کوئی تردد ہے (جیسا کہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے سمجھا ہے)

فرماتے ہیں اسی جہل عن صفات اللہ پر اللہ تعالیٰ نے ذیل کی آیت کریمہ میں یہود کی مذمت کی ہے، اور ان کی عقل و خرد پر ماتم فرمایا ہے۔

"وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ"

ترجمہ۔ اوران یہود نے بھی اللہ کی قدر کرنی چاہئے تھی نہیں کی۔"

چنانچہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کریمہ کا شان نزول بھی واقعہ ہے اسکی صورت میں آیت کریمہ کے آخر میں "سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ" (پاک ہے اللہ اور برتر ان تمام شرکیہ امور سے جو وہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں) کے اندر یہودیوں کے اسی فعل کو شرک قرار دیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالٰی کی قدرت کو اپنی ناقص عقل وفہم کے پیمانوں سے ناپا تھا، اور اپنی ذہنی اور خیالی صورتوں پر قیاس کر رکھا تھا، (یعنی اللہ تعالٰی کی قدرت کو انسانی قدرت پر قیاس کر رکھا تھا۔ جیسا کہ اس شخص نے لاش کو جلا کر خاک کر دینے کو اللہ کی گرفت سے بچ جانے کی تدبیر سمجھ کر مذکورہ بالا وصیت کی تھی)

بربنائے جہل حرام کو حلال سمجھ لینا کن صورتوں میں اور کن لوگوں کے لئے عذر ہے؟:

(حضرت مصنف علیہ الرحمۃ "جهل عن الاحكام الشرعية" کے عذر ہونے سے متعلق "صحیح بخاری" ج:۱ص:۳۰۵ میں "باب الكفالة" کی ایک حدیث پیش فرماتے ہیں)

باقی "صحیح بخاری" میں ایک شخص کے اپنی بیوی کی مملوکہ کنیز سے جماع کر لینے کا جو واقعہ مذکور ہے کہ حمزہ بن عمر اسلمی (عامل حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے اس شخص سے (بارگاہ خلافت میں پیش ہونے پر) ضامن لے لئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے (اور اس شخص اور ضامنوں کو پیش کیا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے پہلے اس شخص کو سو کوڑے لگا ہی چکے تھے، لہٰذا انہوں نے ان ضامنوں کے بیان کی تصدیق فرمائی اور اس شخص کو (مسئلہ شرعی سے) ناواقف ہونے کی بنا پر معذور قرار دیا۔ (فتح الباری ج:۴ص:۴۷۰)۔ تو ظاہر یہ ہے کہ اس (جہل) سے مراد (جس کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو رجم نہیں کیا تھا) صرف "شبہ فی الفعل" ہے، (یعنی اس شخص نے اپنی بیوی کی کنیز سے جماع کرنے کو اپنی بیوی سے جماع کرنے کی طرح حلال سمجھ لیا تھا) جو "باب رجم" میں (حنفیہ کے نزدیک بھی) معتبر ہے، (یعنی حنفیہ بھی "شبہ فی الفعل" کو سقوط حد میں مؤثر مانتے ہیں باقی اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو سو کوڑے بطور تعزیر لگائے تھے، تاکہ لوگ اس کو حیلہ نہ بنالیں۔

فرماتے ہیں: اس مسئلہ میں (کہ اپنی بیوی کی کنیز کو اپنے لئے حلال سمجھ کر جماع کر لینا سقوط حد کا موجب ہے) "سنن ابی داؤد" میں ("باب جماع الرجل جارية امرأته" کے تحت) اور "طحاوی" وغیرہ میں ایک (مرفوع) روایت بھی موجود ہے، (لہٰذا اس واقعہ میں حد زنا سے بچ جانے کا سبب یہ شبہ ہے) نہ اس کے علاوہ اور کسی قسم کا جہل (یعنی یہ "حد" کا معاملہ ہے جو شبہ کی بنا پر ساقط ہو جاتی ہے، اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ مسائل شرعیہ سے ناواقفیت کی بنا پر فی نفسہ کوئی حرام چیز کسی

کے لئے حلال ہو سکتی ہے)۔

فرماتے ہیں: کسی شخص کا نو مسلم (اور مسائل شرعیہ سے ناواقف) ہونا ہمارے فقہاء کے نزدیک بھی عذر معتبر ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ "بغیۃ المرتاد" میں ص:۱۵۰ پر فرماتے ہیں:

"بے شک وہ مقامات اور زمانے جن میں نبوت (اور احکام شرعیہ کے پہنچنے) کا سلسلہ منقطع رہا ہو ان میں اس شخص کا حکم جس پر نبوت کے آثار (اور احکام شرعیہ) مخفی رہے ہوں، یہاں تک کہ اس نے (ناواقفیت کی بنا پر) آثار نبوت (اور احکام شرعیہ) میں سے کسی امر کا انکار کر دیا ہو، اس پر خطا (اور گمراہی) کا حکم اس طرح نہیں لگایا جا سکتا جیسے ان زمانوں اور مقامات کے لوگوں پر لگایا جا سکتا ہے۔ جن پر نبوت کے آثار (اور احکام شرعیہ) ظاہر ہو چکے ہوں، (یعنی جو شخص نیا نیا اسلام میں داخل ہوا ہے، یا جس ملک میں نیا نیا اسلام پہنچا ہے، صرف اس شخص اور اس ملک کے لئے احکام شرعیہ سے ناواقفیت عذر ہے)۔"

اتمام حجت سے کیا مراد ہے؟: حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ اپنی تصانیف میں تکفیر سے پہلے (منکرین پر) اقامت حجت کا جو تذکرہ فرماتے ہیں، اس سے مراد صرف "ادلہ" و احکام شرعیہ کی تبلیغ ہے (نہ کہ ان کو منوا لینا اور لاجواب کر دینا) جیسا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں (جو صفحہ:۲۰۱ پر آتی ہے) "فادعہ" کے الفاظ سے ظاہر ہے (کہ مرتد کو صرف اسلام کی دعوت دینا کافی ہے، اگر قبول نہ کرے تو اس کو قتل کر دو) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خیبر کے یہودیوں کو صرف دعوت اسلام دینے پر اکتفا کرتے ہیں ● چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی اکتفا تبلیغ پر "اخبار الآحاد" کے ذیل میں ایک باب قائم کیا ہے، حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں سورۂ انعام کی آیت کریمہ: "وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ" سے بھی اس پر استدلال کیا جا سکتا ہے:

ضروریات دین سے ناواقفیت اور جہل عذر نہیں ہے: "الاشباہ والنظائر" میں فرماتے ہیں:

"جو شخص یہ نہ جانتا ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں وہ ● مسلمان نہیں، اس لئے کہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے۔"

● ملاحظہ کیجئے صحیح بخاری ج۲ ص:۶۰۶ باب غزوۂ خیبر میں حدیث سہل بن سعد۔

● ...ابن عساکر کی تاریخ میں قیصر روم کے ترجمہ (حالات) کے ذیل میں تیر میں بھی "خاتم الانبیاء" کے متعلق سوال نمبر ۵ دیکھئے مصنف رحمۃ اللہ۔

حموی رحمہ اللہ اس کی شرح میں ص: ۲۹۷ پر فرماتے ہیں:

''یعنی موجبات کفر کے باب میں ضروریات دین سے (ناواقفیت اور) جہل عذر نہیں ہے، بخلاف ضروریات دین کے علاوہ دوسرے امور دینیہ کے ''مفتیٰ بہ'' قول کے مطابق ان میں ناواقفیت عذر ہے، جیسا کہ اس سے پہلے آچکا ہے۔ واللہ اعلم۔

یہ کہنا کہ: ''علماء محض ڈرانے دھمکانے کے لئے کافر کہہ دیا کرتے ہیں، حقیقت میں کوئی مسلمان کافر نہیں ہوتا، سراسر جہالت ہے:

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حموی رحمہ اللہ نے (اس مقام پر) مسئلہ تکفیر سے متعلق نہایت مفید امور پر متنبہ کیا ہے، جن میں سے ایک یہ ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ: ''فقہاء کا کسی شخص کو کافر کہہ دینا بصرف ڈرانے دھمکانے پر مبنی ہوتا ہے، نہ یہ کہ وہ شخص فیما بینہ وبین اللہ کافر ہو جاتا ہے۔'' (یعنی فقہاء کے کافر کہہ دینے سے حقیقت میں کوئی شخص کافر نہیں ہو جاتا) یہ قول سراسر ان کہنے والوں کی جہالت کی دلیل ہے، چنانچہ ''فتاویٰ بزازیہ'' سے وہ اس قول کی تردید نقل کرتے ہیں اور ''فتاویٰ بزازیہ'' فقہ وافتاء کی معتبر کتابوں میں سے ہے، چنانچہ فقہاء نے ''مولیٰ ابی السعود'' سے جو ''دیار رومیہ'' کے مفتی بھی ہیں اور بہت سی کتابوں کے مصنف بھی، جن میں ان کی تفسیر (خاص طور پر قابل ذکر) ہے، اس ''فتاویٰ بزازیہ'' کی تعریف وتوصیف نقل کی ہے، حموی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ''بزازیہ'' کے الفاظ یہ ہیں:

''بعض ایسے لوگوں سے جنہیں علم سے کوئی واسطہ منقول ہے، وہ کہتے ہیں'' کتب فتاویٰ میں جو یہ لکھا ہوا ہوتا ہے کہ: ''فلاں قول یا فعل پر کافر ہو جائے گا اور فلاں پر'' یہ محض ڈرانے اور دھمکانے کے لئے ہوتا ہے، نہ یہ کہ حقیقت میں کافر ہو جاتا ہے۔'' یہ قول قطعاً باطل ہے، حق یہ ہے کہ ائمہ مجتہدین سے بروایت صحیح (جن اقوال وافعال پر) تکفیر مروی ہے، اس سے مراد حقیقۃً کفر ہے۔ (یعنی ان کا ارتکاب کرنے والا حقیقت میں کافر ہو جاتا ہے) باقی ائمہ مجتہدین کے علاوہ دوسرے علماء سے جو تکفیر منقول ہے، اس پر مسئلہ تکفیر میں (اعتماد نہ کیا جائے اور) کفر کا فتویٰ نہ دیا جائے۔''

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''البحر الرائق'' میں بھی یہی مذکور ہے، اور ''الیواقیت'' اور ''منحۃ الخالق'' میں بھی ''بزازیہ'' کی یہی عبارت بتمام نقل کی ہے، اور ''الیواقیت'' میں اس پر خطابی کے قول کا بھی اضافہ کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

''اگر کسی زمانہ میں کوئی ایسا مجتہد پایا جائے، جس میں ائمہ اربعہ کی طرح شرائط اجتہاد کامل طور پر پائی جائیں، اور اس پر کسی قطعی دلیل سے یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ تاویل میں غلطی کافر ہو جانے کا

سبب ہے، (یعنی ضروریات دین میں غلط تاویل کرنے والا کافر ہے) تو ہم ایسے مجتہد نے قول کی بناء پر ان لوگوں کو کافر کہیں گے۔"

ختم نبوت پر ایمان: علامہ تفتازانی رحمہ اللہ "شرح عقائد نسفی" میں فرماتے ہیں:

"اور سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں، اور سب سے آخری نبی محمد ﷺ ہیں، حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت کتاب اللہ کی ان آیات سے ثابت جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اوامر ونواہی الہیہ کا مکلّف (اور پابند) بنایا گیا ہے، اور یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ ان کے زمانہ میں کوئی اور نبی نہ تھا، لہٰذا یہ احکامات ان کو یقیناً وحی کے ذریعہ دیئے گئے ہیں، (لہٰذا وہ صاحب وحی والہام نبی ہوئے) اسی طرح احادیث صحیحہ میں بھی حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت ثابت ہے، اور امت کا اس پر اجماع بھی ہے (کہ آدم علیہ السلام نبی ہیں) لہٰذا ان کی نبوت سے انکار، جیسا کہ بعض علماء سے منقول ہے، یقیناً موجب کفر ہے (اور منکر کافر)۔" (شرح عقائد نسفی ص: ۱۲۵ طبع بنگال)

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اسی طرح ج:۲ ص:۵۰ "المواھب اللدنیہ" للقسطلانی میں "نوع اول، مقصد سادس" کے تحت، مذکور ہے، اور "البحر الرائق" میں بھی یہی لکھا ہے۔

توحید ورسالت کی طرح ختم نبوت پر ایمان بھی ضروری ہے: فرماتے ہیں:

حاکم نے مستدرک میں زید کے باپ حارثہ بن شرحبیل کے اپنے بیٹے زید کو طلب کرنے کے لئے آنے کی روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے حارثہ سے فرمایا:

"اسئلکم ان تشھدوا ان لاالٰہ الااللّٰہ وانی خاتم انبیاء ہ و رسلہ وارسلہ معکم الخ"

ترجمہ: "میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم لاالٰہ الا اللہ پر اور اس پر کہ میں اس کا آخری نبی اور رسول ہوں شہادت دو (اور ایمان لے آؤ) تو میں زید کو تمہارے ساتھ بھیج دوں گا۔ الخ"

(اس حدیث سے معلوم ہوا کہ توحید ورسالت کے ساتھ ہی ختم نبوت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے)

ختم نبوت پر ایمان کا ہر نبی سے عہد لیا گیا ہے، اور اعلان کرایا گیا ہے:

فرماتے ہیں۔

علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ "روح المعانی" میں آیت کریمہ "واذ اخذنا من النبیین میثاقھم۔" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے ایک دوسرے کی تصدیق کرنے پر اور محمد (ﷺ) کے رسول ہونے کا (اپنی اپنی امت میں) اعلان کرنے پر اور رسول اللہ ﷺ کے اس اعلان پر کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، عہد و پیمان لیا ہے۔ (اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی رسالت کی طرح ختم نبوت پر بھی ایمان لانے کا تمام نبیوں سے عہد لیا گیا ہے)۔"

ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار کرنے والے کی توبہ اس وقت تک معتبر نہ ہوگی جب تک کہ وہ خاص اس عقیدہ سے توبہ نہ کرے: فرماتے ہیں. "رد المحتار" میں ج ۳ ص: ۲۹۷ پر علامہ ابن عابدین شامیؒ "باب المرتد" کے تحت فرماتے ہیں:

"پھر یاد رکھو مسئلہ عیسوی ● سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص ضروریاتِ دین میں سے کسی امر مثلاً حرمت شراب کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر اور مرتد ہوا ہو، اس کی توبہ کے معتبر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اس عقیدہ (مثلاً حلت شراب) سے بے تعلقی (اور توبہ) کا بھی اعلان کرے، (صرف کلمہ شہادت دوبارہ پڑھ لینا کافی نہ ہوگا) اس لئے کہ یہ شخص کلمہ شہادت کہنے کے باوجود شراب کو حلال کہتا تھا (لہٰذا اس کے کفر و ارتداد کا ازالہ اس عقیدہ سے توبہ کئے بغیر نہ ہوگا) جیسا کہ شوافع نے اس کی تصریح کی ہے، اور (ہمارے نزدیک بھی) یہی ظاہر ہے)۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "جامع الفصولین" ج ۲ ص ۲۹۸ میں لکھا ہے

"پھر اگر اس (توبہ کرنے والے) نے حسب عادت کلمہ شہادت زبان سے پڑھ لیا تو اس سے کوئی فائدہ نہیں، جب تک کہ اس خاص کلمہ کفر سے توبہ نہ کرے، جو اس نے کہا تھا، (اور جس کی بناء پر وہ کافر ہوا) اس لئے کہ اس شخص کا کفر محض کلمہ شہادت سے رفع نہ ہوگا۔"

رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کا قائل ہونا ایسا ہی موجب کفر ہے جیسے کسی خاص شخص کو خدا یا خدا کا اوتار کہنا:...... ابن حزم رحمہ اللہ کتاب "الفصل" میں ج ۳ ص ۲۴۹ پر فرماتے ہیں:

"جو شخص کسی خاص انسان کو کہے وہ اللہ ہے، یا اللہ کی مخلوق میں سے کسی کے جسم میں اللہ کے حلول کرنے کو مانتا ہو، یا علاوہ عیسیٰ علیہ السلام کے رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کا قائل ہو، ایسے شخص کو

● - فرقہ عیسویہ عیسیٰ اصفہانی یہودی کی جانب منسوب یہودیوں کا ایک فرقہ ہے جو نبی اکرم ﷺ کی رسالت کا قائل ہے مگر عرب تک ہی ﷺ کی رسالت کے تمام بنی نوع انسانی کے لئے عام ہونے کا منکر ہے صاحب "ہدایہ" کے بیان کے مطابق ان میں سے بعض دوسرے بھی شامل ہیں یہ فرقہ عراق میں اسی نام سے معروف ہے یہ بحث دیکھئے (رد المحتار ج ۳ ص ۲۹۶ ادارہ مترجم)۔

کافر کہنے میں کوئی دو مسلمان بھی اختلاف نہیں کر سکتے، اس لئے کہ ان میں سے ہر عقیدہ کے باطل اور کفر ہونے پر قطعی دلائل قائم ہو چکے ہیں۔" اسی کتاب "الفصل" میں ج ۳ ص ۱۸۰ پر فرماتے ہیں۔

"قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا قول" وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔" اور احادیث صحیحہ میں رسول اللہ ﷺ کا قول: "لا نبی بعدی" سن لینے کے بعد کوئی بھی مسلمان کیسے جرأت کر سکتا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کسی کو بھی نبی مانے؟ بجز عیسیٰ علیہ السلام کے جن کا استثناء خود حضور ﷺ نے آخر زمانہ میں نزول عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق صحیح اور مرفوع روایت میں فرمایا ہے۔"

ختم نبوت کا عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے اور اس کا انکار ایسا ہی موجب کفر ہے جیسے خدا، رسول اور دین کے ساتھ استہزاء:

اسی کتاب میں ص: ۲۵۵ اور ۲۵۶ پر فرماتے ہیں:

"اس پر امت کا اجماع ہے کہ جو شخص کسی بھی ایسے امر کا انکار کرے جس کا ثبوت رسول اللہ ﷺ سے ہمارے نزدیک "مجمع علیہ" ہے، وہ کافر ہے، اور نصوص شرعیہ سے ثابت ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ یا اس کے کسی بھی فرشتے، یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی، یا قرآن کریم کی کسی بھی آیت، یا دین کے فرائض میں سے کسی بھی فرض، اس لئے کہ یہ تمام فرائض آیات اللہ ہیں۔ کے ساتھ حجت واضح ہو جانے کے بعد جان بوجھ کر استہزاء کرے، وہ کافر ہے، اور جو شخص رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کو بھی نبی مانے یا کسی ایسے امر کا انکار کرے جس کا اسے یقین ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا قول ہے، وہ بھی کافر ہے۔"

امت کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر سب و شتم یا آپ ﷺ کی ذات میں عیب چینی موجب کفر و ارتداد و قتل ہے:

ملا علی قاری رحمہ اللہ "شرح شفاء" میں ج: ۲ ص: ۳۹۳ پر فرماتے ہیں:

"تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی پر سب و شتم کرے (وہ مرتد ہے) اس کو قتل کر دیا جائے فرماتے ہیں طبری نے بھی اسی طرح یعنی ہر اس شخص کے مرتد ہو جانے کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور صاحبین سے نقل کیا کہ جو رسول اللہ ﷺ پر عیب گیری کرے، یا آپ ﷺ سے بے تعلقی (اور بے زاری) کا اظہار کرے، یا آپ ﷺ کی تکذیب کرے (وہ مرتد ہے) نیز فرماتے ہیں: سحنون رحمہ اللہ (مالکی) کا قول ہے کہ تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر سب و شتم کرنے والا، اور آپ ﷺ کی ذات مقدس میں عیب نکالنے والا کافر ہے، اور جو کوئی اس کے

کافر معذب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔"

ص: ۵۴۶ پر فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کو، اس کے فرشتوں کو، نبیوں کو، جو کوئی، سب وشتم کرے اس کو قتل کر دیا جائے (کہ وہ مرتد ہے)۔" ص: ۵۴۵ پر فرماتے ہیں:

"تمام انبیاء علیہم السلام کی، تمام فرشتوں کی توہین وتحقیر اور سب وشتم کرنے والے کا، یا جو دین وہ لے کر آئے اس کی تکذیب کرنے والے کا یا سرے سے ان کے وجود یا نبوت کا انکار کرنے والے کا حکم وہی ہے جو ہمارے نبی ﷺ کے انکار، یا تکذیب، یا توہین وتحقیر اور سب وشتم کرنے والے کا ہے (یعنی وہ مرتد ہے اور واجب القتل ہے)۔"

متواترات کا انکار کفر ہے، اور تواتر سے عملی تواتر مراد ہے: حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "شرح فقہ اکبر" میں "محیط" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"جو کوئی شریعت کی متواتر روایات کا انکار کرے، وہ کافر ہے، مثلاً جو شخص مردوں کے لئے ریشم پہننے کی حرمت کا انکار کرے۔"

فرماتے ہیں: "یاد رکھئے! اس مسئلہ میں تواتر سے مراد معنوی تواتر ہے، نہ کہ لفظی (جیسا کہ مثال سے ظاہر ہے، یعنی محدثین کی اصطلاح کے مطابق جس کو "حدیث متواتر" کہتے ہیں، وہ ضروری نہیں، بلکہ شریعت میں جو حکم متواتر سمجھا جاتا ہے اس کا منکر کافر ہے، اگرچہ محدثین کی اصطلاح کے مطابق وہ متواتر نہ ہو، چنانچہ حرمت لبس حریر کی حدیث متواتر نہیں ہے، مگر شریعت میں مردوں کے لئے ریشم پہننے کی حرمت متواتر ہے، رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے آج تک امت اس کو حرام کہتی چلی آئی ہے، اسی کو تواتر معنوی یا تواتر عملی کہتے ہیں)

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "فتاویٰ ہندیہ" (عالمگیری) میں بھی "فتاویٰ ظہیریہ" کے حوالے سے یہی نقل کیا ہے نیز تمام علماء اصول فقہ باب "السنۃ" میں اسی پر متفق ہیں (کہ مسئلہ تکفیر میں تواتر معنوی معتبر ہے اور اس کے ثبوت میں) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے

"اخاف الکفر علی من لم یر المسح علی الخفین"

ترجمہ: "جو شخص مسح علی الخفین کو جائز نہ سمجھے مجھے اس کے کافر ہو جانے کا اندیشہ ہے۔"

لہٰذا ان تصریحات وروایات کی بنا پر کسی بھی متواتر حکم کی مخالفت اور انکار کرنے والا کافر ہے۔

فرماتے ہیں: یہی حکم اصول "بزدوی" میں ج:۳ص:۲۶۷ پر اور "الکشف" میں ص:۲۲۳ پر اور ج:۴ص:۳۲۰ میں مذکور ہے۔

قطعی اور یقینی امور کا منکر کافر ہے، جو معتزلہ قطعیات کے منکر نہ ہوں ان کو کافر نہ کہنا چاہئے: علامہ ابن عابدین شامیؒ "ردالمحتار" (شامی) "باب المحرمات" ج:۲ص:۳۹۸ کے تحت لکھتے ہیں:

"یہ حکم فتح القدیر سے ماخوذ ہے، چنانچہ شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: باقی رہے معتزلہ تو دلائل کا تقاضہ یہ ہے کہ ان سے شادی بیاہ حلال ہونا چاہئے، اس لئے کہ حق یہ ہے کہ اہل قبلہ کو کافر نہ کہنا چاہئے، اگرچہ اہل حق ان کے عقائد پر بحث ونظر کے ذیل میں ان پر کفر لازم کر دیتے ہیں، بخلاف اس شخص کے جو دین کے قطعی اور یقینی عقائد واحکام کی مخالفت کرے، مثلاً عالم کے قدیم ہونے کا قائل ہو، اللہ تعالیٰ کے علم جزئیات کا (ہر چیز کے عالم ہونے کا) منکر ہو، ایسا شخص یقیناً کافر ہے، جیسا کہ محققین نے تصریح کی ہے، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: جو شخص اللہ تعالیٰ کے فاعل مختار ہونے کا منکر ہو، اور صدور کائنات کو اس کی ذات کا ایک اضطراری تقاضہ قرار دے، وہ بھی قطعاً کافر ہے۔

کفر کا حکم لگانے کے لئے خبر واحد بھی کافی ہے: حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: شیخ ابن حجر مکیؒ "صواعق محرقہ" میں ص:۱۵۲ پر شیخ تقی الدین سبکیؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں

"یہ حدیث اگرچہ خبر واحد ہے لیکن کفر کا حکم لگانے کے لئے خبر واحد پر عمل کیا جاتا ہے (اس لئے کہ خبر واحد پر عمل واجب ہے) اگرچہ خود کسی خبر واحد کا انکار کفر نہیں، ہاں قطعی الثبوت امر کا انکار موجب کفر ہے"۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا اشارہ "صحیح ابن حبان" کی روایت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی جانب ہے، جیسا کہ منذری نے "ترغیب وترہیب" میں ج:۳ص:۲۴۴ پر ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس آدمی نے دوسرے آدمی کو کافر کہا، ان دونوں میں سے ایک ضرور کافر ہو گیا۔" (یعنی جس کو کافر کہا ہے، اگر وہ فی الواقع کافر ہے تو فبہا ورنہ اس کو کافر کہنے والا ایک مسلمان کو کافر کہنے کی وجہ سے خود کافر ہو گیا) اسی حدیث کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: فقد وجب الکفر علی احدھما" (ان دونوں میں سے ایک پر کفر ضرور لازم ہو گیا)

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کی بنا پر رافضیوں کو کافر قرار دیا ہے، جیسا کہ "ریاض المرتاض" میں ص:۲۰۹ پر مذکور ہے۔ (اور یہ ظاہر ہے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ خبر واحد کی بنا پر تکفیر جائز ہے)۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: شیخ تقی الدین ابن دقیق العید نے "شرح عمدہ" کے باب "اللعان" میں ان لوگوں کے قول کی تائید کی ہے جو اس حدیث کے مضمون کے قائل ہیں (کہ کسی مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہے) اور اس حدیث کو اس کے ظاہر پر محمول کیا ہے۔

نیز فرماتے ہیں: علماء کبار کی ایک بڑی جماعت کی رائے بھی یہی ہے، جیسا کہ ابن حجر مکی نے اپنی دوسری کتاب "الاعلام بقواطع الاسلام" میں ذکر فرمایا ہے، نیز فرماتے ہیں: "جامع الفصولین" میں ج:۲ ص:۳۱۱ پر بھی یہی لکھا ہے۔

نیز "مختصر مشکل الآثار" میں ج:۱ ص:۳۷۰ پر امام طحاوی فرماتے ہیں: اس مقام (یعنی کسی مسلمان کو کافر کہنے کی صورت میں) کافر کہنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ دین کفر ہے جس کا وہ معتقد ہے، (بالفاظ دیگر کسی مسلمان کو کافر کہنا، اسلام کو کفر کہنے کے مترادف ہے) تو اگر وہ شخص مؤمن ہو اور (اس کا دین عین ایمان) تو اس کو کافر کہنے کے معنی یہ ہوئے کہ کہنے والا ایمان کو کفر کہتا ہے، لہٰذا وہ خود کافر ہوگیا، کیونکہ جو ایمان کو کفر کہے وہ خدا بزرگ و برتر کی تکذیب کرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ" (جو ایمان کا انکار کرے اس کے تمام اعمال برباد ہوگئے)۔

فرماتے ہیں: امام بیہقی رحمۃ اللہ نے کتاب "الاسماء والصفات" میں بھی خطابی کے حوالے سے یہی نقل کیا ہے (کہ مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہے)۔

نیز فرماتے ہیں: نکاح کے باب میں زیلعی کا جو قول "شرح کنز" میں ج:۲ ص:۱۲۹ پر منقول ہے کہ "پھر اگر خبر دینے والا خود ولی ہے... الخ" اس میں "عقوبت" ● سے مراد دنیا کی سزا ہے، "فتح القدیر" میں بھی ج:۳ ص:۴۰۰ پر "باب ادب القضاء" کے ذیل میں اس قول کو باختصار نقل کیا ہے، اس کی مراجعت کیجئے فرماتے ہیں کنز کے متن میں باب "شتی القضاء" کے ذیل میں ہی اس قول کو نقل کیا ہے اور اس پر رمز (اشارہ) اول کراہیت کی ہے، (یعنی کتاب الکراہیۃ کے شروع میں بھی

● [illegible] "خبر واحد" سے متعلق ایک ضابطہ بیان کیا اور خبر واحد [illegible] ہیں، اور فرمایا ہے کہ خبر واحد اور متواتر حدیث سے متعلق [illegible] اور اگر موجب عقوبت [illegible] اس میں اختلاف ہے بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس میں مقبول ہوگی اور بعض علماء کہتے ہیں کہ اس میں ثبوت حکم کے لئے خبر واحد کافی نہیں [illegible] عقوبت [illegible] اور مطلب یہ ہے [illegible] خبر واحد (ایک آدمی کا بیان) کافی نہیں [illegible] اس لئے "الحدود تندری بالشبہات" حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں)

ج:۳ ص:۲۰۵ پر اشارۃً اس کا ذکر کیا ہے۔)

ایک شبہ کا ازالہ:۔۔۔ حضرت مصنف رحمہ اللہ کی جانب سے تنبیہ ● فرماتے ہیں:

جو لوگ مسئلہ تکفیر میں خبر واحد کو قابل عمل قرار دیتے ہیں، ان کی مراد یہ ہے کہ حدیث اگر خبر واحد بھی ہو تو تب بھی وہ مفتی کے لئے مسئلہ تکفیر میں حکم کا ماخذ اور تکفیر کی بنیاد بن سکتی ہے، (یعنی مفتی اس کی بنا پر کافر ہونے کا حکم لگا سکتا ہے) باقی خود وہ شخص جس کا کافر کہا گیا ہے وہ فی نفسہ کافر ہوا ہے، کسی امر قطعی کا انکار کرنے کی وجہ سے، نہ کہ امر ظنی کا انکار کرنے کی وجہ سے، یہ فرق (کہ امر قطعی کا انکار کی وجہ سے کافر ہوگا اور امر ظنی کے انکار سے کافر نہ ہوگا) اس شخص کے حق میں ہے، باقی مفتی کے حق میں (کفر کا فتویٰ لگانے کے لئے) یہ ظن کافی ہے کہ فلاں شخص نے فلاں امر قطعی کا انکار کیا ہے، اس کے لئے قطعی یقین کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ ● یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے رجم کے مسئلہ میں خبر واحد پر عمل کیا جاتا ہے لیکن کسی شخص پر رجم کا حکم اس وقت تک نہیں لگایا جاتا جب تک چار مرد زنا کی گواہی نہ دیں، ایسے ہی اس مسئلہ تکفیر میں بھی ہے، حاصل یہ ہے کہ مسئلہ تکفیر میں کسی شخص کے کفر کا موجب تو فی نفسہ صرف انکار امر قطعی ہے، لیکن مفتی کو وجہ کفر (یعنی انکار امر قطعی) کی طرف متوجہ اور متنبہ کرنے والی خبر واحد بھی ہو سکتی ہے۔ ●

یعنی اس کو بتا سکتی ہے کہ فلاں امر قطعی کا انکار کفر ہے لیکن وہ امر (جس کے انکار کی وجہ سے کسی کو کافر کہا جائے) فی نفسہ صرف امر قطعی ہی ہو سکتا ہے (اس لئے کہ امر ظنی کے انکار سے انسان کافر نہیں

● ۔۔۔ (مستفاد بحث یعنی "خبر واحد کی بنا پر تکفیر جائز ہے" چونکہ سرسری نظر میں مسلمہ اصول دین کے خلاف معلوم ہوتی ہے اس لئے [illegible] خبر واحد مسلمہ طور پر ظنی ہے اور تکفیر صرف امر قطعی پر کی جاتی ہے حالانکہ [illegible] اور [illegible] لوازم [illegible] کی غرض سے [illegible] کے عنوان سے نہایت وضاحت سے [illegible] حقیقت [illegible] کرتے [illegible] کی طرف متوجہ اور متنبہ کرنا چاہتے ہیں فرماتے ہیں۔ از مترجم۔

● حاصل یہ ہے کہ [illegible] کفر [illegible] صرف کسی امر قطعی کا انکار ہی ہو سکتی ہے [illegible] کفر کا ارتکاب [illegible] یقین ضروری نہیں [illegible] یہ بات نہیں کہ جب تک مفتی کو ارتکاب [illegible] خبر واحد اگرچہ ظنی ہے مگر مسلمہ طور پر واجب العمل ہے اس لئے مفتی پر واجب ہے [illegible] صورت میں وہ کفر کا فتویٰ لگا سکتا ہے [illegible] از مترجم)

● چنانچہ [illegible] باطل کہنے کے [illegible] امر قطعی کا انکار [illegible] کرنے کی وجہ سے یقیناً کافر ہوگا لیکن اس بات کا علم کہ ایک مسلمان کو "کافر" [illegible] اس کا علم [illegible] خبر واحد ہے [illegible] ایک مسلمان [illegible] مسلمہ طور پر واجب العمل کے لئے مفید ہے۔ از مترجم)

ہوتا) فرماتے ہیں: اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عالم (ان) متواتر اور قطعی امور کو شمار کرے، اور ان کی فہرست بنانے (جن کا انکار کفر ہے) اس شمار اور فہرست میں بعض متواتر اور قطعی امور سہواً شمار کرنے سے رہ جائیں اور اس فہرست میں نہ آئیں اور کوئی عالم اس کو بتلائے کہ فلاں فلاں قطعی امور تو تم نے چھوڑ دیئے اور اس فہرست میں شمار ہی نہیں کئے اور وہ عالم اس شخص واحد کے متنبہ کرنے پر ان امور کو بھی فہرست میں داخل کرے تو اس صورت میں وہ عالم اس شخص واحد کے متنبہ کرنے سے ایک امر قطعی کی طرف متوجہ ہو گیا (جو اس کے ذہن میں نہ تھا، یا سہواً رہ گیا تھا) تو دیکھو وہ امر بجائے خود قطعی ہے، اس شخص واحد کے کہنے سے قطعی نہیں ہوا، ہاں اس شخص نے اس عالم کو اس کی طرف متوجہ کر دیا۔

بالکل اسی طرح زیر بحث مسئلہ میں وہ شخص کافر تو ہوگا صرف امر قطعی کا انکار کرنے کی وجہ سے، لیکن اس کے کفر پر فتویٰ لگانے والا مفتی "خبر واحد" سے انکار امر قطعی پر متنبہ ہو جاتا ہے، اور کفر کا فتویٰ لگا دیتا ہے، اس فرق کو خوب اچھی طرح سمجھ لو، واللہ ولی التوفیق!

ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ: ۔۔۔ فرماتے ہیں "شرح فقہ اکبر" کے بیان سے یہ متوہم ہوتا ہے کہ مسئلہ تکفیر میں فقہاء اور متکلمین کے درمیان اختلاف ہے، چنانچہ فقہاء تو امر ظنی کے انکار کی وجہ سے بھی کفر کا حکم لگا دیتے ہیں، بخلاف متکلمین کے (کہ وہ صرف امر قطعی کے انکار پر ہی کفر کا حکم لگاتے ہیں)۔

یہ محض توہم ہے، درحقیقت مسئلہ تکفیر میں فقہاء اور متکلمین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں بلکہ یہ صرف ان کے فن اور موضوع بحث کا اختلاف ہے، چنانچہ فقہاء کا موضوع بحث "فعل مکلف" ہے اور ان کے بیشتر مسائل ظنی ہیں، (اس لئے فقہاء دلائل ظنیہ کی بنا پر ہی کفر کا حکم لگاتے ہیں) اور متکلمین کا موضوع بحث عقائد قطعیہ ہیں اور وہ سب دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں، (اس لئے متکلمین دلائل قطعیہ کی بنا پر ہی حکم کفر لگاتے ہیں) یہی وہ نکتہ ہے جس کی بنا پر دونوں فریق کا دائرہ بحث اور طریق کار مختلف اور الگ الگ ہو جاتا ہے ورنہ اصل مسئلہ تکفیر میں کوئی اختلاف نہیں اور بدوں تردد، تکفیر کی بنیا ظن پر قائم کرنا جائز ہے، اس لئے کہ یہ ظن درحقیقت حکم کفر کا علم حاصل کرنے میں ہے، نہ کہ اس امر میں جو کسی شخص کی تکفیر کا موجب ہے (کہ وہ تو بے شک وشبہ سب کے نزدیک امر قطعی ویقینی ہی ہو سکتا ہے)

ایک اور فرق: حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

علاوہ ازیں مسئلہ زیر بحث میں تکفیر کی جاتی ہے خبر واحد کے "مفہوم" ومضمون کی بنا پر نہ کہ اس کے ثبوت کے انکار کی بنا پر (چنانچہ اگر کوئی شخص کسی خبر واحد کے ثبوت کا انکار کرے اور کہے کہ میرے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں، اس لئے کہ یہ "خبر واحد" ہے تو اس کو کافر نہ کہا جائے گا) اور بسا اوقات

طریق ثبوت اور دلالت مفہوم و مضمون کے اختلاف کی وجہ سے احکام مختلف ہو جاتے ہیں، دیکھئے شوافع نے صرف مضمون خبر واحد کا اعتبار کر کے (فرض اور سنت کی تقسیم کے وقت) صرف فرض کو (سنت کے مقابل) رکھا، اور واجب کو ترک کر دیا، اس لئے وہ خبر واحد سے فرض کو ثابت کرتے ہیں، اس کے برعکس حنفیہ نے کیفیت ثبوت کو پیش نظر رکھا۔ ●

(اور تین قسمیں کیں، فرض، واجب، اور سنت اور خبر واحد سے صرف واجب کو ثابت کیا، اور فرض کے ثبوت کے لئے خبر واحد کو ناکافی قرار دیا، ثمرہ اختلاف یہ نکلا کہ شوافع کے نزدیک خبر واحد سے فرض ثابت ہو سکتا ہے اور حنفیہ کے نزدیک خبر واحد سے فرض نہیں ثابت ہو سکتا) فرماتے ہیں اسی دقت نظر کے ساتھ اس مقام کو سمجھنا چاہئے، اور توفیق دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

کفریہ اقوال و افعال کے ارتکاب کرنے سے مسلمان، کافر ہو جاتا ہے، اگرچہ دل میں ایمان موجود ہو:

.....حضرت مصنف علیہ الرحمۃ دوسری تنبیہ ● کے عنوان سے فرماتے ہیں:

علماء بعض اعمال و افعال کے موجب کفر ہونے پر متفق ہیں، حالانکہ ان کے ارتکاب کے وقت تصدیق قلبی (ایمان) کا موجود رہنا ممکن ہے، اس لئے کہ ان اعمال و افعال کا تعلق ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ اعضاء جسم سے ہے نہ کہ قلب سے مثلاً ہنسی دل لگی کے طور پر زبان سے کلمہ کفر کہہ دینا، اگرچہ دل میں اس کا اعتقاد بالکل نہ ہو، یا بت (وغیرہ غیر اللہ) کو سجدہ کر لینا، یا کسی نبی کو مار ڈالنا، یا نبی کے، قرآن کے، یا کعبہ کے ساتھ استہزاء کرنا (کہ ان تمام افعال کے ارتکاب کرنے سے متفقہ طور پر انسان کافر ہو جاتا ہے اگرچہ ممکن ہے کہ اس کے دل میں ایمان موجود ہو) فرماتے ہیں: (ان اعمال و افعال کے ارتکاب کرنے والے کے کافر ہونے پر تو سب متفق ہیں لیکن) کفر کی وجہ کیا ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔

۱ بعض علماء کہتے ہیں کہ صاحب شریعت ﷺ نے انکی تصدیق و ایمان کا از روئے حکم اعتبار نہیں

● یعنی بحث اختلاف کا حاصل ہے کہ فقہاء مضمون و مفہوم خبر واحد کو پیش نظر رکھتے ہیں اور اس کے انکار کی بنا پر تکفیر کرتے ہیں اور متکلمین کیفیت ثبوت کو پیش نظر رکھتے ہیں اور ثبوت خبر واحد کے انکار پر تکفیر نہیں کرتے لہٰذا، حقیقت فریقین میں کوئی اختلاف نہیں جس چیز پر فقہاء تکفیر کرتے ہیں وہ اور ہے یعنی "مضمون خبر واحد" اور جس چیز کی بناء پر متکلمین تکفیر نہیں کرتے وہ اور ہے یعنی "انکار ثبوت خبر واحد" واللہ اعلم۔)

● عام طور پر کفریہ اقوال و افعال کے مرتکب لوگوں کی جب تکفیر کی جاتی ہے تو وہ خود بھی اور ان کے ہم نوا بھی یہ کہا کرتے ہیں کہ ایمان و کفر کا تعلق تو دل سے ہے جب تک کسی کے دل میں خدا اور رسول پر ایمان موجود ہے اس کو کافر کیسے کہا جا سکتا ہے؟ اسی طرح تمام متکلم علماء بھی یہ کہا کرتے ہیں کہ ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہے، جب تک یہ تصدیق قلبی موجود ہے کسی مسلمان کو کسی قول و فعل کی بناء پر کافر اور ایمان و اسلام سے خارج نہیں کہا جا سکتا، اس لئے حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ تنبیہ کے عنوان سے علماء امت کی تصریحات پیش کر کے اس غلط فہمی کو دور کرنا چاہتے ہیں)

کیا (اور کالعدم قرار دیا ہے) اگرچہ حقیقۃً موجود بھی ہو (لہٰذا ایسے لوگ شرعاً کافر ہیں) حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کتاب "الایمان" میں طبع قدیم ۱۳۲۵ھ کے ص: ۶۰ پر امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ سے یہی وجہ کفر نقل کرتے ہیں۔

۲۔ ۔۔۔اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ جو قول و فعل توہین و تحقیر کا موجب ہو اس کے ارتکاب پر کافر کہا جائے گا، اگرچہ توہین و تحقیر کا قصد نہ بھی ہو، (گویا یہ قول و فعل عدم ایمان کی دلیل ہیں ایسی صورت میں اس شخص کا دعویٰ ایمان مسموع نہ ہوگا) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے "ردالمحتار" میں یہی وجہ کفر بیان کی ہے۔

۳۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ ایمان (صرف تصدیق قلبی کا نام نہیں ہے، بلکہ اس) میں کچھ اور امور بھی معتبر ہیں (جن میں خدا اور رسول وغیرہ کی عقیدت و احترام بھی شامل ہے) لہٰذا ایسے شخص کی تصدیق کو جو مذکورہ بالا اعمال و افعال کا مرتکب ہے، ایمان نہیں کہا جائے گا۔

۴۔۔۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ شرعاً مؤمن کے لئے جو تصدیق معتبر ہے، یہ اعمال و افعال قطعاً اس کے منافی ہیں، (لہٰذا ایسا شخص شرعاً مؤمن نہیں ہے) علامہ قاسم نے "مسایرہ" کے حاشیہ میں اور حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہی وجہ کفر بیان کی ہے، مختصر یہ ہے کہ انسان بعض اعمال و افعال اور اقوال کے ارتکاب کرنے کی وجہ سے بھی متفقہ طور پر کافر ہو جاتا ہے، اگرچہ وہ تصدیق قلبی لغوی اور ایمان سے خارج نہ بھی ہوا ہو۔

کافروں کے سے کام کرنے والا مسلمان ایمان سے خارج اور کافر ہو جاتا ہے:

چنانچہ "شفاء" اور "مسایرہ" میں قاضی ابوبکر باقلانیؒ کا مذکورہ ذیل قول نقل کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں:

"اگر کسی شخص نے کسی ایسے قول یا فعل کے ذریعہ معصیت کا ارتکاب کیا، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرمائی ہو، یا امت کا اجماع ہو کہ "یہ قول و فعل کسی کافر ہی سے سرزد ہو سکتا ہے۔" یا کوئی اور قطعی (دلیل) اس پر قائم ہو (کہ یہ فعل ایک کافر ہی کر سکتا ہے) تو وہ شخص کافر ہو جائے گا۔

کفریہ اقوال و اعمال: ۔ ابوالبقاء "کلیات" میں فرماتے ہیں:

"کبھی انسان قول سے کافر ہوتا ہے اور کبھی فعل سے، موجب کفر کی صورت یہ ہے کہ انسان کسی ایسے امر شرعی کا انکار کر دے جو مجمع علیہ ہو، اور اس پر نص صریح بھی موجود ہو، خواہ اس کا عقیدہ بھی وہی ہو، خواہ عقیدہ تو وہ نہ ہو، مگر محض عناد یا استہزاء کے طور پر انکار کرے، اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا، (ہر صورت میں) کافر ہو جائے گا، اور موجب کفر فعل وہ "کفریہ عمل" ہے جو انسان عمداً کرے اور وہ دین

کے ساتھ کھلا ہوا استہزاء ہو، مثلاً بت کو سجدہ کرنا۔

بغیر کسی جبر واکراہ کے زبان سے کلمہ کفر کہنے والا کافر ہے، اگرچہ اس کا وہ عقیدہ نہ بھی

ہو:..... "شرح فقہ اکبر" میں ص:۱۹۵ پر علامہ قونوی کا قول نقل کیا ہے، فرماتے ہیں:

"اگر کسی شخص نے اپنی خوشی سے (بغیر کسی جبر واکراہ کے) زبان سے عمداً کلمہ کفر کہہ دیا تو وہ کافر ہو جائے گا، اگرچہ وہ اس کا عقیدہ نہ بھی ہو، اس لئے کہ (اس صورت میں) زبان سے کلمہ کفر کہنے پر اس کی رضا پائی گئی (اور رضا بالکفر، کفر ہے) اگرچہ وہ اس کے حکم یعنی کافر بننے پر راضی نہ بھی ہو، اور ناواقفیت اور جہل کا عذر بھی مسموع نہ ہوگا، عام علماء کا فیصلہ یہی ہے، اگرچہ بعض علماء اس کی مخالفت کرتے ہیں، (اور ناواقفیت کو عذر تسلیم کرتے ہیں) نیز علامہ موصوف فرماتے ہیں "خلافت شیخینؓ" کا منکر کافر ہے۔"

اسی "شرح فقہ اکبر" میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں:

"پھر یاد رکھو کہ اگر کوئی شخص زبان سے کلمہ کفر کہے یہ جانتے ہوئے کہ اس کا حکم یہ ہے (کہ انسان کافر ہو جاتا ہے) اگرچہ وہ اس کا معتقد نہ بھی ہو لیکن کہے برضا ورغبت (بغیر کسی جبر واکراہ کے) تو اس پر کافر ہونے کا حکم لگایا جائے گا، اس لئے کہ بعض علماء کے نزدیک مختار یہ ہے کہ تصدیق قلبی اور اقرار لسانی دونوں کے مجموعہ کا نام ایمان ہے لہٰذا یہ کلمہ کفر کہنے کے بعد وہ اقرار، انکار سے بدل گیا (اور ایمان باقی نہ رہا)"

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی "شرح شفاء" میں ج:۲ ص:۴۲۹ پر اور کچھ حصہ ج:۲ ص:۴۲۸ پر بھی یہی تحقیق مذکور ہے۔

ناواقفیت کا عذر کس صورت میں مسموع ہے اور کس میں نہیں؟:..... اسی "شرح فقہ

اکبر" کے آخر میں فرماتے ہیں:

"میں کہتا ہوں پہلا قول (کہ جہالت عذر ہے) زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے، الا یہ کہ ایسے امر کا انکار کرے جس کا ضروریات دین میں سے ہونا قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہو، ایسی صورت میں اس انکار کرنے والے کو کافر قرار دیا جائے گا، جہالت کا عذر مسموع نہ ہوگا۔

زبان سے کلمہ کفر بنص قرآن موجب کفر ہے:— حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "الصارم

المسلول" میں ص:۵۱۹ پر فرماتے ہیں:

"اسی لئے (کہ کلمہ کفر زبان پر لانے سے ہی انسان کافر ہو جاتا ہے) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيْمَانِكُمْ" (التوبہ: ۶۶)

ترجمہ: "تم کوئی عذر مت پیش کرو، اس لئے کہ بے شک تم ایمان لانے کے بعد (کلمہ کفر کہنے کی وجہ سے) کافر ہو گئے"۔

فرماتے ہیں:

یہاں اللہ تعالیٰ نے (قد کفرتم کے بجائے) یہ نہیں فرمایا کہ تم اپنے قول: "انما کنا نخوض ونلعب" میں "جھوٹے ہو" یعنی ان کو اس عذر میں جھوٹا نہیں کہا بلکہ یہ بتلایا کہ تم اس ہنسی دل لگی اور کھیل کود کے طور پر کلمہ کفر کہنے کی وجہ سے ہی ایمان کے بعد کافر ہو گئے (پس بنص قرآن معلوم ہوا کہ ہنسی، دل لگی کے طور پر کلمہ کفر کہنا بھی موجب کفر ہے، اگرچہ قصداً کچھ بھی نہ ہو)۔" ص ۵۲۴ پر اس کی مزید وضاحت کی ہے اسی طرح امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ نے "احکام القرآن" میں اس کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

شارع علیہ السلام نے محض کلمہ کفر زبان سے کہنے کو موجب کفر قرار دیا ہے۔

... مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ان تصریحات کے پیش نظر یہ کہنا کچھ بعید نہیں کہ صاحب شریعت ﷺ نے مذکورہ سابق حدیث (ابو سعید) میں ایسے مسلمان کے کافر کہنے کو ہی جس کا اسلام سب کو معلوم ہے کفر قرار دیا ہے اس لئے کہ شارع علیہ السلام کو اس کا اختیار ہے (کہ وہ کسی بھی قول یا فعل کو کفر قرار دے دیں) نہ اس لئے کہ کسی مسلمان کو کافر کہنے کے ضمن میں اسلام کو کفر کہنا لازم آتا ہے (کہ یہ بلا وجہ کا تکلف ہے) اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو خطاب کر کے فرماتے ہیں:

"فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا" (النساء: ۶۵)

ترجمہ: "پس قسم ہے تیرے رب کی وہ اس وقت تک مومن نہ ہوں گے جب تک تجھ کو اپنے باہمی جھگڑوں میں حاکم با اختیار نہ مان لیں، اور پھر تیرے فیصلوں سے اپنے دلوں میں ناگواری بھی محسوس نہ کریں اور کلی طور پر (تجھ کو حاکم مختار) تسلیم کر لیں"۔

(اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے امت کے تمام احکام و معاملات میں کلی طور پر مختار بنا دیا ہے، اور اسی اختیار کے تحت حضور ﷺ نے کسی مسلمان کے کافر کہنے کو کفر قرار دیا ہے) اور اللہ تعالیٰ تو تمام امور کے مالک و مختار ہیں ہی (اسی لئے اس نے اپنے نبی کو امت کے

احکام و معاملات میں مختار بنا دیا ہے۔

کفر کو کھیل بنا لینا کفر ہے:۔ ''ایثار الحق'' میں ص: ۴۳۲ پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے (اس تکفیر کی) وجہ یہ بیان کی ہے۔

''کسی مسلمان بھائی کو کافر کہنے والا جبکہ اس کے اسلام کا معتقد ہے تو اس کے باوجود اس کو کافر کہنے کے یہ معنی ہوئے کہ جس دین کا وہ پیرو ہے وہ کفر ہے اور وہ پیرو ہے اسلام کا تو گویا کہنے والے نے اسلام کو کفر کہا، اور جو کوئی اسلام کو کفر کہے وہ خود کافر ہے اگرچہ اس کا یہ عقیدہ نہ بھی ہو۔''

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تو دیکھو غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کفر کے ساتھ دل لگی (یعنی کفر کو کھیل بنا لینے کے مترادف) قرار دیا ہے (اور اس کو موجب کفر کہا ہے)

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والے تمام مرزائی کافر ہیں......

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ مردود (مرزا غلام احمد علیہ ما علیہ) اور اس کے متبعین یقیناً اس حدیث کا مصداق ہیں اس لئے کہ یہ لوگ عہد حاضر کی تمام امت مسلمہ کو (علی الاعلان) کافر کہتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ خود ان کو (بنص حدیث و قرآن) کافر قرار دیا جائے نہ کہ تمام عالم اسلامی کو، اس لئے کہ حدیث مذکور کے مطابق یہ امت مسلمہ کی تکفیر خود ان پر پڑی (اور بنص حدیث دنیا کے تمام مسلمانوں کو کافر کہنے کی وجہ سے یہ سب کافر ہو گئے یہ خدائی مار ہے) اور اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور جو ارادہ کرتے ہیں اس کا حکم کر دیتے ہیں (اللہ تعالیٰ نے ان کو خود ان کی زبان سے کافر بنا دیا) بقول شاعر

فلقد کان هذا لهم لا لهم فاولی لهم ثم اولی لهم

ترجمہ:۔ ''یہ تو ان کی دلیل ہے، نہ ان کی، پس ان کے لئے ہلاکت ہو اور پھر ہلاکت ہو۔''

چنانچہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ زاد المعاد'' میں باب'' احکام الفتح'' کے تحت فرماتے ہیں:

''بخلاف مبتدعین اور اہل اہواء (گمراہ فرقوں) کے کہ یہ لوگ تو اپنے عقائد باطلہ کی مخالفت اور خود اپنی جہالت کی بناء پر تمام مسلمانوں کو کافر اور مبتدع (گمراہ) کہتے ہیں، حالانکہ وہ خود کافر اور مبتدع (گمراہ) کہلانے کے زیادہ مستحق ہیں، بنسبت ان مسلمانوں کے جن کو وہ کافر اور مبتدع کہتے ہیں (کیونکہ وہ مسلمانوں کو کافر کہنے کی وجہ سے بنص حدیث خود کافر ہو گئے)۔''

مسئلہ تکفیر کے مزید حوالے:..... مصنف رحمۃ اللہ علیہ بحث کو ختم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تکفیر کا مسئلہ ''تحریر'' اور اس کی شرح'' تقریر'' میں مذکورہ ذیل عنوانات کے تحت مندرجہ ذیل

صفحات پر مذکور ہے۔(مراجعت فرمایئے)

۱:۔۔۔مسئلہ العقلیات الی آخرہ،ج:۳ص:۳۰۳،۳۱۸۔

۲:۔۔۔ثم قال السبکی الی آخرہ،آخر شرح میں

۳:۔۔۔والفصل الثانی فی الحاکم،ج:۲ص:۹۰

۴:۔۔۔والباب الثانی ادلۃ الاحکام،ج:۳ص:۲۱۵

۵:۔۔۔ومسئلۃ انکار حکم الاجماع القطعی ج:۳ص:۱۱۳ وص:۳۰۵

۶:۔۔۔وانما لهم القطع بالعمومات۔۔۔الخ۔ج:۳ص:۲۰و۱۱۰

۷:۔۔۔اجیب بان فائدہ التحول۔۔۔الخ۔ج:۳ص:۲۵

۸:۔۔۔ومن اقسام الجهل۔۔۔الخ۔ج:۳ص:۳۱۷

۹:۔۔۔والهزل۔ج:۲ ص:۲۰۰

فرماتے ہیں: تبلیغ سے متعلق "مستصفیٰ" اور "تقریر" میں مذکورہ ذیل صفحات پر ہے:

"المستصفیٰ":۔۔۔ج:۱ص:۱۳۳۔۱۴۷۔۱۵۱

"التقریر":۔۔۔ج۳ص۳۱۶،۳۲۷

☆☆☆☆☆☆☆☆

ضروریاتِ دین کی مخالفت میں کوئی تاویل مسموع نہیں اور ان میں تاویل کرنے والا کافر ہے

ضروریاتِ دین امور قطعیہ کے علاوہ امور حقہ میں تاویل مسموع ہے، ضروریات دین اور قطعیات میں کوئی بھی تاویل مسموع نہیں● اور مؤول تاویل کرنے کے باوجود کافر ہے:

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "کلیات ابوالبقاء" میں ص: ۵۵۳، ۵۵۴ پر لکھا ہے: "ہر وہ شخص جس کے دل میں ایمان نہ ہو وہ کافر ہے۔

اب اگر وہ صرف زبان سے ایمان کا اظہار (اور مسلمان ہونے کا دعویٰ) کرتا ہے تو وہ منافق ہے اور اگر ایمان لانے کے بعد کفر کو اختیار کرتا ہے تو وہ مرتد ہے اور اگر ایک سے زائد معبود مانتا ہے تو وہ مشرک ہے اور اگر کسی منسوخ دین اور کتاب کا متبع ہے تو وہ کتابی ہے اور اگر زمانہ کو قدیم مانتا ہے اور حوادث عالم کو اسی کی جانب منسوب کرتا ہے (یعنی "زمانہ" کو ہی کائنات کا خالق اور اس میں متصرف مانتا ہے) تو وہ معطل ہے اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتا ہے مگر اس کے ساتھ باطنی طور پر ایسے عقیدے رکھتا ہے جو متفقہ طور پر کفر ہیں تو وہ زندیق ہے۔"

ممانعت تکفیر اہل قبلہ کس کا قول ہے؟ اور اس کی صحیح تعبیر کیا ہے؟: ۔۔۔ نیز حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اہل قبلہ کی تکفیر سے ممانعت صرف شیخ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ اور فقہاء کا قول ہے، مگر جب ہم ان (نام نہاد) مسلمان فرقوں کے عقائد کا جائزہ لیتے ہیں تو ان میں ہم ایسے عقائد موجود پاتے ہیں جو قطعی طور پر کفر ہیں، لہٰذا ہم (اس مسئلہ کا عنوان یہ قرار دیتے ہیں کہ):

● ۔۔۔ صریح کفریہ عقائد رکھنے والے اور کفریہ اقوال و اعمال کا ارتکاب کرنے والے "نام نہاد" مسلمان افراد یا فرقوں پر جب علمائے حق کفر کا حکم اور فتویٰ لگاتے ہیں تو وہ احتیاط کو کوشش اور مسائل پسند علماء ان کی تکفیر سے یہ کہہ کر احتراز کرتے ہیں کہ "مؤول کی تکفیر نہ کی جائے جیسے" اور خود وہ لوگ بھی علماء حق کے مقابلے پر اس فقرہ کو بطور "سپر" استعمال کرتے ہیں، اس لئے حضرت مصنف قدس اللہ سرہ نے "تکفیر اہل قبلہ" کی طرح اس مسئلہ "تاویل" پر بھی ایک مستقل عنوان اور باب قائم کر کے علماء محققین کے اقوال و آراء پیش فرماتے ہیں اور اس مسئلہ کی مکمل تنقیح اور تحقیق فرماتے ہیں۔ (از مترجم)

''ہم اہل قبلہ کو اس وقت تک کافر قرار نہیں دیتے جب تک کہ وہ کسی موجب کفر قول یا فعل کا ارتکاب نہ کریں۔''

اور یہ قول (لا نکفر اهل القبلة اگرچہ بظاہر عام ہے، لیکن یہ) ایسا ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''ان الله يغفر الذنوب جميعا'' (بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کردے گا) حالانکہ کفر و شرک (وہ گناہ ہیں جو کسی کے نزدیک بھی بدوں توبہ) معاف نہ ہوں گے۔ ●

فرماتے ہیں: چنانچہ جمہور اہل سنت فقہاء اور متکلمین ''اہل قبلہ'' میں سے ان مبتدعین (گمراہ فرقوں کی تکفیر سے منع کرتے ہیں جو (ضروریات دین میں نہیں بلکہ) ضروریات دین کے علاوہ عقائد اور موحقہ میں باطل تاویلیں کرتے ہیں، اس لئے کہ ان کی یہ تاویلیں بھی ایک قسم کا ''شبہ'' ہیں (لہٰذا ان کا کفر یقینی نہ ہوا)

فرماتے ہیں: یہ مسئلہ بیشتر معتبر کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

اجماع ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ اس ''کلیات'' میں ص ۵۵۳، ۵۵۵ پر لکھا ہے:

''اس قطعی اور یقینی اجماع کی (مخالفت اور انکار) کرنا جو ضروریاتِ دین میں سے ہو گیا ہو، یقیناً کفر ہے اور ضروریاتِ دین میں سے کسی بھی چیز کے منکر کو کافر کہنے میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے، نزاع صرف اس منکر کو کافر کہنے میں ہے جو تاویل کی بنا پر (کسی ایسے) امر قطعی کا انکار کرے (جو ضروریاتِ دین میں سے نہ ہو) چنانچہ فقہاء و متکلمین اہل سنت میں سے بیشتر علماء کی رائے اور جمہور اہل سنت کا مختار یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے اس مبتدع اور گمراہ فرقہ کو کافر نہ کہا جائے، جو ضروریاتِ دین کے علاوہ اور عقائد و مسائل میں تاویل کرتا ہے (اور تاویل کی بنا پر مخالفت کرتا ہے) اس لئے کہ تاویل بھی ایک قسم کا ''شبہ'' ہے جیسا کہ ''خزانہ جرجانی، محیط برہانی، احکام رازی اور اصول بزدوی'' میں مذکور ہے اور کرخی اور حاکم شہید نے امام ابوحنیفہؒ سے بھی یہی روایت کیا ہے نیز جرجانی امام حسن بن زیاد سے بھی یہی روایت نقل کرتے ہیں اور شارح مقاصد، شرح مواقف اور آمدی نے امام شافعیؒ سے بھی یہی روایت کیا ہے مگر مطلقاً (یعنی یہ کوئی بھی نہیں کہتا کہ کسی بھی ''متاول'' اہل قبلہ کی تکفیر کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے، بلکہ ضروریاتِ دین کا سب استثناء کرتے ہیں لہٰذا ضروریاتِ

● اس لئے کہ اللہ تعالیٰ دوسری آیت میں فرماتے ہیں: ''ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء'' تو معلوم ہوا کہ پہلی آیت میں ''ذنوب'' سے کفر و شرک کے سوا گناہ مراد ہیں بالکل اسی طرح یہاں ایک طرف فرماتے ہیں: ''ہم کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے'' دوسری طرف انہی اہل قبلہ میں سے گمراہ فرقوں کے بعض عقائد و اعمال کو کفر قرار دیتے ہیں، لہٰذا معلوم ہوا کہ ان کی مراد مذکورہ بالا قول سے یہ ہے کہ جب تک اہل قبلہ کسی موجب کفر قول یا فعل کا ارتکاب نہ کریں ہم انہیں کافر نہیں کہتے، اس لئے کہ موجب کفر عقائد و اعمال اختیار کر لینے سے وہ ''اہل قبلہ'' ہی نہیں رہتے لہٰذا ان کی تکفیر اہل قبلہ کی تکفیر ہے ہی نہیں۔ (از مترجم)

دین کا منکر سب کے نزدیک کافر ہے اور اس کی کوئی تاویل مسموع نہیں)

امر قطعی کا انکار بہر صورت کفر ہے:

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فتح المغیث میں "مبتدعین" کی روایت کے معتبر ہونے یا نہ ہونے کی بحث کے ذیل میں ص ۱۳۳ پر لکھتے ہیں:

"یہ تمام تر نزاع ان "بدعتیوں" (اور گمراہیوں کے) متعلق ہے جو موجب کفر نہیں ہیں، رہی موجب کفر بدعتیں تو ان میں سے بعض تو ایسی ہیں کہ ان کے موجب کفر ہونے میں کوئی تردد کیا ہی نہیں جا سکتا (ان کے ماننے والے یقیناً کافر ہیں، ان کی روایت ہرگز مقبول نہ ہوگی) مثلاً وہ لوگ جو اللہ تعالی کے معدوم چیز سے واقف ہونے" کے منکر ہیں، اور کہتے ہیں کہ: "اللہ تعالی ہر چیز کو پیدا کرنے کے بعد ہی جانتا ہے۔" یا وہ لوگ جو "جزئیات کے علم" کے بالکل منکر ہیں، یا وہ لوگ جو "حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وجود میں اللہ تعالی کے حلول کرنے کے قائل ہیں۔" یا جو لوگ اللہ تعالی کے لئے صاف اور صریح طور پر "جسم" ثابت کرتے ہیں اور اس کو "مجسم" (عرش پر چوکڑی مارے بیٹھا ہوا) مانتے ہیں، فرماتے ہیں: لہذا صحیح فیصلہ یہ ہے کہ ہر اس راوی کی روایت رد کر دی جائے گی جو شریعت کے کسی ایسے متواتر امر کا انکار کرے، جس کے ثبوت یا نفی کا "دین سے ہونا" یقینی طور پر معلوم و معروف ہو، لیکن جو راوی ایسا نہ ہو (یعنی قطعیات اور ضروریات دین کا منکر نہ ہو) اور اس کے ساتھ ساتھ حفظ وضبط روایت اور تقوی و پرہیزگاری کے ساتھ موصوف ہو، اور ثقہ راوی کی باقی تمام صفات اور صحت روایت کے تمام شرائط اس میں موجود ہوں تو ایسے مبتدع کی روایت قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔"

لزوم کفر اور التزام کفر کا فرق:

صاحب "فتح المغیث" آگے چل کر فرماتے ہیں:

"دلائل و براہین سے ثابت ہے کہ کفر کا حکم اس شخص پر لگایا جائے گا جس کا قول صریح کفر ہو، یا کفر صریح اس کے قول سے لازم آتا ہو، اور اس کو بتلا دیا جائے (کہ تمہارے قول پر یہ کفر لازم آتا ہے) تب بھی وہ اسی پر مصر رہے لیکن اگر وہ اس کو تسلیم نہیں کرتا (کہ میرے قول پر یہ کفر لازم آتا ہے) اور اس کفر کی مدافعت کرتا ہے (اور جواب دیتا ہے) تو وہ کافر نہ ہوگا، اگرچہ (اہل حق کے نزدیک) وہ امر جو لازم آتا ہو کفر ہو۔"

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں صاحب "فتح المغیث" کے اس (دوسرے) بیان کو "امر غیر قطعی" (کے انکار پر محمول کرنا چاہیئے تاکہ یہ بیان ان کے پہلے بیان کے موافق ہو جائے (اور تضاد نہ پیدا ہو، اس لئے کہ پہلے بیان سے ظاہر ہے کہ امر قطعی کا انکار بہر صورت موجب کفر ہے، اس کے تسلیم کرتے یا

نہ کرنے پر مطلق مدار نہیں، اور دوسرے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ لزوم کفر کو تسلیم کرنے کے باوجود مصر رہے تو کافر ہے، ورنہ نہیں، لہٰذا پہلا بیان امر قطعی کے انکار سے متعلق ہے، اور دوسرا امر غیر قطعی کے انکار سے)۔

نیز فرماتے ہیں: صاحب ''فتح المغیث'' سے پہلے ابن دقیق العید رحمہ اللہ اس تحقیق کو بیان کر چکے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

''ہمارے نزدیک محقق یہ ہے کہ ہم روایت کے معاملہ میں راویوں کے مذہب (اور معتقدات) کا اعتبار نہیں کرتے، اس لئے کہ ہم کسی بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے، الا یہ کہ وہ شریعت کے کسی امر قطعی کا انکار کرے (تو بے شک اس کو کافر کہتے ہیں اور اس کی روایت بھی قبول نہیں کرتے)۔''

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: صاحب ''فتح المغیث'' کا پہلا قول حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے بیان سے ماخوذ ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے شاگرد رشید محقق ابن امیر حاج رحمہ اللہ بھی ''تحریر'' کی شرح میں اپنے شیخ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی یہی رائے نقل کرتے ہیں۔

لزوم کفر اور التزام کفر کے بارے میں قول فیصل: ... مصنف نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

لزوم کفر اور التزام کفر کے مسئلہ (محققین کی تحقیق) کا حاصل یہ ہے کہ جس شخص کے کسی عقیدہ کی وجہ سے کفر لازم آتا ہو اور اس شخص کو اس کا پتہ نہ ہو، اور جب اس کو بتلایا جائے (کہ تمہارے قول پر یہ کفر لازم آتا ہے) تو وہ اس کفر کے لازم آنے کا انکار کرے اور وہ (متنازع فیہ امر) ضروریات دین میں سے نہ ہو، اور اس کفر کا لازم آنا بھی واضح وظاہر نہ ہو بلکہ محل بحث ونظر ہو) تو ایسا شخص کافر نہیں ہے اور اگر لازم آنے کو تو تسلیم کرتا ہو مگر کہتا ہو کہ: ''یہ (جو میرے قول پر لازم آتا ہے) کفر نہیں ہے۔'' اور محققین کے نزدیک اس کا کفر ہونا مسلم ہو تو اس صورت میں بھی وہ کافر ہے۔

فرماتے ہیں یہی (تحقیق وتفصیل قاضی عیاض رحمہ اللہ نے قاضی ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ اور شیخ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کی ہے) چنانچہ وہ قاضی ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ کا قول مذکورہ ذیل نقل کرتے ہیں:

''جو علماء مبتدعین کے قول پر لازم آنے والے کفر پر مؤاخذہ جائز نہیں سمجھتے اور (اہل تحقیق کے نزدیک) ان کے عقیدہ کا جو تقاضا (کفر) ہے وہ ان پر لازم (عائد) نہیں کرتے وہ ان کو کافر کہنا بھی جائز نہیں سمجھتے اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جب ان مبتدعین کو اس (لزوم کفر) سے آگاہ کیا جاتا ہے تو وہ فوراً کہتے ہیں کہ ہم تو ہرگز یہ نہیں کہتے کہ (مثلاً) اللہ تعالیٰ عالم نہیں ہے اور یہ جو نتیجہ تم نے ہمارے قول سے نکالا ہے (اور ہم پر

الزام عائد کیا ہے) اس کا تو ہم بھی ایسے ہی انکار کرتے ہیں جیسے تم اور تمہاری طرح ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ یہ (انکار صفت علم) کفر ہے، بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ "ہمارے قول سے یہ (انکار صفت علم) لازم ہی نہیں آتا جیسا کہ ہم نے ثابت کر دیا۔" (اس لئے ایسے لوگوں کو کیونکر کافر کہا جائے؟)"

نیز فرماتے ہیں: اور قاضی عیاض رحمہ اللہ نے شیخ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ سے اس شخص کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ کی کسی بھی صفت سے جاہل ہو، نقل کیا ہے کہ "وہ کافر نہیں" اور اس کی وجہ شیخ نے یہ بیان کی ہے۔

"اس لئے کہ یہ جاہل شخص اس طرح (قول) کا معتقد نہیں ہے کہ اس کے حق ہونے کا اسے قطعی یقین ہو اور اسی کو دین وہ جب سمجھتا ہو، اور کافر صرف اسی شخص کو کہا جاتا ہے جس کا قطعی اعتقاد یہ ہو کہ میرا قول ہی حق ہے۔"

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ یہی (تفصیل) ابن حزم رحمہ اللہ کے بیان سے بھی واضح ہوتی ہے۔

خاتمہ

کسی بھی امر مجمع علیہ کا منکر کافر ہے، "مجمع علیہ" سے کیا مراد ہے؟

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "شرح جمع الجوامع" میں ج:۲ص۱۳۰ پر فرماتے ہیں:

ا:۔۔۔ ہر ایسے "مجمع علیہ امر" کا منکر قطعاً کافر ہے جس کا امور دین میں سے ہونا یقینی طور پر معلوم ہو، یعنی ایسا امر جس کو ہر خاص و عام بغیر کسی شک و شبہ اور تردد کے "دین" سمجھتا اور جانتا ہو، اور اسی لئے وہ ضروریاتِ دین میں شامل ہو گیا ہو اور مثلاً نماز، روزہ کی فرضیت اور شراب و زنا کی حرمت کے مرتبہ کو پہنچ گیا ہو۔ (یعنی فرضیت صوم و صلوٰۃ اور حرمت شراب و زنا کی طرح امت اس کو "دین" سمجھتی ہو) اس لئے کہ ایسے امر کے انکار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے، اور ابن حاجب رحمہ اللہ اور آمدی رحمہ اللہ کے بیان سے جو متوہم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں کوئی اختلاف ہے (یہ قطعاً غلط ہے) ان دونوں محققوں کی مراد یہ ❶ نہیں ہے (جو متوہم ہوتا ہے) چنانچہ محقق بنانی شرح "جمع الجوامع" کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

"بلکہ ان دونوں حضرات کی مراد یہ ہے کہ جس مجمع علیہ امر کا "دین" ہونا قطعی اور یقینی طور پر معلوم

---

❶ ہر دو بزرگوں کے بیانات سے واضح ہے کہ امر متنازع فیہ ضروریات دین میں سے نہیں جب تک کسی تاویل کا دائرہ بھی کھلا ہو ... لیکن ضروریات دین اور قطعیات کا انکار تو کھلا ہوا کفر ہے اس میں کسی بحث و تحقیق کی گنجائش ہی نہیں۔ (مترجم)

نہ ہو، اس میں اختلاف ہے (کہ اس کے منکر کو کافر کہا جائے یا نہیں) باقی جس مجمع علیہ امر کا "دین" ہونا قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہو اس کے منکر کے کافر ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔"

اس کے بعد شرح "جمع الجوامع" میں فرماتے ہیں:

۲:..... اسی طرح وہ متفق علیہ اور (مسلمانوں میں) مشہور و معروف امور (اگرچہ ضروریات دین کے مرتبہ کو نہ پہنچے ہوں مگر) ان پر حدیث و قرآن کی نص صریح (موجود) ہو، مثلاً بیع و شراء کا حلال (اور سود کا حرام) ہونا، ان کا منکر بھی صحیح تر قول کے مطابق کافر ہے، اس لئے کہ اس میں بھی رسول اللہ ﷺ کی تکذیب لازم آتی ہے، مگر بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس صورت میں منکر کی تکفیر نہ کی جائے، اس لئے کہ ممکن ہے کہ اس شخص کو قرآن و حدیث کی وہ نصوص معلوم نہ ہوں۔

۳:..... اور ان مجمع علیہ مشہور و معروف امور کے منکر کے کافر ہونے میں تردد ہے جن پر قرآن و حدیث کی نص صریح موجود نہ ہو، بعض علماء فرماتے ہیں کہ ایسے مجمع علیہ امور کے منکر کو بھی کافر کہا جائے، اس لئے (کہ اگرچہ نص صریح موجود نہیں مگر) ان کا دین ہونا مشہور و معروف ہے، لیکن بعض علماء کا قول ہے کہ ایسے امر مجمع علیہ کے انکار پر تکفیر نہ کی جائے اس لئے کہ ممکن ہے اس شخص کو اس شہرت کا علم نہ ہو۔

۴:..... اور وہ امر مجمع علیہ جو مخفی ہوں کہ اس کو صرف "خواص اہل علم" ہی جانتے ہوں (عام لوگ اس سے واقف نہ ہوں) مثلاً حج میں وقوف عرفات سے پہلے "جماع" کر لینے حج کا فاسد ہو جانا (ایسے امر مجمع علیہ کا منکر کافر نہیں ہوتا) اگرچہ اس مسئلے میں نص شرعی موجود بھی ہو، مثلاً حقیقی بیٹی کے موجود ہوتے پوتی کے چھٹے حصے کے وارث ہونے کا استحقاق، چنانچہ "بخاری" کی صحیح روایت میں آتا ہے کہ خود حضور ﷺ نے مذکورہ پوتی کے وارث ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے۔ (مگر چونکہ امر مخفی ہے، اس لئے مجمع علیہ ہونے کے باوجود اس کا منکر کافر نہ ہوگا)

۵:..... اسی طرح اگر کوئی شخص (دینی امور کے علاوہ) کسی اور دنیوی متفق علیہ امر کا انکار کرے مثلاً دنیا میں "بغداد" کا وجود، تو اس کا منکر بھی کافر نہ ہوگا۔

---

❶ صاحب "جمع الجوامع" کے بیان کے مطابق "مجمع علیہ" (متفق علیہ) امور پانچ قسم کے ہیں: ۱۔ وہ جن کا دین ہونا اس قدر مشہور و معروف اور قطعی ہو کہ ضروریات دین کے مرتبہ کو پہنچ گئے ہوں۔ ۲۔ وہ مشہور معروف امور جو اگرچہ ضروریات دین کے مرتبہ کو نہ پہنچے ہوں مگر منصوص ہوں۔ ۳۔ وہ مشہور معروف امور جو صرف مشہور ہوں، منصوص نہ ہوں۔ ۴۔ وہ مخفی امور جن کو صرف اہل علم ہی جانتے ہوں اگرچہ منصوص بھی ہوں۔ ۵۔ دنیوی امور۔ نمبر ۱ کا منکر قطعاً کافر ہے۔ نمبر ۲ کا منکر راجح یہ ہے کہ کافر ہے اس لئے کہ وہ مشہور بھی ہیں اور منصوص بھی۔ نمبر ۳ کے کافر ہونے میں تردد ہے، دونوں کا احتمال ہے، مخفی ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ منکر کو کافر نہ کہا جائے، منصوص ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ کافر کہا جائے۔ نمبر ۴ کا منکر قطعاً کافر نہیں ہے، اسی طرح نمبر ۵ کا منکر بھی کافر نہیں ہے۔)

کبار محققین کے اقوال وحوالے:..... مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: (اجماع کی حجیت کے متعلق) یہ تحقیق عام کتب اصول میں مذکور ہے مثلاً آمدی کی کتاب "الاحکام" میں "المسئلۃ السادسۃ من الاجماع" کے تحت، اور "ومن شرائط الراوی" کے ذیل میں۔ اسی طرح "مختصر ابن حاجب" میں، اور "التحریر" اور اس کی شرح "التقریر" میں، اسی طرح شرح مسلم میں مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ "فتاویٰ ابن تیمیہ" میں "الاختیارات العلمیہ" کے تحت اور کتاب "الایمان" میں ص ۱۵ پر فرماتے ہیں:

"یہ آیت اس امر کی دلیل ہے کہ مؤمنین کا "اجماع" حجت ہے، اس لئے کہ اجماع امت کی مخالفت سے مخالفت رسول ﷺ لازم آتی ہے (اور رسول کی مخالفت کفر ہے)، نیز اس امر کی بھی دلیل ہے کہ ہر مجمع علیہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی نص (حدیث صریح) کا ہونا ضروری ہے، لہٰذا ہر وہ مسئلہ جس کے متعلق قطعی یقین ہو کہ امت اس پر متفق ہے اور کوئی مسلمان اس کا مخالف نہیں ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کے قول (آیت کریمہ) کے مطابق وہی ہدایت ہے اور اس کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسے کسی نص صریح کا منکر (کافر ہے)

لیکن جس مسئلہ میں "اجماع امت" کا گمان ہو، قطعی یقین نہ ہو، تو ایسی صورت میں تو بعض اوقات اس کا یقین بھی نہیں ہوتا کہ یہ ان امور میں سے ہے بھی جن کا حق ہونا حضرت رسول اللہ ﷺ کی نص سے ثابت ہے، لہٰذا ایسے اجماع کی مخالفت کرنے والے کو کافر نہیں کہا جاسکتا، بلکہ (ایسی صورت میں تو) بعض مرتبہ اجماع کا گمان ہی غلط ہوتا ہے اور اس کی مخالفت کرنا ہی صحیح ہوتا ہے۔" ❶ فرماتے ہیں:

"یہ اس مسئلہ (حجیت اجماع) کا واضح اور مفصل ترین بیان ہے کہ کون سا اجماع حجت ہے، اور اس کا مخالف کافر ہے، اور کون سے اجماع کا مخالف کافر نہیں ہے۔" زرقانی جلد ۶ ص ۱۶۸ پر مقصد سادس کی نوع ثالث کے ذیل میں فرماتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ کیا رسول اللہ ﷺ پر ایمان کے معتبر ہونے کے لئے یہ جاننا بھی شرط ہے کہ آپ ﷺ "بشر" تھے، یا "عربی النسل" تھے، حالانکہ یہ (بتلانا) مثلاً ماں باپ وغیرہ پر فرض کفایہ ہے، چنانچہ ان دونوں میں سے کسی نے بھی اگر اپنی ذی شعور اولاد کو یہ بتلا دیا (کہ آپ ﷺ بشر تھے یا عربی النسل تھے) تو دوسرے سے یہ فرض ساقط ہوگیا (یہی فرض کفایہ ہونے کی دلیل ہے، تو کیا فرض کفایہ

---

❶ حاصل یہ ہے کہ "اجماع قطعی" حجت ہے اور اس کا مخالف ومنکر کافر ہے اس کے برعکس "اجماع ظنی" میں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں اس لئے اس کا مخالف ومنکر کافر بھی نہیں ہے۔)

ہونے کے باوجود یہ صحت ایمان کے لئے شرط ہے)"

فرماتے ہیں:

"شیخ ولی الدین حافظ حدیث احمد بن حافظ حدیث عبدالرحیم عراقی نے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ: بے شک یہ جاننا شرط صحت ایمان ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس پر تو میرا ایمان ہے کہ محمد ﷺ تمام مخلوق کے لئے رسول ہیں، لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ آپ ﷺ بشر تھے یا فرشتہ یا جن، یا یہ کہے کہ میں یہ نہیں جانتا کہ آپ ﷺ عربی ہیں یا عجمی؟ تو اس شخص کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں، اس لئے کہ یہ قرآن کی تکذیب ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں: ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ" دوسری آیت میں فرماتے ہیں "لَا اَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ" پہلی آیت میں عربی النسل ہونا اور دوسری آیت میں بشر ہونا منصوص ہے، لہٰذا اس شخص کا عربی النسل یا بشر ہونے سے انکار قرآن کا انکار وتکذیب ہے، نیز یہ شخص ایک ایسے امر یقینی اور مجمع علیہ کا انکار کرتا ہے جس کو امت روز اول سے "لباعن جد" جانتی چلی آتی ہے، اور ہر خاص وعام قطعی اور یقینی طور پر (آفتاب نصف النہار کی طرح) جانتا اور مانتا ہے، لہٰذا یہ (اجماع امت) ضروریات دین میں سے ہوگیا (جس کا انکار کفر ہے) اور ہمارے علم میں (امت میں) اس کا کوئی مخالف بھی نہیں ہوا (اس لئے اجماع قطعی ہوگیا) لہٰذا اگر کوئی ایسا جاہل اور غبی ہو کہ اس (اظہر من الشمس) امر کو بھی نہ جانتا ہو تو اس کو بتلانا اور آگاہ کرنا (ہر مسلمان کا) فرض ہے، اس کے بعد بھی اگر وہ اس امر ضروری (بدیہی) کا انکار کرے تو ہم اس کو ضرور کافر قرار دیں گے اس لئے کہ کسی بھی امر ضروری "بدیہی" کا انکار کفر ہے باقی جو امر ضروری اور یقینی نہیں ہے اس کا انکار بے شک کفر نہیں ہے اگرچہ بتلانے کے باوجود بھی انکار کیا جائے۔ (زرقانی کے اس طویل بیان سے بھی واضح ہوگیا کہ "اجماع قطعی" کا انکار کفر ہے) زرقانی فرماتے ہیں: شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمہ اللہ کی کتاب "البہجہ" کے شارحین کے بیان کا حاصل بھی یہی ہے"۔

ختم نبوت کا عقیدہ اجماعی ہے، اس کا منکر قطعاً کافر ہے، اور اس میں کوئی تاویل وتخصیص قابل سماعت نہیں

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کتاب "الاقتصاد" میں فرماتے ہیں:

"امت مسلمہ نے (رسول اللہ ﷺ کے ان الفاظ (انقطعت النبوۃ والرسالۃ فلا نبی بعدی ولا رسول) کا مطلب یہی سمجھا ہے کہ آپ ﷺ نے (اپنی امت کو) بتلایا ہے کہ میرے بعد قیامت تک نہ کوئی نبی ہوگا نہ رسول، اور یہ کہ اس بیان میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص، اب جو کوئی اس میں کوئی تاویل یا تخصیص کرتا ہے اس کا قول از قبیل ہذیان وبکواس ہے، ایسے شخص کو کافر کہنے میں کوئی

امر مانع نہیں اس لئے کہ یہ شخص اس نص صریح کی تکذیب کرتا ہے جس کے متعلق امت کا ایمان ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔"

قاعدہ کلیہ: کون سی بدعت (گمراہی) موجب کفر ہے اور کون سی نہیں؟:

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ رسائل ابن عابدین میں ص: ۳۶۰ پر فرماتے ہیں:

"اس پر بھی اجماع ہے کہ ہر وہ بدعت (گمراہی) جو ایسی قطعی دلیل کے مخالف ہو جو علمی یقینی یعنی اعتقاد و عمل کو واجب کرتی ہے اس کے معتقد مبتدع کی تکفیر سے کوئی شبہ مانع نہیں سمجھا جائے گا چنانچہ "الاختیار" میں تصریح کی ہے کہ ہر وہ بدعت (گمراہی) جو ایسی قطعی دلیل کے خلاف ہو جو علم اور اس پر عمل کو قطعاً واجب قرار دیتی ہے وہ کفر ہے، اور جو بدعت ایسی دلیل کے مخالف نہ ہو بلکہ صرف ایسی دلیل کے خلاف ہو جو ظاہر عمل کو واجب کرتی ہے وہ بدعت (گمراہی) کفر نہیں ہے۔"

اسی رسائل ابن عابدین کے ص: ۳۶۳ پر فرماتے ہیں

"دوسرا قول جو "محیط" میں مذکور ہے وہی ہے جو ہم شرح "الاختیار" اور "شرح عقائد" سے اس سے قبل نقل کر چکے ہیں، اس قول میں اور ابن المنذر کے بیان میں اس طرح توفیق پیدا کی جا سکتی ہے کہ ابن المنذر کی مراد ان لوگوں سے جن کو کافر کہا گیا ہے وہ لوگ ہیں جو قطعی دلیل کا انکار کریں۔"

ضروریات دین کا منکر کافر ہے، امور قطعیہ کا منکر بتلانے کے باوجود بھی انکار پر مصر رہے تو وہ بھی کافر ہے:

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "عنایہ" کے دستیاب نسخے میں باب "البغاۃ" کے ذیل میں لکھا ہے

"محیط میں مذکور ہے کہ اہل بدعت (گمراہ فرقوں) کو کافر کہنے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے چنانچہ بعض علماء تو کسی بھی مبتدع فرقے کو کافر نہیں کہتے اور بعض علماء ان میں سے بعض کو کافر کہتے ہیں (بعض کو نہیں) یہ علماء کہتے ہیں کہ ہر وہ بدعت (گمراہی) جو کسی قطعی دلیل کے خلاف ہو وہ کفر ہے (اور اس کا ماننے والا کافر ہے) اور جو بدعت کسی قطعی اور موجب علم و یقین کے خلاف نہ ہو وہ بدعت گمراہی ہے (اور اس کا ماننے والا گمراہ ہے، کافر نہیں ہے) علماء اہل سنت والجماعت کا اسی پر اعتماد ہے۔"

فرماتے ہیں: باقی "فتح القدیر" میں جو اس (فرق) پر کلام کیا ہے کہ صاحب محیط کی مراد (ان امور سے جن میں اختلاف ہے) وہ امور ہے جو ضروریات دین میں سے نہ ہوں، (یعنی یہ تفصیل اور فرق صرف غیر ضروریات دین میں ہے، اور ضروریات دین کا منکر بہر صورت کافر ہے) اور ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے اسی پر اکتفاء کیا ہے (کہ یہ فرق صرف غیر ضروریات دین میں ہے) تو محقق ابن

امام رحمہ اللہ نے "فتح القدیر" کے باب "الامامۃ" میں اس کے اندر تردد کا اظہار کیا ہے (کہ ضروریات دین میں یہ فرق معتبر ہے یا نہیں) چنانچہ "فواتح الرحموت" میں اس پر تنبیہ بھی کی ہے۔

فرماتے ہیں: لہٰذا "محیط" کا بیان نظرانداز کر دینے کے قابل نہیں ہے، خاص کر جب کہ وہ اس کو اکثر علماء اہل سنت کا مسلک بتاتے ہیں، ابن عابدین رحمہ اللہ نے بھی باب "البغاۃ" میں ابن "فتح القدیر" کے بیان پر استدراک کیا ہے، اور جبکہ ضروریات دین پر تکفیر کرنے میں کوئی اختلاف ہے ہی نہیں، جیسا کہ "تحریر" میں اس کی تصریح کی ہے اور ایسے قطعی امور پر تکفیر کو جو ضروریات دین میں سے نہ ہو صرف اس صورت پر محمول کیا ہے جبکہ خود منکر کو ان کے قطعی ہونے کا علم ہو یا اہل علم اس کو بتلائیں، اس کے باوجود بھی وہ انکار پر قائم اور مصر ہے جیسا کہ "مسایرہ" میں ص: ۲۰۸ پر اس کی تصریح کی ہے، تو پھر مسئلہ بالکل صاف اور واضح ہو جاتا ہے اور بحث کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ ●

موجب کفر بدعت کے مرتکب کے پیچھے نماز جائز نہیں:

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "بدائع الصنائع" میں جو فقہ حنفی کی بلند پایہ اور مستند کتاب ہے ص: ۱۵۷ پر لکھا ہے۔

"مبتدع" (گمراہ) اور فاسد العقیدہ شخص کی امامت مکروہ ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے "امالی" میں اس کی تصریح کی ہے وہ فرماتے ہیں: میں اس کو مکروہ سمجھتا ہوں کہ امام مبتدع اور فاسد العقیدہ ہو، اس لئے کہ صحیح العقیدہ مسلمان ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا پسند نہیں کرتے باقی رہا یہ کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ تو بعض مشائخ احناف تو فرماتے ہیں کہ مبتدع کے پیچھے نماز ہوتی ہی نہیں چنانچہ "منتقی" میں تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ایک روایت بھی نقل کی ہے کہ امام صاحب مبتدع کے پیچھے نماز جائز نہیں سمجھتے، لیکن صحیح یہ ہے کہ اگر وہ بدعت موجب کفر ہے تو ایسے مبتدع کے پیچھے تو نماز ناجائز ہے، اور اگر موجب کفر نہیں ہے تو جائز ہے، مگر مکروہ ہے۔"

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مشہور قول ممانعت تکفیر اہل قبلہ کی حقیقت:

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: یہ "منتقی" جس کی روایت کا صاحب "بدائع" نے حوالہ دیا ہے وہی "منتقی" ہے جس کے حوالہ سے "مسایرہ" میں ص: ۲۱۴ پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ممانعت تکفیر اہل قبلہ کا مشہور قول نقل کیا

● حاصل یہ ہے کہ ضروریات دین کے انکار پر تو منکر کی تکفیر متفق علیہ ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں، اسی طرح دوسرے قطعی امور کے انکار پر بھی تکفیر متفق علیہ ہے، اس شرط کے ساتھ کہ یا وہ ان کے قطعی ہونے کو جانتا ہو، اور پھر انکار کرے یا بتلانے کے باوجود بات نہ مانے اور انکار پر مصر ہو، صرف اس شخص کی تکفیر نہیں کی جائے گی جو ایسے قطعی امور کا انکار کرے جو ضروریات دین میں سے نہ ہوں، اور منکر کو ان کے قطعی ہونے کا علم نہ ہو، سو ایسے منکر کو ان امور کے قطعی ہونے سے آگاہ کیا جائے اگر باز آ جائے تو ٹھیک ورنہ اس کو بھی کافر قرار دے دیا جائے گا۔ واللہ اعلم)

ہے (جس کا تذکرہ آچکا ہے) لہٰذا "مستصفیٰ" کا یہ بیان اس بیان کی وضاحت کرتا ہے (کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف اس صورت میں اہل قبلہ کی تکفیر ممنوع ہے کہ جس میں ضروریات دین کا انکار یا قطعی امر کی مخالفت نہ ہو ورنہ اگر کوئی اہل قبلہ ضروریات دین، یا امر قطعی کا انکار کرے گا تو اس کو ضرور کافر کہا جائے گا، اسی لئے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، جیسا کہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے۔)

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: باب "الشہادۃ" کے ذیل میں بھی یہی تفصیل بیان کی ہے اور "خلاصۃ الفتاویٰ" میں تو تصریح کی ہے کہ (امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے) "اصل" (مبسوط) میں اس (نماز نہ ہونے) کی تصریح کی ہے۔ صاحب "البحر الرائق" نے بھی "خلاصۃ الفتاویٰ" سے یہی نقل کیا ہے۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "فتح القدیر" کے اس بیان کی بھی مراجعت کرنی چاہئے جو "مطلقہ ثلاث کی تحلیل کے حیلہ" سے متعلق ہے۔

ضروریاتِ دین اور دین کے قطعی امور کا منکر پکا کافر ہے، جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں:..... مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی "حاشیہ خیالی" میں فرماتے ہیں:

"والتاویل فی ضروریات الدین لایدفع الکفر."

ترجمہ:..... "ضروریات دین میں تاویل کفر سے نہیں بچا سکتی۔"

فرماتے ہیں: "خیالی" میں بھی یہی بیان کیا ہے۔

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات "امام ربانی" میں ج:۳ ص ۳۸، ج:۸ ص:۹۰ پر فرماتے ہیں:

"چونکہ یہ مبتدع (گمراہ) فرقہ اہل قبلہ میں سے ہے، اس لئے ان کی تکفیر اس وقت تک نہ کرنی چاہئے جب تک کہ یہ ضروریات دین کا انکار نہ کریں اور وہ متواترات شرعیہ کو رد نہ کریں اور ان امور کو قبول کرنے سے انکار نہ کریں جن کا دین سے ہونا یقینی (اور بدیہی) طور پر معلوم ہے۔"

تاویل باطل خود کفر ہے:..... مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "فتوحات الٰہیہ" میں ج:۲ ص:۸۵۷ پر فرماتے ہیں: تاویل فاسد (باطل) کفر کے مانند ہے۔ باب: ۲۸۹ کی مراجعت کیجئے۔

لزوم کفر، کفر ہے یا نہیں؟:..... "کلیات ابوالبقاء" میں لفظ "کفر" کے تحت لکھتے ہیں:

"ہر وہ قول موجب کفر ہے جس میں کسی مجمع علیہ اور منصوص امر کا انکار پایا جائے، چاہے اس کا معتقد ہو، چاہے از راہ عناد کہا ہو (اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا)۔"

امام شعرانی رحمہ اللہ "یواقیت" میں فرماتے ہیں:

"کمال الدین ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ کسی کے مذہب سے جو امر لازم آئے وہ اس کا مذہب نہیں ہوتا، اور محض کفر کے لازم آنے سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا، اس لئے کہ لازم آجانا اور بات ہے اور اس کا التزام (اختیار) کرنا اور بات ہے، لیکن "مواقف" کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ (لزوم کفر کا کفر نہ ہونا) اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس صاحب مذہب کو اس لازم آنے کا اور اس کے کفر ہونے کا علم نہ ہو (اور اگر وہ جانتا ہے کہ میرے مذہب پر یہ لازم آتا ہے اور یہ کفر ہے، اس کے باوجود وہ اس پر قائم ہے تو یقیناً کافر ہو جائے گا۔ اس لئے کہ رضا بالکفر کفر ہے) اس لئے کہ صاحب "مواقف" کے الفاظ یہ ہیں:

"من یلزمه الکفر ولا یعلم به لیس بکافر"

ترجمہ:۔۔۔ "جس کو کفر لازم آجائے اور اس کو اس کا علم نہ ہو، وہ کافر نہیں ہے۔"

اس کے مفہوم سے صاف ظاہر ہے کہ اگر وہ جانتا ہے تو کافر ہو جائے گا اس لئے کہ اس نے جان بوجھ کر کفر کو اختیار کیا ہے، واللہ اعلم۔

"کلیات ابوالبقاء" میں فرماتے ہیں:

"(کسی کے قول سے) ایسے کفر کا لازم آنا بھی کفر ہے جس کا کفر ہونا (سب کو) معلوم ہو، اس لئے کہ جب (لازم اور اس کا) لزوم ظاہر و واضح ہو تو پھر وہ التزام (جان بوجھ کر اختیار کرنے) کے حکم میں ہے نہ کہ لاعلمی میں لازم آنے کے حکم میں۔"

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "مواقف" کی (مذکورہ بالا) عبارت میں لازم کے کفر ہونے کو جاننے کی قید نہیں ہے، اس میں تو صرف اتنا ہے کہ لازم آنے کو جانتا ہو، (یعنی امام شعرانی رحمہ اللہ نے "لازم کے کفر ہونے کا علم" از خود اضافہ فرمایا ہے، صاحب "مواقف" کی عبارت سے تو صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ لاعلمی میں جو کفر لازم آجائے وہ کفر نہیں ہے)

ضروریاتِ دین میں تاویل بھی کفر ہے، بلکہ تاویل انکار سے بھی بڑھ کر:۔۔۔

مشہور محقق حافظ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ الوزیر الیمانی اپنی کتاب "ایثار الحق علی الخلق" میں ص: ۴۳۱ پر فرماتے ہیں:

"اس لئے کہ ضروریات دین کا انکار یا ان میں تاویل کرنا کفر ہے۔"

اسی کتاب کے ص: ۴۳۰ پر فرماتے ہیں:

"علاوہ ازیں ان● پر یہ اعتراض بھی وارد ہوتا ہے کہ بعض اوقات کسی امر حرام کی حرمت کا اقرار کرتے ہوئے اس کو عمداً اختیار کرنے کی بنسبت اس امر حرام کو تاویل کر کے حلال بنالینا زیادہ سخت (گمراہی کا موجب) ہوتا ہے، اور یہ وہاں ہوتا ہے جہاں وہ تاویل سے حلال بنایا ہوا امر ایسا ہو کہ اس کی حرمت قطعی طور پر سب کو معلوم ہو، مثلاً ترک صلوٰۃ (یعنی کسی تاویل کی بنا پر نماز کو ترک کرنا، مثلاً یہ کہنا کہ نماز جاہل اور سرکش عربوں میں نظم وضبط اور اتباع امیر کا شعور پیدا کرنے کے لئے تھی، اور وضو ان کو طہارت ونظافت کا عادی بنانے کے لئے اور ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے) چنانچہ جو شخص (اسی قسم کی کوئی) تاویل کر کے نماز چھوڑتا ہے، وہ متفقہ طور پر کافر ہے، اور جو شخص قصداً نماز نہیں پڑھتا مگر اس کی فرضیت کا اقرار کرتا ہے، اس کو کافر کہنے میں اختلاف ہے (بیشتر ائمہ وفقہا اس کو گنہگار اور فاسق کہتے ہیں، بعض علمائے ظاہر اس کو کافر کہتے ہیں) تو دیکھیے مذکورہ مثال میں تاویل (کا حکم عمداً ترک کے مقابلہ میں) تحریم کے لحاظ سے کتنا سخت ہے (کہ تاویل کر کے نماز چھوڑنا متفقہ طور پر کفر ہے، اور بغیر کسی تاویل کے عمداً نماز ترک کرنے کے کفر ہونے میں اختلاف ہے، کوئی کافر بتاتا ہے اور کوئی نہیں)"

جو تاویل ضروریاتِ دین کے مخالف ومنافی ہو، وہ کفر ہے اسی ذیل میں ص:۱۲۱ پر فرماتے ہیں:

"نیز کبھی انسان ایسے امور میں تاویل کرنے کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے، جن میں تاویل کی مطلق گنجائش نہیں جیسے "قرامطہ" کی تاویلیں (کہ اللہ سے مراد امام وقت ہے) اور بعض تاویلوں سے ضروریاتِ دین کی مخالفت لازم آجاتی ہے، اور تاویل کرنے والوں کو پتہ بھی نہیں چلتا (اور کافر ہو جاتے ہیں) یہ وہ مقام ہے جس میں انسان علم الٰہی اور احکام آخرت کے اعتبار سے کفر کے خطرہ سے ہرگز محفوظ نہیں رہ سکتا، اگرچہ ہمیں علم نہ ہو۔"

صفحہ:۱۲۱ پر فرماتے ہیں:

"اسی طرح علماء امت کا اس پر بھی اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ کسی بھی قطعی امر مسموع (یعنی ایسا امر جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسموع ہونا یقینی ہو) کی مخالفت کفر اور اسلام سے نکل جانے کے مترادف ہے۔"

اسلام متبوع ہے، کسی کے تابع نہیں نیز صفحہ:۱۲۸ پر فرماتے ہیں:

"نیز یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ اسلام (ایک مکمل ومرتب) واجب الاتباع مذہب ہے نہ کہ

● یعنی ان لوگوں پر جو "بلا تاویل" کی بنا پر کسی مسلمان کو کافر کہنے والے کو بھی کافر کہہ دیتے ہیں۔

(انسانی ذہن وفکر کا) اختراع کردہ (اور ساختہ پرداختہ طریق کار، لہذا اس میں کسی انسانی عقل وقیاس کو دخل اندازی کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی) اور اسی لئے جو شخص (کسی بھی وجہ سے) اس کے کسی بھی رکن کا انکار کرے، وہ کافر ہے، اس لئے کہ اس کے تمام ارکان قطعی اور یقینی طور پر معروف ومتعین ہیں تو ایسی صورت میں شریعت کسی امر باطل کو اس کے بطلان پر متنبہ کئے بغیر علی الاعلان اور باربار ذکر نہیں کرسکتی، خاص کر وہ امر جس کو یہ (منکرین) باطل نام رکھ رہے ہیں، وہی امر کتاب اللہ کی تمام آیات اور دوسری تمام کتب سماویہ میں مذکور ومعروف ہے، اور کتاب اللہ کی کوئی آیت اس کے مخالف ومنافی بھی نہیں کہ تطبیق وتوفیق (اور رفع تعارض) کی غرض سے اس میں تاویل کی صورتیں پیدا کی جائیں"۔

فرقہ باطنیہ کی تاویلیں: محقق موصوف "تاویلات باطلہ" کے ذیل میں ص: ۱۲۹ اور ۱۳۰ پر فرماتے ہیں:

"تاویل کی حیثیت سے، مذاہب باطلہ میں سب سے زیادہ فحش اور سب سے زیادہ مشہور فرقہ باطنیہ (قرامطہ) کا مذہب ہے، جنہوں نے اثبات توحید اور تقدیس وتنزیہ کے نام سے تمام (صفات الٰہیہ) اور اسماء حسنیٰ الٰہیہ کی عجیب عجیب (مضحکہ خیز) تاویلیں کرکے اللہ تعالیٰ کی ان تمام صفات واسماء کی نفی اور انکار کردیا اور دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ پر ان اسماء وصفات کے اطلاق سے تشبیہ لازم آتی ہے (اور اللہ تعالیٰ کو کسی مخلوق سے تشبیہ دینا شرک ہے) اور اس سلسلہ میں اس قدر حد سے بڑھے اور یہاں تک مبالغہ کیا کہ کہنے لگے: "اللہ تعالیٰ کو نہ موجود کہا جاسکتا ہے اور نہ معدوم" بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ: "اللہ تعالیٰ کو الفاظ وحروف سے تعبیر بھی نہیں کیا جاسکتا" اور تمام اسماء حسنیٰ جو قرآن میں وارد ہیں ان کی تاویل یہ کی کہ ان سے مراد (اللہ تعالیٰ نہیں بلکہ) ان کا "امام وقت" ہے اور اسی کا نام ان کے نزدیک "اللہ" ہے اور لا الہ الا اللہ (کلمہ توحید میں بھی) "اللہ" سے مراد "امام زمان" ہے (نعوذ باللہ من شرورہا نفسہم) ● فرماتے ہیں:

"ان کا یہ عقیدہ وحد تواتر کو پہنچ چکا ہے اور میں نے بچشم خود ان کا یہ عقیدہ ان کی بے شمار کتابوں میں دیکھا ہے جو ان کے ہاں متداول اور دستیاب ہیں، یا ان کے کتب خانوں، خزانوں اور ان قلعوں کے اندر پائی گئی ہیں جن کو بزور شمشیر مسخر کیا گیا، یا طویل محاصروں کے بعد فتح کیا گیا یا جو ان میں سے بعض کے ہاتھوں سے فرار ہوتے وقت چھینی گئیں، یا خفیہ مقامات پر چھپی ہوئی ملی ہیں، جن کو انہوں نے اپنے عقائد کے طشت از بام ہونے کے خوف سے چھپا دیا تھا، پس جیسا کہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ

● ہمارے زمانے میں بھی ایک نہ مرتد یا نگ دہل اپنی تصانیف میں لکھ رہا ہے کہ "اطیعوا اللہ" سے مراد "مرکز ملت" یعنی حاکم وقت ہے ، کیونکہ "جس کا کھائیں اسی کے گن گائیں"۔

یہ عقیدہ اور تاویل کھلا ہوا کفر ہے۔ اور یہ تاویل ایسی تاویل نہیں جیسی آیت کریمہ "وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْ اَقْبَلْنَا فِيْهَا۔" میں ہے کہ "قریۃ" سے مراد اہل قریہ اور "عیر" سے مراد اہل عیر ہیں، جس کو علماءِ معانی "ایصال بالحذف" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ مگر اس کا علم صرف اسی شخص کو ہوسکتا ہے جس کی عمر اسلامی ماحول اور مسلمانوں میں گزری ہو، اور اس کے کان اسلامی تعلیمات سے آشنا ہوں۔ اور وہ باطنی فرقہ کا آدمی جس نے باطنیوں میں اور باطنی ماحول میں پرورش پائی ہو، وہ بھلا اس حقیقت کو کیا سمجھ سکتا ہے؟"

فرماتے ہیں:

"اسی طرح وہ محدث جس کی عمر احادیث و روایات کے مطالعہ و مذاکرہ میں گذری ہو، وہ بعض متکلمین کی تاویلوں کو ایسا ہی (غلط) جانتا ہے (جیسے یہ اسلامی ماحول میں پرورش پانے والا مسلمان "باطنیہ" کی تاویلوں کو) اسی طرح ایک متکلم جس کی عمر علم کلام میں گذری ہو، وہ احادیث و روایات رسول ﷺ سے بعید اور احوال سلف سے بیگانہ ہونے کی وجہ سے ایک محدث کے علم سے ایسا ہی دور اور اجنبی ہوتا ہے، جیسا یہ باطنی ایک مسلمان کے علم سے نا آشنا ہے۔ لہٰذا ایک متکلم تو علماء ادب، معانی کے مقرر کردہ اصول اور شرائط مجاز کو پیش نظر رکھ کر تاویل کو جائز قرار دے دیتا ہے، اور اس نقطہ نظر سے وہ صحیح بھی ہوسکتی ہے، لیکن ایک محدث کے پاس قطعی و یقینی علم موجود ہے کہ سلف صالحین نے (ان نصوص میں) یہ تاویل یقیناً نہیں کی جیسے ایک متکلم کے پاس (اصول عربیت و معانی کے پیش نظر) یقینی علم موجود ہے کہ سلف صالحین نے اسماء حسنیٰ الہیہ میں یہ تاویل ہرگز نہیں کی کہ ان کا مصداق "امام زماں" ہے، اگرچہ وہ "مجاز بالحذف" جس کے تحت باطنیہ نے اسماء حسنیٰ میں تاویل کی، اپنی جگہ ازروئے لغت سب کے نزدیک صحیح ہے، لیکن اس کے لئے خاص خاص مقام اور مخصوص قرائن ہوتے ہیں جن کی بناء پر "مضاف" کو محذوف مانا جاسکتا ہے۔ باطنیہ نے ادب و لغت کے اس قاعدہ کو یقیناً بے محل استعمال کیا ہے۔" اسی کتاب "ایثار الحق" ص: ۱۵۵ پر فرماتے ہیں۔

"باقی رہی تفسیر، سو وہ "ارکان اسلام" (مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ) اور "اسماء حسنیٰ الہیہ" جن کے معنی و مراد بدیہی اور یقینی طور پر سب کو معلوم ہیں، ان کی تفسیر کو تو ہم ممنوع قرار دیتے ہیں، اس لئے کہ وہ بالکل واضح ہیں (کسی تفسیر و تشریح کے محتاج نہیں) اور ان کے معانی و مصادیق متعین ہیں (ان میں تغیر و تبدل کا امکان نہیں) ان کی تفسیر تو صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو ان میں تحریف کرنا چاہتا ہے، جیسے ملحد، باطنیہ اور جن کے معنی و مراد یقینی طور پر معلوم نہ ہوں، اور ان کے متعین کرنے میں دقت اور دشواری ہو تو اگر ان کی تفسیر کرنے میں گمراہی کا خطرہ اور غلطی کرنے میں گناہ کا اندیشہ ہو تو ان میں سے

جو عقائد سے متعلق ہیں (ان کو تو ہم علی حالہ رہنے دیں گے اور) جو ان میں خود ساختہ تعبیرات کو بالکل ترک کر دیں گے اور احتیاطاً توقف کا مسلک اختیار کریں گے، اس لئے کہ ان میں عمل کا تو سوال ہی نہیں کہ ان کے متعین معنی کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہو (پھر تفسیر کی ضرورت کیا؟ جس طرح قرآن میں وارد ہوا اسی طرح ہم ایمان لے آئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو بھی ان کی مراد ہے برحق ہے اگرچہ ہمیں اس کا علم نہ ہو) اور اگر گمراہی کا خطرہ نہ ہو (اور عمل سے اس کا تعلق ہو) تو ہم ظن غالب پر عمل کریں گے (یعنی ظن غالب سے ان کے معنی و مراد کو متعین کرکے ان پر عمل کریں گے) اس لئے کہ عملیات میں ظن غالب ہی معتبر ہے اور باجماعِ امت ظن غالب پر عمل کرنا واجب یا جائز ہے۔"

واللّٰہ الهادی والموفق!

دین اسلام عقل انسانی کی دسترس سے بالاتر ہے: ...... اسی کتاب کے ص: ۱۱۶ پر فرماتے ہیں:

"دوم یہ کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص اس دین کی جو قطعی طور پر معلوم و معروف ہے، مخالفت کرے اس کو "کافر" کہا جائے گا، اور اگر وہ دین میں داخل (اور مسلمان) ہونے کے بعد (اس مخالفت کی بنا پر) دین سے نکلا ہے تو اس کو "مرتد" کہا جائے۔ اور اگر دین انسان کی (عقل و قیاس اور) نظر و فکر سے ماخوذ ہوتا (یعنی عقل انسانی دین کی مدون ہوتی) تو اس کا منکر کافر نہ ہوتا، اس لئے کہ اس صورت میں دین کو تجویز کرنے والی بھی عقل انسانی ہوتی اور مخالفت کرنے والی بھی عقل انسانی، اور ایک عقل انسانی کو دوسری عقل انسانی پر کوئی فوقیت اور اقتدار اعلیٰ حاصل نہیں کہ اس کا مخالف مرتد اور واجب القتل ہو) لہٰذا ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ایک کامل و مکمل اور محکم و پختہ (عقل انسانی کی دسترس سے بالاتر) دین لے کر دنیا میں تشریف لائے ہیں، اور یہ کہ کسی شخص کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ آپ ﷺ کے بعد اس دین پر نکتہ چینی اور حرف گیری کی (چہ جائیکہ ترمیم و تنسیخ یا نظر ثانی کی) ہمت کرے۔ اور آپ کے دین کو کامل بنانے کا نام لے۔" ●

موجبات کفر میں تاویل تکفیر سے مانع نہیں: اسی کتاب کے ص: ۱۳۵ پر فرماتے ہیں:

"یاد رکھو! دراصل کفر کا مدار عمداً تکذیب (جھٹلانے) پر ہے خواہ معروف و مشہور کتب الٰہیہ میں سے کسی کتاب کی تکذیب ہو، خواہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی و رسول کی تکذیب ہو، خواہ اس دین و شریعت کی تکذیب ہو، جس کو وہ لے کر دنیا میں آئے، بشرطیکہ وہ امر دین جس کی تکذیب کی گئی ہے، اس کا ضروریات دین میں سے ہونا قطعی طور پر معلوم ہو، اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں

● اس مضمون میں مولانا [illegible] کی تعبیر [illegible]

یہ عقیدہ اور تاویل کھلا ہوا کفر ہے، اور یہ تاویل ایسی تاویل نہیں جیسی آیت کریمہ: "وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا۔" میں ہے کہ "قریہ" سے مراد اہل قریہ اور "عیر" سے مراد اہل عیر ہیں، جس کو علماء معانی "ایصال بالحذف" کے نام سے یاد کرتے ہیں، مگر اس کا علم صرف اسی شخص کو ہو سکتا ہے جس کی عمر اسلامی ماحول اور مسلمانوں میں گزری ہو، اور اس کے کان اسلامی تعلیمات سے آشنا ہوں، اور وہ باطنی فرقہ کا آدمی جس نے باطنیوں میں اور باطنی ماحول میں پرورش پائی ہو، وہ بھلا اس حقیقت کو کیا سمجھ سکتا ہے؟"

فرماتے ہیں:

"اسی طرح وہ محدث جس کی عمر احادیث و روایات کے مطالعہ و مذاکرہ میں گذری ہو، وہ بعض متکلمین کی تاویلوں کو ایسا ہی (غلط) جانتا ہے (جیسے یہ اسلامی ماحول میں پرورش پانے والا مسلمان "باطنیہ" کی تاویلوں کو) اسی طرح ایک متکلم جس کی عمر علم کلام میں گذری ہو، وہ احادیث و روایات رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بعید اور احوال سلف سے بیگانہ ہونے کی وجہ سے ایک محدث کے علم سے ایسا ہی ناواقف اور اجنبی ہوتا ہے، جیسا یہ باطنی ایک مسلمان کے علم سے نا آشنا ہے۔ لہٰذا ایک متکلم تو علماء ادب و معانی کے مقرر کردہ اصول اور شرائط مجاز کو پیش نظر رکھ کر تاویل کو جائز قرار دے دیتا ہے، اور اس نقطہ نظر سے وہ صحیح بھی ہو سکتی ہے، لیکن ایک محدث کے پاس قطعی و یقینی علم موجود ہے کہ سلف صالحین نے (ان نصوص میں) یہ تاویل قطعاً نہیں کی جیسے ایک متکلم کے پاس (اصول عربیت و معانی کے پیش نظر) یقینی علم موجود ہے کہ سلف صالحین نے اسماء حسنیٰ الٰہیہ میں یہ تاویل ہرگز نہیں کی کہ ان کا مصداق "کام زماں" ہے، اگرچہ وہ "مجاز بالحذف" جس کے تحت باطنیہ نے اسماء حسنیٰ میں تاویل کی، اپنی جگہ از روئے لغت سب کے نزدیک صحیح ہے، لیکن اس کے لئے خاص خاص مقام اور مخصوص قرائن ہوتے ہیں جن کی بنا پر "مضاف" کو محذوف مانا جا سکتا ہے۔ باطنیہ نے ادب و لغت کے اس قاعدہ کو بے محل استعمال کیا ہے۔" اسی کتاب "ایثار الحق" ص: ۱۵۵ پر فرماتے ہیں۔

"باقی رہی تفسیر، سو وہ "ارکان اسلام" (مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) اور "اسماء حسنیٰ الٰہیہ" جن کے معنی و مراد بدیہی اور یقینی طور پر سب کو معلوم ہیں، ان کی تفسیر کو تو ہم ممنوع قرار دیتے ہیں، اس لئے کہ وہ بالکل واضح ہیں (کسی تفسیر و تشریح کے محتاج نہیں) اور ان کے معانی و مصادیق متعین ہیں (ان میں تغیر و تبدل کا امکان نہیں) ان کی تفسیر تو صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو ان میں تحریف کرنا چاہتا ہے جیسے ملحد، باطنیہ اور جن کے معنی و مراد یقینی طور پر معلوم نہ ہوں، اور ان کے متعین کرنے میں دقت اور دشواری ہو تو اگر ان کی تفسیر کرنے میں گمراہی کا خطرہ اور غلطی کرنے میں گناہ کا اندیشہ ہو تو ان میں سے

قطعیہ سے متعلق ہیں (ان کو تو ہم علی حالہ رہنے دیں گے اور) جو ان میں خود ساختہ تعبیرات کو بالکل ترک کر دیں گے اور احتیاطاً توقف کا مسلک اختیار کریں گے، اس لئے کہ ان میں عمل کا تو سوال ہی نہیں کہ ان کے متعین معنی کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہو (پھر تفسیر کی ضرورت کیا؟ جس طرح قرآن میں وارد ہوا اسی طرح ہم ایمان لے آنے اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو بھی ان کی مراد ہے برحق ہے اگرچہ ہمیں اس کا علم نہ ہو) اور اگر گمراہی کا خطرہ نہ ہو (اور عمل سے اس کا تعلق ہو) تو ہم ظن غالب پر عمل کریں گے (یعنی ظن غالب سے ان کے معنی و مراد کو متعین کر کے ان پر عمل کریں گے) اس لئے کہ عملیات میں ظن غالب ہی معتبر ہے اور باجماع امت ظن غالب پر عمل کرنا واجب یا جائز ہے۔"

وللہ الهادی والموفق!

دین اسلام عقل انسانی کی دسترس سے بالاتر ہے: اسی کتاب کے ص: ۱۱۶ پر فرماتے ہیں:

"دوم یہ کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص اس دین کی جو قطعی طور پر معلوم و معروف ہے، مخالفت کرے اس کو "کافر" کہا جائے گا، اور اگر وہ دین میں داخل (اور مسلمان) ہونے کے بعد (اس مخالفت کی بنا پر) دین سے نکلا ہے تو اس کو "مرتد" کہا جائے۔ اور اگر دین انسان کی (عقل و فکر اور) نظر و فکر سے ماخوذ ہوتا (یعنی عقل انسانی دین کی مدون ہوتی) تو اس کا منکر کافر نہ ہوتا، (اس لئے کہ اس صورت میں دین کو تجویز کرنے والی بھی عقل انسانی ہوتی اور مخالفت کرنے والی بھی عقل انسانی، اور ایک عقل انسانی کو دوسری عقل انسانی پر کوئی فوقیت اور اقتدار اعلیٰ حاصل نہیں کہ اس کا مخالف مرتد اور واجب القتل ہو) لہٰذا ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ایک کامل و مکمل اور محکم و پختہ (عقل انسانی کی دسترس سے بالاتر) دین لے کر دنیا میں تشریف لائے ہیں، اور یہ کہ کسی شخص کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ آپ ﷺ کے بعد اس دین پر نکتہ چینی اور حرف گیری کی (چہ جائیکہ ترمیم و تنسیخ یا نظر ثانی کی) ہمت کرے۔ اور آپ کے دین کو کامل بنانے کا نام لے۔" ●

موجبات کفر میں تاویل تکفیر سے مانع نہیں: اسی کتاب کے ص: ۲۱۵ پر فرماتے ہیں:

"یاد رکھو! دراصل کفر کا مدار محض التکذیب (جھٹلانے) پر ہے خواہ معروف و مشہور کتب الٰہیہ میں سے کسی کتاب کی تکذیب ہو، خواہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی و رسول کی تکذیب ہو، خواہ اس دین و شریعت کی تکذیب ہو، جس کو وہ لے کر دنیا میں آئے، بشرطیکہ وہ امر دینی جس کی تکذیب کی گئی ہے اس کا ضروریات دین میں سے ہونا قطعی طور پر معلوم ہو، اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں

● ترجمہ ما سبق ... لوگ اسلامی ... [illegible]

کہ یہ عمداً تکذیب یقیناً کفر ہے، اور جو شخص اس کا مرتکب ہو اگر وہ ذی ہوش، عاقل و بالغ انسان ہے اور حواس باختہ (دیوانہ و پاگل) یا مجبور و مضطر نہیں ہے تو یقیناً کافر ہے، اور اس شخص کے کافر ہونے میں بھی کوئی اختلاف نہیں جس نے کسی مجمع علیہ اور بدیہی طور پر معلوم و معروف امر دین کے انکار پر تاویل کا پردہ ڈالا ہوا ہو، درآنحالیکہ اس میں تاویل ممکن نہ ہو، جیسے کہ ملحد ''قرامطہ'' نے کیا ہے۔''

زیر بحث مسئلہ میں ''القواصم والعواصم'' کے اہم ترین اقتباسات:

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: انہیں محقق محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانی کی دوسری کتاب ''القواصم والعواصم'' سے ہم زیر بحث مسئلہ پر چند اقتباسات پیش کرتے ہیں، ملاحظہ ہوں۔ نیز فرماتے ہیں: محقق موصوف نے (علاوہ ان اقتباسات کے جو ہم پیش کر رہے ہیں) اسی کتاب کے جزو اول کے اندر بھی مذکورہ ذیل عنوان کے تحت تکفیر کا مسئلہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔

''الفصل الثالث: الاشارة الی حجة من کفر هؤلاء و مایرد علیها۔''

ترجمہ: ''تیسری فصل، ان لوگوں کے دلائل اور ان پر وارد ہونے والے شکوک وشبہات کی جانب اشارہ جو ان لوگوں کو کافر کہتے ہیں۔''

فرماتے ہیں: اور غالباً ''الوهم الخامس عشر'' کے تحت اس کا تذکرہ کیا ہے۔ نیز محقق موصوف نے بیہقی کی کتاب ''الاسماء والصفات'' کے حوالے سے خطابی رحمہ اللہ کی ایک نہایت مفید اور اہم تحقیق بھی نقل کی ہے، جو خطابی رحمہ اللہ کی دوسری کتاب ''معالم السنن'' کی مراد کو واضح کرتی ہے، اور ''مسئلہ تقدیر'' کے تحت ''الاسماء والصفات'' کے حوالے سے عزیر علیہ السلام نبی تھے۔

جو تاویل عہد نبوت اور عہد صحابہ میں مسموع نہ ہو وہ معتبر نہیں:

محقق موصوف ''جزو ثالث'' کے شروع میں فرماتے ہیں:

''دوسری دلیل یہ ہے اور یہی صحیح اور لائق اعتماد ہے کہ عہد نبوت اور عہد صحابہ میں ان نصوص (اور آیات) کی کثرت، اور بار بار ان کی تلاوت کا اس طرح اعادہ کرنا ان میں کوئی تاویل کسی سے سنی گئی، اور نہ کسی نے ان کے ظاہری معنی پر اعتقاد رکھنے سے کسی ناواقف شخص کو منع کیا۔ یہاں تک کہ عہد نبوت اور عہد صحابہ (اسی طرح) گذر جاتے ہیں، یہ (تواتر معنوی) ان نصوص (اور آیات) کے مؤول نہ ہونے کے تیقن کی (نہایت قوی) دلیل ہے، قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ بھی اسی دلیل کی جانب اشارہ کرتی ہے:

''ايْتُونِي بِكِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ۔'' (الاحقاف ۴)

ترجمہ: اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کسی کتاب یا کسی علم و یقین کے لئے مفید دلیل ماثورہ سے اس (اپنے دعوے) کا ثبوت دو۔"

(معلوم ہوا کہ دعوے کی صحت کا ثبوت انہیں دو چیزوں سے پیش کیا جا سکتا ہے)

فرماتے ہیں:

"اس مقام پر غور و تامل کرنے والے کے لئے اس مسئلہ (تکفیر) میں اور صفات کی بحث میں مبتدعین کے عقائد باطلہ کی بیخ کنی کرنے کے لئے یہ دلیل (تواتر) کس قدر قوی اور شاندار دلیل ہے، اس لئے کہ عادۃً یہ ممکن نہیں کہ جو (معنی) معتزلہ قابل ترجیح سمجھتے ہیں اس کے اظہار و بیان پر اتنے زمانہ ہائے دراز گزر جائیں اور اس کی عمدہ تاویل بھی موجود ہو (جو معتزلہ کرتے ہیں) اور کوئی بھی اس تاویل کا ذکر نہ کرے، خواہ اس کا ذکر واجب ہو، خواہ مباح ہو (یعنی تاویل ضروری ہو یا جائز)۔"

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

محقق موصوف فرماتے ہیں:

"امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "المحصول" کے مقدمہ میں جہاں لغات کی بحث کی ہے، اس مسئلہ پر بھی ایک طویل و بسیط بحث کرتے ہیں کہ "سمعی دلائل کا یقین کے لئے مفید ہونا ممنوع ہے۔" اس لئے کہ مفرد الفاظ اور ان سے مرکب جملوں میں از روئے لغت اشتراک، مجاز، حذف وغیرہ مختلف احتمالات کا امکان موجود ہوتا ہے (اور احتمال یقین کے منافی ہے)، نیز فرماتے ہیں کہ: ان احتمالات کے نہ ہونے کی اس کے سوا کوئی دلیل نہیں کہ تلاش و جستجو کے باوجود وہ احتمالات نہ پائے جائیں (اور کسی چیز کا نہ پایا جانا) یہ دلیل ظنی ہے، چنانچہ اسی سلسلہ میں وہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے مقدر (عامل) کے بارے میں کثرت اختلاف کا ذکر کرتے ہیں، اور یہ کثرت اختلاف ظاہر ہے کہ یقین کے منافی ہے (لہٰذا ثابت ہوا کہ دلائل سمعیہ مفید یقین نہیں ہو سکتے)، اس کے بعد امام رازی رحمۃ اللہ علیہ خود ہی اس کا جواب دیتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں یقین کے مقامات میں اعتماد ان قرائن پر ہوتا ہے جو قصد متکلم پر اضطراری طور سے رہنمائی کرتے ہیں (یعنی سننے والے کو ان قرائن کی بناء پر بے اختیار قصد متکلم کا یقین ہو جاتا ہے اور کوئی احتمال باقی نہیں رہتا) اسی کے ساتھ مواضع یقین میں الفاظ کے معنی کا تواتر (یعنی کسی لفظ کا کسی معنی میں تواتر کے ساتھ استعمال ہونا) بھی یقین کے لئے مفید ہوتا ہے (اور تواتر دلائل قطعیہ میں سے ہے، لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ دلائل سمعیہ کا یقین کے لئے مفید ہونا ممنوع ہے)۔"

محقق موصوف فرماتے ہیں:

"امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان اس تحقیق کی تائید کرتا ہے جو میں آیات مشیت کے ذیل میں ذکر کر آیا

ہوں، اور اگر ایسا نہ ہو (یعنی دلائل سمعیہ کے مفید یقین نہ ہونے کو مان لیا جائے) تو دشمنانِ اسلام اور ملحدین کو مسلمانوں کے بہت سے عقائد سمعیہ میں طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا کرنے اور رخنہ اندازی کرنے کا پورا پورا موقع مل جائے گا (اور مسلمانوں کا کوئی عقیدہ بھی محفوظ نہ رہے گا) فرماتے ہیں: اس کی تائید بعض معتزلہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ: "ہر یقینی سماعی دلیل ضروری (قطعی) ہوتی ہے۔" معتزلہ کا یہ قول نہایت معقول ومدلل ہے، لیکن اس کے بیان کا یہ محل نہیں ہے۔"

شریعت کا ہر قطعی امر "ضروری" ہے: اسی جزو ثالث کے وسط میں بیان کرتے ہیں

"دوسری وجہ: اور یہی درست اور قابل اعتماد ہے۔ یہ ہے کہ معتزلہ کے نزدیک تکفیر (یعنی کسی موجب کفر قول یا فعل کی بنا پر کسی کو کافر کہنا) قطعی سماعی ہے۔ (یعنی یقینی طور پر صاحب شریعت سے اس کا مسموع ہونا ضروری ہے) اور صحیح یہ ہے کہ شریعت کا ہر قطعی اور یقینی امر "ضروری" ہے (یعنی ان ضروریاتِ دین میں سے ہے جن کے دین ہونے کو ہر خاص وعام محض یقینی طور پر جانتا ہے)۔"

تواتر معنوی حجت ہے: محقق موصوف اس موضوع پر کافی اوراق پر بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"چھٹی دلیل یہ ہے کہ دلائل سمعیہ (نصوص قرآن وحدیث) اللہ تعالیٰ کے تمام مخلوق کو ہدایت کر دینے کی قدرت پر ایسے بدیہی یا یقینی طور پر دلالت کرتے ہیں (جس سے ہر خاص وعام کو یقین حاصل ہو جاتا ہے) کہ ان میں کوئی تاویل نہیں کی جا سکتی، دو وجہ سے، ایک تو وہی جس کا تذکرہ اس سے پہلے آچکا ہے کہ مشیت اور اسی جیسی ان تمام صفات الٰہیہ کی آیات میں تاویل ممنوع ہے، جو عہد نبوت اور عہد صحابہ میں خواص وعوام میں شائع ذائع رہیں، حتیٰ کہ وہ عہد جو متفق علیہ طور پر عہد ہدایت اور مہمات دین کے بیان کا زمانہ ہے، گزر گیا، اور ان آیات میں کوئی تاویل نہیں کی گئی، اور نہ ہی ان کے ظاہری معنی پر اعتقاد رکھنے سے کوئی ممانعت کی گئی (یہ صورت حال اس امر کی دلیل ہے کہ ان آیات میں کوئی تاویل نہیں کی جا سکتی، اور ان کے ظاہری معنی پر اعتقاد رکھنا واجب ہے) اس لئے کہ (اگر کوئی تاویل ہوتی اور ظاہری معنی پر اعتقاد ممنوع ہوتا تو) عادۃً یہ ضروری تھا (کہ اس عہد ہدایت میں اس کا ذکر ہو) اگرچہ عقلاً ضروری نہ بھی ہو، جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔"

ہر امر قطعی کے لئے ضروری (متواتر) ہونا ضروری ہے یا نہیں؟: مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اور غالباً اس سے بھی زیادہ معقول وجہ وہ ہے جو محقق موصوف نے جزو اول کے آخر میں بیان کی ہے، فرماتے ہیں:

"یا در کھو! یقین دو جہت سے ہونا ضروری ہے"۔

۱ ۔ ایک تو نفسِ نصِ شرعی کے ثبوت کے اعتبار سے (یعنی وہ آیت یا حدیث معنی سے قطع نظر صاحب شریعت سے یقینی طور پر ثابت ہو)۔

۲ ۔۔۔۔اور ایک معنی کی وضاحت کے اعتبار سے (یعنی اس نص کے معنی اس قدر واضح ہوں کہ بے اختیار اس کے معنی کا یقین ہو جائے) ثبوت کے قطعی ہونے کا ذریعہ تو ایک ہی ہے، اور وہ ہے "بدیہی تواتر" (یعنی ہر خاص وعام تواتر کی حد تک اس کے ثبوت کو جانتا ہو) جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے، باقی معنی کی وضاحت کے اعتبار سے تو کیا یہ ممکن ہے کہ (کوئی امر) "قطعی" اور یقینی تو ہو، لیکن "ضروری" نہ ہو (یعنی اس کا ثبوت حدِ تواتر تک نہ پہنچا ہو؟) یہ ایک سوال ہے جس کا جواب بیشتر اصولیین کے بیانات سے تو نکلتا ہے کہ ایسا ہونا جائز ہے (کہ کوئی امر قطعی تو ہو مگر ضروری (متواتر) نہ ہو) لیکن بعض اصولیین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ممنوع ہے (یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ قطعی ہو اور ضروری نہ ہو، بلکہ ہر امر قطعی کے لئے ضروری ہونا ضروری ہے)۔"

محقق موصوف کی رائے: محقق موصوف فرماتے ہیں:

"میرے نزدیک بھی (آخری) قول (کہ ہر امر قطعی ضروری ہوتا ہے) زیادہ قوی ہے، اس لئے کہ کسی نص کے معنی پر یقین حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ اہل لغت کی جانب سے اس کا یقینی ثبوت موجود ہو کہ وہ فلاں لفظ معین سے فلاں معین معنی مراد لیتے ہیں، اس کے علاوہ اور کوئی معنی مراد نہیں لیتے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ثبوت نقلی اور سمعی ہے نہ کہ عقلی اور نظری، اور جس امر کے ثبوت کا مدار سماع اور نقل پر ہو نہ کہ عقل و نظر پر، اس میں یقین استدلال (عقلی) کا کوئی دخل نہیں ہوتا، بلکہ وہ از قبیل متواترات ہوتا ہے، اور متواتر ضروری الثبوت ہوتے ہیں، (لہٰذا اہل لغت سے مذکورہ بالا ثبوت حدِ تواتر تک پہنچ جانے کے بعد ہی زیر بحث نص وضاحت معنی کے اعتبار سے یقینی اور قطعی ہو سکتی ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ کسی امر کے قطعی ہونے کے لئے الفاظ کے اعتبار سے صاحب شریعت سے ثبوت کا متواتر ہونا جس طرح ضروری ہے، اسی طرح معنی کے اعتبار سے اہل لغت سے ثبوت کا بھی متواتر ہونا ضروری ہے)"

کسی نص (آیت) کا معنی کے اعتبار سے متواتر ہونے کا مطلب: محقق

موصوف جزو ثانی کے آخر میں فرماتے ہیں:

"پروردگار سبحانہٗ وتعالیٰ کے فاعل مختار ہونے کی دلیل قرآن کریم کی ان نصوص (صریح آیات) پر موقوف اور مبنی قرار دی جائے گی جن کے معنی (ہر خاص وعام کو) معلوم اور معروف ہیں، اور ان میں

کسی بھی تاویل کے نہ ہونے پر لفظی قرائن موجود ہیں، بلکہ ان کا ضروریات دین میں سے ہونا اور مسلمانوں کا ان پر اجماع بھی ہر خاص وعام کو معلوم اور معروف ہے، اور ان یقین آفرین قرائن میں سے ایک قرینہ امت مسلمہ کا ان نصوص (آیات) کو بغیر ان کے ظاہری معنی کے فساد پر متنبہ کئے مسلسل تلاوت کرتے رہنا ہے (یعنی اگر ان نصوص کے ظاہری معنی مراد نہ ہوتے تو خیر القرون میں کوئی تو سلف صالحین سے اس پر متنبہ کرتا)۔"

ضرورت شرعیہ کی مثال: ...فرماتے ہیں:

"امام رازی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "محصول" میں اسی سوال کو نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے اور پھر اس کا جواب دیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ (نصوص شرعیہ کے) معانی ومقاصد کا علم قرائن کے ساتھ مل کر ضروری (بدیہی) اور یقینی ہو جاتا ہے، اس لئے کہ مثلاً ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مراد لفظ "السموات والارض" سے یقینی اور بدیہی طور پر جانتے ہیں (کہ یہی آسمان وزمین مراد ہیں، جو ہمارے سامنے ہیں) نہ اس وجہ سے کہ لغت عربی میں مثلاً لفظ "سماء" آسمان کے لئے وضع کیا گیا ہے، کیونکہ اس (لغوی) معنی میں تو اشتراک، مجاز اور حذف واضمار وغیرہ کا دخل بھی ہو سکتا ہے، (لہٰذا ان احتمالات کی بنا پر تو لفظ "سماء" سے آسمان مراد ہونا قطعی اور یقینی نہیں رہتا بلکہ ہو سکتا ہے کہ حقیقی معنی کے بجائے مجازی معنی مثلاً "بادل" مراد ہوں، بہر حال احتمال یقین کے منافی ہے، اس کے برعکس ضرورت شرعیہ کے تحت ہمیں قطعی یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہی زمین وآسمان ہیں)۔"

کسی نص قطعی کے مفید یقین ہونے کا مدار: ... اسی کتاب کے آخری جزو کے وسط میں فرماتے ہیں:

"یہ اظہر من الشمس ہے، اس شخص کے لئے جو یقین کے شرائط کو جانتا ہو اور وہ شرائط امور سمعیہ (سماع اور نقل سے تعلق رکھنے والے امور) میں (صاحب شریعت سے) نقل کے اعتبار سے بدیہی تواتر ہے، اور معنی کے اعتبار سے بدیہی طور پر واضح ہوتا ہے (یعنی جس نص کا ثبوت شارع علیہ السلام سے تواتر کی حد کو پہنچ چکا ہے اور اس کے معنی ومراد کی وضاحت بھی بدیہیات کی حد کو پہنچ چکی ہے، وہ نص قطعی ضرور یقین کے لئے مفید ہوگی)۔"

ایسی نص قطعی میں تاویل کے حرام اور ممنوع ہونے کی دلیل: ...اس کے بعد فرماتے ہیں:

باقی اس امر کا یقین کہ اس کی تاویل حرام ہے، بلکہ اس امر کا یقین کہ یہ اپنے ظاہری معنی پر ہے،

اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کے عہد میں اس کی شہرت حد تواتر تک پہنچ چکی تھی، اور ہمیں معلوم ہے کہ انہوں نے اس نص کو اس کے ظاہری معنی پر برقرار رکھا (اور کوئی تاویل نہیں کی) اور عادۃً یہ محال ہے کہ اس نص کی کوئی صحیح تاویل ہو اور ان میں سے کوئی بھی اس کا ذکر نہ کرے، جیسا کہ اس سے پہلے بھی بیان آ چکا ہے۔"

اور جزو ثالث کے وسط میں "ایمان بالقدر" کی نصوص (آیات) کے تحت فرماتے ہیں۔

"دوسری دلیل علم ضروری (قطعی ویقینی) کے دعویٰ کی اس شخص کے لئے جو سلف (صحابہ ؓ وتابعین ؒ) کے حالات سے واقف ہے، یہ ہے کہ وہ ان نصوص (آیات) میں مطلق کوئی تاویل نہیں کرتے تھے۔"

ہر امر قطعی کے مفید یقین ہونے کے لئے اس کا ضروری (متواتر) ہونا ضروری ہے:

...... جزو اول کے اوائل میں فرماتے ہیں:

"علاوہ ازیں قطعی امور میں بعض ایسے امور بھی ہیں جن کے متعلق علماء کا اختلاف ہے کہ وہ قطعی (یقینی) ہیں یا نہیں؟ مثلاً قیاس جلی، اور اس کی (مخالفت کی) بنا پر کسی کو گنہگار فاسق یا کافر کہنا (جائز ہے یا نہیں؟ یہ اختلاف ہی اس امر کی دلیل ہے کہ ہر قطعی کے لئے مفید یقین ہونا ضروری نہیں) چنانچہ ابن حاجب وغیرہ محققین ایسے شرعی قطعی امر کے وجود کا انکار کرتے ہیں جو "ضروری" (متواتر) نہ ہو اور ان کا فیصلہ ہے کہ نصوص شرعیہ میں فہم معنی کے اعتبار سے "ظن" اور "ضرورت" کے درمیان کوئی مرتبہ نہیں ہے، (یعنی یا نصوص ظنیہ ہیں یا نصوص ضروریہ (متواترہ) تیسری قسم کوئی نہیں) جیسا کہ تواتر الفاظ کے اعتبار سے (سب کے نزدیک) "ظنی" (خبر واحد) اور "ضروری" (خبر مشہور ومتواتر) کے درمیان کوئی واسطہ نہیں (یعنی جیسے از روئے روایت یعنی ثبوت الفاظ صرف دو مرتبے ہیں، "ظنی" (خبر واحد) اور "ضروری" "مشہور ومتواتر) ایسے ہی از روئے درایت یعنی فہم معنی کے اعتبار سے بھی دو مرتبہ ہیں "ظنی" یا "ضروری"۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ہر امر قطعی کے مفید قطع ویقین ہونے کے لئے "ضروری" (متواتر) ہونا ضروری ہے)"۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"علماء اصول کے اقوال سے ظاہر ہے کہ وہ قطعیات (امور یقینیہ) کا وجود صرف ان دلائل میں مانتے ہیں جو علمی اور مفید یقین ہوں۔"

دلائل شرعیہ میں قطعی اور ضروری متلازم ہیں:

...... اسی کے آخر میں فرماتے ہیں:

"بیشتر محققین کی رائے یہی ہے قطعی دلائل جب بھی شرعی ہوں گے تو یقیناً "ضروری" ہوں گے، (یعنی تمام دلائل قطعیہ شرعیہ ضروری (بدیہی) ہوتے ہیں، شرعی دلائل میں ایسے قطعی دلائل کا وجود نہیں جو ضروری نہ ہوں، بالفاظ دیگر دلائل شرعیہ میں قطعی اور ضروری متلازم ہیں)۔"

کثرتِ دلائل، تعددِ طرق اور قرائن سب مل کر یقین کے لئے مفید ہوتے ہیں:

حضرت مصنف ؒ فرماتے ہیں: "اتحاف" میں ج:۳ ص:۱۳ پر ابن بیاضی حنفی "ماتریدیہ" کا قول نقل کرتے ہیں۔

"دلیل نقلی (سماعی) اس وقت مفید یقین ہوتی ہے جب ایک ہی معنی پر متعدد طریق سے بکثرت دلائل وارد ہوں، اور قرائن بھی ساتھ موجود ہوں، "الابکار والقاصد" کے مصنف کا اور بہت سے علماءِ محققین یعنی "ماتریدیہ" کا مختار بھی یہی ہے"۔

مزید تحقیق کے لئے "توضیح تلویح" کی مراجعت کیجئے، نیز حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ابن حاجب کے نزدیک "ضروری" کے معنی: ابن حاجب کے نزدیک "ضروری" کا مصداق ہر وہ امر ہے جس کو دل بے ساختہ باور کرے اور اس پر یقین و اطمینان کلی حاصل ہو جائے۔ "ضروری" کے وہ معروف معنی جو ضروریات دین کی تعریف میں بیان ہو چکے ہیں، جس کا علم ہر خاص و عام کو یکساں طور پر حاصل ہو، ابن حاجب کے نزدیک مراد نہیں، اور نہ ہی اس کی مراد یہ ہے کہ "لفظی" (یعنی سماعی) دلیل یقین کے لئے مفید نہیں ہوتی، اس لئے کہ یہ تو ایک اور اختلافی امر ہے جو دوسرے علماء کے درمیان مختلف فیہ ہے، محقق موصوف فرماتے ہیں:

"تیسرا قول جو اکثر ائمہ اہل سنت اور علماء امت کا مسلک ہے، یہ ہے کہ اس (حکم) میں تفصیل ہے، اور یہ کہ قطعیات میں تاویل کفر سے نہیں بچاتی۔"

مدار کفر: بحث تکفیر کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کی تکذیب ہی اصل میں کفر ہے، خواہ صراحتاً اور براہ راست ہو، خواہ کوئی ایسا قول یا عقیدہ ہو جس سے یقینی اور بدیہی طور پر آپ ﷺ کی تکذیب لازم آتی ہو، نظری اور استدلالی طور پر لازم آنے کا اعتبار نہیں۔"

تاویل معتبر ہونے کا مدار اور ضابطہ! ہر وہ امر جو عہد نبوت اور عہد صحابہ ؓ میں شائع و ذائع رہا اور کسی نے اس کی کوئی تاویل نہیں کی، یقینی اور بدیہی طور پر اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ امر اپنے

ظاہری معنی پر ہے (اس میں کوئی تاویل نہیں کی جا سکتی)

یہ اصول جو میں نے بیان کیا، اس کو اچھی طرح سمجھ لو، ہر اس امر کے بارے میں جو رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اس قدر مشہور و معروف رہا ہو کہ اس کی شہرت حد تواتر کو پہنچ چکی ہو، اور اس کی کوئی تاویل قطعاً مذکور نہ ہو، (وہ اپنے ظاہری معنی پر ہے۔ اس کی کوئی تاویل مسموع نہیں ہو سکتی اور اس کا منکر اگرچہ مؤول ہو کافر ہے)۔"

مثال:۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس پر اجماع ہے کہ بغیر کسی تاویل کے شائبہ کے "کلام" اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اور (اس لئے) وہ "متکلم" ہے۔ لہٰذا جس شخص کا یہ قول ہے (کہ "کلام" اللہ کی صفت نہیں یا قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں) علماء نے علانیہ اس کی تکفیر کی ہے، خواہ اس اعتقاد کی بناء پر کہ یہ (قول) ان آیات کی تکذیب کرتا ہے (جن سے اللہ تعالیٰ کے لئے صفت "کلام" ثابت ہوتی ہے) یا اس بنا پر کہ اس قول سے ان آیات کی تکذیب لازم آتی ہے (یعنی عمداً ان آیات کی تکذیب کی ہے یا اس قول سے تکذیب لازم آگئی) اور یہ دونوں امر (یعنی التزام کفر اور لزوم کفر) موجب تکذیب ہیں۔

احتیاط!:۔ نیز فرماتے ہیں کہ جو لوگ قرآن کو "قدیم" نہیں مانتے وہ بھی اس کو "حادث" کہنے سے اجتناب کرتے ہیں، جیسے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق جمہور علماء "مسلاء" میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ (حالات) میں ان سے ایک روایت ذکر کرتے ہیں، اور اسی طرح تمام متقدمین علماء اہل سنت کی جانب بھی اس کو منسوب کیا ہے کہ وہ جیسے قرآن کو "قدیم" نہیں مانتے "حادث" بھی نہیں کہتے، (بلکہ توقف کرتے ہیں) اور یہی مسلک مصنف "مسلا" نے اپنے لئے پسند کیا ہے۔

معتزلہ، شیعہ وغیرہ کا مسلک تکفیر کے بارے میں:۔ اس لئے کہ اس سے پہلے آچکا ہے کہ معتزلہ، شیعہ اور ان کے ماسوا امت کے دوسرے فرقوں کے نزدیک تکفیر (کسی کو کافر کہنے) میں یقین (ہونا) شرط ہے، اس شخص کے حق میں جو کفر کا حکم بالیقین چاہتا ہے، ایسا ہی ہونا بھی چاہئے (کہ کفر کا یقین ہوئے بغیر کسی کو کافر نہ کہے)

تو اس شخص سے یہ کہا جائے کہ (تکفیر کے بارے میں) یقین قطعی کا مرتبہ چھوڑ کر گمان کا وہ مرتبہ جس میں واضح سا ای رجحان (یعنی ظن غالب) موجود ہو کیوں نہ اختیار کر لیا جائے (یعنی کسی کو کافر کہنے میں یقین کے بجائے ظن غالب پر کیوں نہ اکتفاء کر لیا جائے) اور ظن غالب پر عمل تو صرف قطعی اور یقینی دلیل سے ہی ممنوع ہوتا ہے (یعنی اگر ظن غالب کے مقابلہ میں کوئی قطعی دلیل موجود ہو تو بے شک ظن غالب پر عمل ممنوع ہوتا ہے اور کوئی قطعی دلیل ظن غالب کے خلاف ہے ہی نہیں، پھر ظن غالب پر

کیوں نہ عمل کیا جائے)

اور قرآن حکیم میں یہ کہیں نہیں آیا کہ قرآن کل کا کل "متشابہ" (غیر واضح اور محل تاویل) ہے، بلکہ (اس کے برعکس) اس میں تو تصریح ہے کہ قرآن کی کچھ آیات "محکم" (اور واضح) ہیں، اور وہی "اصل کتاب" ہیں، (انہیں پر دین وایمان کا مدار ہے) اور کچھ "متشابہ" (غیر واضح) ہیں، تو (صریح اور واضح آیات میں) ان گوناگوں تاویلات کے ہوتے ہوئے وہ قرآن کی محکم آیات کہاں ہیں جن کو باقی متشابہ آیات واحادیث رسول اللہ (ﷺ) کے سمجھنے اور مراد متعین کے لئے مدار بنایا جائے؟ عقل سلیم اس کو باور نہیں کرتی اور محال سمجھتی ہے کہ آسمانی کتابیں اور احادیث رسول اللہ (ﷺ) ایسے واضح اور یقینی بیان حق سے خالی ہوں جس سے کتاب اللہ کی متشابہ آیات کی مراد متعین کی جائے، (یعنی عقلاً یہ محال ہے کہ آسمانی کتاب ہو اور اس میں ایسا واضح اور یقینی بیان حق نہ ہو کہ اس سے غیر واضح آیات کی مراد متعین کی جاسکے، اس لئے قرآن میں ایسی نصوص صریحہ ضرور ہونی چاہئیں جن کی کوئی تاویل نہ کی جائے اور وہ اپنے ظاہر پر ہوں) قرآن کریم کی مذکورہ ذیل آیات کریمہ اسی استحالہ کی جانب اشارہ کرتی ہیں:

"ائْتُونِي بِكِتَابٍ مِّن قَبْلِ هَٰذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ." (الاحقاف-۴)

ترجمہ: (بت پرستی کے دعوے میں) اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی آسمانی کتاب یا مفید علم ویقین کی کوئی دلیل میرے پاس لاؤ۔"

غور کرنے والے ارباب عقل و دانش کے لئے فرق باطلہ (مؤولین) کی تردید کے لئے یہ آیت کس قدر واضح اور قطعی حجت ہے۔ اگر مقصود وہی ہوتا (جو مؤولین کہتے ہیں) تو کم از کم ایک مرتبہ (اور کسی ایک جگہ) تو حق کا واضح اور قطعی بیان آسمانی کتاب میں موجود ہوتا کہ متشابہ (غیر واضح) آیات کی مراد اس سے متعین کی جاتی جیسا کہ قرآن نے وعدہ کیا ہے۔

تکفیر کا ضابطہ:- جزو ثالث کے وسط میں احادیث "وجوب ایمان بالقدر" کی بہتر ویں (۷۲) حدیث کے بعد فرماتے ہیں:

"میں کہتا ہوں کہ کسی کو کافر قرار دینے کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس شخص نے کسی ایسے امر کو رد کیا کہ جس کا ضروریات دین میں سے ہونا بدیہی طور پر معلوم ہو، وہ شخص کافر ہے۔ اس تعبیر میں کسی قدر اجمال وابہام ہے، اس کی مزید وضاحت وتفصیل یہ ہے کہ جس شخص کے متعلق ہم کو یقینی طور پر معلوم ہو کہ اس نے ضروریات دین میں سے کسی بدیہی اور یقینی امر کو رد کیا ہے، اور اس امر کا بھی ہم کو یقینی طور پر علم ہو کہ یہ شخص اس امر کے ضروریات دین میں سے ہونے کو ایسے ہی بدیہی اور یقینی طور پر جانتا ہے، جیسے کہ ہم جانتے ہیں (اور اس کے باوجود جان بوجھ کر رد کیا ہے) تو ایسا شخص بغیر کسی شک وشبہ کے کا

فر ہے (کہ یہ کفر وہ خود عناد ہے) گویا کہ تین چیزوں کا بدیہی اور یقینی علم ہونا ضروری ہے۔
اول: اس امر کے ضروریات دین میں سے ہونے کا۔
دوم: اس شخص کے اس امر کو ضروری جاننے کا۔
سوم: اس شخص کے متعلق (ہمارا) علم اور جس شخص کے متعلق ہمارا گمان غالب ہو کہ جن امور کو ہم یقینی طور پر ضروریات دین میں سے جانتے ہیں۔
یہ شخص اس سے ناواقف ہے (کہ یہ ضروریات دین ہیں) ایسے شخص کی تکفیر میں بہت زیادہ اختلاف ہے (جو لوگ جہل کو عذر قرار دیتے ہیں اور تکفیر صرف خود عناد پر کرتے ہیں، وہ کافر نہیں کہتے اور جو لوگ کفر عناد اور کفر جہل کو یکساں کہتے ہیں وہ کافر کہتے ہیں (مصنف مذکور فرماتے ہیں) بہتر یہی ہے کہ اس شخص کی تکفیر نہ کی جائے فرماتے ہیں: مسئلہ صفات کے آخر میں اس کی تحقیق گزر چکی ہے"

مصنف نور اللہ مرقدہ کی رائے: حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ رسالہ ہذا میں فرماتے ہیں: جس شخص نے ضروریات دین میں سے کسی بھی امر کو ٹھکرا دیا اور رد کیا درآنحالیکہ اس کو بتلا دیا گیا ہو (کہ یہ ضروریات دین میں سے ہے) تو وہ شخص کافر ہے، جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے، اگرچہ بتلانے والوں کی تعداد احد تواتر کو نہیں پہنچی گویا مصنف علیہ الرحمۃ کے نزدیک صرف اس امر کے ضروریات دین میں سے ہونے کا علم حد تواتر تک پہنچا ہوا ہونا کافی ہے یا بالفاظ دیگر تین بدیہی اور یقینی علموں کے بجائے صرف ایک امر کا بدیہی اور یقینی علم کافی ہے) ہاں امر غیر متواتر کا انکار کفر نہ ہوگا۔ لیکن اس رد اور انکار کرنے والے کے ساتھ کافروں کا سا معاملہ کیا جائے گا۔ عہد نبوت میں کسی شخص پر حجت قائم کرنے کے بارے میں اسی پر عمل تھا۔ اور اگر وہ منکر یہ بہانہ کرے کہ: "خبر واحد ہونے کی وجہ سے مجھے اس میں تردد ہے" تو اس پر غور کیا جائے گا (اور اس عذر کی صحت کی تحقیق اور ازالہ کی کوشش کی جائے گی) ورنہ تو جس طرح کفر کی تقسیم کفر جہل اور کفر عناد کی طرف (اور اس کی تحقیق کہ کس کا کفر، کفر جہل ہے اور کس کا کفر، کفر عناد ہے) آخرت کے حوالے اور اللہ کے سپرد ہے (احکام دنیا کے اعتبار سے دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔ دونوں کافر ہیں) اسی طرح منکر (کے معاملہ کو بھی) آخرت کے حوالہ اور اللہ کے سپرد کیا جائے گا (اور دنیوی احکام کے اعتبار سے کافر کہا جائے گا) جیسا کہ وہ شخص جس نے کفر کے ماحول میں نشوونما پایا ہو اور ہوش سنبھالا ہو، ہم اس پر کفر کا حکم لگائیں گے۔ اگرچہ اس کا یہ کفر جہل پر مبنی ہے نہ کہ خود عناد پر اسی طرح مذکورہ بالا صورت میں بھی اس کو کافر کہیں گے (اور لاعلمی کے عذر کا لحاظ نہ کریں گے)۔ فرماتے ہیں: اس تحقیق اور فرق کو خوب اچھی طرح سمجھ لو اور یاد رکھو! اس لئے کہ جس شخص نے شریعت کے کسی بھی متواتر عمل کو قبول نہیں کیا،

ہمارے اعتبار سے اور ہمارے حق میں کافر ہے، بالکل ایسے ہی جیسے وہ شخص جو ابھی تک اسلام میں داخل ہی نہ ہوا ہو، اگر چہ از راہ عناد نہ سہی (تاہم وہ کافر ہے اس لئے اس نے اسلام کو قبول نہیں کیا) اور (یہ ایک شخص کا جتلانا) ایسا ہی ہے جیسے کسی کو ایک نبی ایمان کی دعوت دے اور وہ قبول نہ کرے اور اپنے اصلی کفر پر قائم رہے، اگر چہ از راہ عناد نہ ہو (تب بھی وہ کافر ہے) لہٰذا کفر کا مدار اس پر ہے کہ شریعت کے متواتر امور میں سے کسی بھی امر متواتر پر ایمان نہ لانا اور اس سے دور رہنا پایا جائے، خواہ نا واقفیت کی بنا پر ہو، خواہ جحود کی بنا پر، خواہ عناد کی بنا پر۔

نبی کی تکذیب عقلاً قبیح ہے اور موجب کفر۔ مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

"اتحاف" کے مصنف نے ج:۲ص:۲۱۲ پر بیان کیا ہے کہ:

نبی کی بعثت اور دعوت و تبلیغ کی تکذیب و انکار از روئے عقل قبیح ہے۔ البذا یہ کفر عقلی قبح کے تحت داخل ہے، نہ کہ شرعی قبح کے تحت، (یعنی کسی نبی کی نبوت اور دعوت و تبلیغ کا انکار عقلاً قبیح اور موجب کفر ہے، اس کے لئے کسی شرعی ثبوت کی ضرورت نہیں ہے) مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: یہ بہت اچھی اور مفید تحقیق ہے۔؟ "مسایرہ" میں بھی ج:۲ص:۷۲ طبع جدید مصر پر عقلی حسن و قبح کے تحت ایک نہایت کار آمد تحقیق بیان کی ہے کہ اگر (تصدیق و تکذیب انبیاء میں) حسن و قبح عقلی کا اعتبار نہ ہوگا تو انبیاء کو لاجواب کر دینے (کے امکان) کا الزام عائد ہوگا۔ رکن اول، اصل دوم کے ذیل میں بھی کچھ اس کا بیان موجود ہے۔ یہی "ماتریدیہ" اور اکثر "اشعریہ" کا مذہب ہے۔●

تاویل و تجوز کا ضابطہ ۔۔۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ "بدائع الفوائد" میں فرماتے ہیں۔

"قرآن و حدیث کی کسی بھی نص صریح میں مجاز و "تاویل" کی مطلق گنجائش نہیں ہوتی۔ مجاز و تاویل کا دخل صرف انہی ظاہری نصوص میں ہوتا ہے جن میں مجاز و تاویل کا احتمال اور گنجائش ہو، فرماتے ہیں اس سلسلہ میں ایک نکتہ ضرور سمجھ لینا چاہیے کہ کسی لفظ کا نص ہونا دو چیزوں سے پہچانا جاتا ہے، ایک تو یہ کہ اس لفظ کے لغوی معنی کے علاوہ اور کسی معنی کا از روئے لغت احتمال (امکان) ہی نہ ہو، مثلاً عشرہ کا لفظ (کہ دس کے لئے وضع کیا گیا ہے، نہ کم، نہ زیادہ) دوسرے یہ کہ اس لفظ کے جتنے مواقع استعمال ہیں ان سب میں ایک ہی طریقے پر ایک ہی معنی کے لئے استعمال ہوا ہو، ایسا لفظ اپنے اس متعارف معنی میں نص ہے، نہ اس میں کسی تاویل کی گنجائش ہے، نہ تجوز کی، اگر چہ کسی خاص محل استعمال میں اس کی گنجائش بھی ہو (لیکن تمام مواقع استعمال کے اعتبار سے ایک ہی معنی متعین ہوں، تو اس خاص محل استعمال میں بھی گنجا

● — شرح احیاء میں علامہ ابن الہمام سے منقول ہے کہ ان تینوں میں صرف ایک پر منحصر ہے۔ حسن و قبح عقلی ہے "ماتریدیہ" اور بعض "اشعریہ" کا مذہب بھی یہی ہے۔ مصنف

نقل کے باوجود مجاز وتاویل کا اعتبار نہ ہوگا، اور وہی معنی مراد لئے جائیں گے جو تمام مواقع استعمال میں مطرد ہیں) ایسا لفظ اپنے مطرد معنی کو ادا کرنے میں خبر متواتر کے مانند ہو جاتا ہے کہ اگر خبر متواتر کے ہر ہر طریق روایت کو علیحدہ علیحدہ دیکھا جائے تو اس میں کذب کا احتمال ہو سکتا ہے، لیکن اگر تمام طرق روایت کو مجموعی طور پر دیکھا جائے تو کذب کا احتمال مطلق نہیں ہوتا۔ یہ ایک نہایت مفید اور کارآمد نقطہ ہے جو تمہیں بہت سی ایسی ظاہری آیات واحادیث میں تاویلوں کو باطل اور غلط ثابت کرنے میں کام آئے گا جو تمام مواقع استعمال میں ایک ہی معنی میں استعمال ہوئی ہیں، ایسی صورت میں ان کی کوئی بھی تاویل ہو قطعاً غلط اور باطل ہے، اس لئے کہ تاویل تو صرف ایسے ظاہری الفاظ میں کی جاتی ہے جو دوسری تمام آیات و احادیث کے مخالف اور شاذ طور پر وارد ہوئے ہوں اور تو ان میں تاویل کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ وہ ان تمام آیات واحادیث کے موافق ہو جائے (اور اختلاف وتضاد دور ہو جائے) لیکن جب ایک لفظ تمام مواقع استعمال میں ایک ہی معنی میں استعمال ہو رہا ہو (اور کوئی تعارض وتضاد بھی نہیں ہے) تو وہ لفظ تو اپنے ظاہری اور متبادر معنی میں نص قطعی ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ قوی ہے، اس میں تاویل قطعاً ممنوع اور ممتنع ہے، اس ضابطہ کو اچھی طرح سمجھ لو (نہایت کارآمد نکتہ ہے) اور "بدائع الفوائد" ج:۱ ص:۵ پر "الفرق بین الروایۃ والشہادۃ" کے ذیل میں بھی یہی مضمون آیا ہے۔"

حضرت مصنف رحمہ اللہ اس کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں: مثلاً لفظ "توفی" جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں آیا ہے (یعیسی انی متوفیک ورافعک) (الآیۃ) اس ضابطہ کے تحت اس کے معنی پورے طور پر لے لینے کے ہونے چاہئیں نہ کہ "موت دینے" (مار ڈالنے) کے۔ اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن وحدیث میں جتنی آیات وحدیث آئی ہیں وہ سب آپ کے زندہ ہونے پر متفق اور ایک دوسرے کی مؤید ہیں (اس لئے مذکورہ بالا آیت میں وفات دینے اور مار ڈالنے کے معنی نہیں لئے جاسکتے)۔

چنانچہ "شرح شفاء" میں ج:۴ ص:۲۹۷ پر قاضی عیاضؒ نے حبیب بن ازرق کا قول اس شخص کے متعلق۔ جس نے کہا کہ خدا (العیاذ باللہ!) رسول اللہ ﷺ کا ایسا اور ویسا کرے، (یعنی برا کرے) اور پھر (تکفیر اور سزائے ارتداد سے بچنے کے لئے) کہے کہ میری مراد تو رسول اللہ ﷺ سے بچھو ہے (کہ وہ بھی اللہ کا بھیجا امکان تاویل کا اعتبار کرنے لگے (کہ کسی کے قول کی تاویل ممکن ہو تو اس کو کافر نہ کہا جائے، قائل کے قصد وارادہ پر نہیں بالفاظ دیگر اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ میری مراد تو یہ تھی تو دیکھا جائے کہ اس کے کلام کی یہ مراد بھی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتی ہو تو اس کی بات مان لی جائے اور اس کو کافر نہ کہا جائے اور اگر نہ ہو سکتی ہو تو اس کے کہنے کا اعتبار بالکل نہ کیا جائے اور کفر کا حکم لگا دیا جائے)۔

چنانچہ "جامع الفصولین" میں لکھا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ سے اس شخص کے متعلق مسئلہ دریافت کیا

گیا جس نے کسی شخص کو مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا تو کسی اور شخص نے اس سے کہا: "تو خدا سے نہیں ڈرتا" تو اس پر مارنے والے نے کہا "نہیں" (کہ یہ شخص اس قول کی بنا پر کافر ہوا یا نہیں؟) فرمایا: نہیں! اس کو کافر نہ کہا جائے، اس لئے کہ ممکن ہے کہ وہ کہے (کہ میری مراد تو یہ تھی کہ) خدا کا خوف اور تقویٰ اسی میں ہے جو میں کر رہا ہوں، (یعنی خوف خدا اور تقویٰ کا تقاضا یہی ہے کہ میں اس شخص کو ماروں) اور اگر کسی معصیت کے ارتکاب کے وقت (مثلاً حرام کاری یا شراب خوری کے وقت) یہ کہا گیا کہ "تو خدا سے نہیں ڈرتا" اور اس نے کہہ دیا: "نہیں" تو اس کو کافر کہا جائے گا، اس لئے کہ اس صورت میں وہ تاویل ممکن نہیں (جو پہلی صورت میں ممکن تھی کیونکہ کسی کو مارنا، پیٹنا تو تقویٰ کا تقاضا ہو سکتا ہے، مگر کسی معصیت کا ارتکاب کسی صورت میں بھی تقویٰ کا تقاضا نہیں ہو سکتا)۔

مصنف علیہ الرحمۃ اللہ فرماتے ہیں: "فتاویٰ خانیہ" میں بھی شداد بن حکیم اور اس کی بیوی کے قصہ میں یہی بیان کیا ہے۔

فرماتے ہیں: "طبقات حنفیہ" میں خود شداد بن حکیم نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہی روایت نقل کی ہے اور "طبقات" کا بیان "جامع الفصولین" کے بیان سے زیادہ لائق اعتبار ہے کہ "محض امکان تاویل کا اعتبار ہے۔" (قصد وارادہ قائل پر مدار نہیں) اس لئے کہ اس میں تو کوئی رکاوٹ ہی نہیں، حالانکہ مشائخ حنفیہ فرماتے ہیں: کہ اگر کسی شخص کو کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے اور اس کے خیال میں "توریہ" کی کوئی صورت ہو (جس کو اختیار کر کے وہ حقیقت میں کفر سے بچ سکتا ہو) اور اس کے باوجود اس "توریہ" کو اختیار نہ کرے اور کلمہ کفر کہہ دے تو وہ کافر ہو جائے گا، (اس لئے کہ اس نے جان بوجھ کر کلمہ کفر کہا اور آنحالیکہ وہ توریہ کر کے اس سے بچ سکتا تھا، یہ رضا بالکفر ہے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ مشائخ (ترک تکفیر میں صرف امکان تاویل کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ) ایسے شخص کے حق میں بھی تاویل کے قصد وارادہ کو مؤثر مانتے ہیں، اگر ایسا نہ ہو تو حیلہ جوئی اور عذر تراشی سے تو کوئی بھی عاجز نہیں (حاصل یہ ہے کہ مسئلہ اکراہ میں مشائخ صرف امکان توریہ پر ترک تکفیر کا مدار نہیں رکھتے بلکہ قائل کے قصد وارادہ کا بھی اعتبار کرتے ہیں، اگر توریہ کا قصد کرے تو کفر سے بچے گا ورنہ نہیں، اسی طرح اگر کوئی شخص تاویل کا قصد کرے تو کفر سے بچے گا ورنہ نہیں، معلوم ہوا کہ محض امکان تاویل کافی نہیں، جیسا کہ "جامع الفصولین" سے معلوم ہوتا ہے، بلکہ قصد تاویل بھی ضروری ہے، جیسا کہ "طبقات" کے بیان سے معلوم ہوتا ہے) چنانچہ "میزان الاعتدال" میں ج ۱ ص: ۲۷۲ پر حکم بن نافع کے ترجمہ کے تحت قوی سند کے ساتھ یہ روایت ہے:

"یعنی! مومن بھی قرآن کی آیات سے استدلال کرتا ہے مگر مغلوب ہو جاتا ہے اور منافق بھی قرآن کی آیات سے استدلال کرتا ہے اور غالب آجاتا ہے، (اس لئے کہ منافق مکار اور حیلہ ساز ہے، وہ آیات قرآنی کے معنی میں تصرف کر کے من مانے معنی کرتا ہے، اور مراد بتاتا ہے اور جیت جاتا ہے، اور مومن دیانت دار اور راست باز ہے، وہ آیات قرآنی کے معنی و مراد میں کوئی تاویل و تصرف نہیں کرتا، اس لئے اپنے مکار حریف سے مغلوب ہو جاتا ہے)"

خفاجی رحمہ اللہ نے "شرح شفاء" میں ج:۴ ص:۳۲۶ پر لکھا ہے کہ:

"اور اسی لئے (کہ حکم کفر کا مدار ظاہر پر ہے، نیت اور قصد و ارادہ کا دخل نہیں) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مصنف کا قول، اس شخص کے بارے میں جو (بزعم خود) اپنی زبان پر قدرت اور قابو نہ رکھنے اور بولنے میں بے باکی اور جسارت (کہ جو منہ میں آیا بک دیا) کی بنا پر سب و شتم کر بیٹھا، اس نے قصداً سب و شتم نہیں کیا، نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: مصنف کا بیان ہمارے مذہب کے قواعد کے موافق اور واضح ہے، اس لئے کہ کفر کا حکم لگانے کا مدار ظاہری اقوال و افعال پر ہے، نہ نیت و قصد کا اعتبار ہے، نہ اس کے حالیہ قرائن کا، ہاں ناواقفیت کا دعویٰ کرنے والا اگر اپنے نومسلم ہونے، یا اہل علم کی صحبت سے دور (محروم) ہونے کے عذر کی بناء پر (ناواقفیت کا مدعی ہے) تو اس کی بات مان لی جائے گی اور اس کو (معذور سمجھا جائے گا، (اور کافر نہ کہا جائے گا) جیسا کہ "روضہ" کے بیان سے بھی معلوم ہوتا ہے۔"

تاویل کے معتبر ہونے یا نہ ہونے میں قرائن حالیہ کو بھی دخل ہے:

امام نووی رحمہ اللہ "شرح مسلم" میں ص:۳۹ پر خطابی سے نقل کرتے ہیں کہ:

"اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ (عہد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں) زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں کے بارے میں تم نے اپنے بیان کے مطابق تاویل کیسے کر لی؟ اور ان کو (کافر و مرتد کہنے کے بجائے) باغی کیسے قرار دیا؟ اور کیا ہمارے زمانے میں بھی اگر مسلمانوں کا کوئی گروہ زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرے (اور زکوٰۃ نہ ادا کرے) تو کیا آج بھی تم اس کو باغی قرار دو گے (اور کافر و مرتد نہ کہو گے)؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ "اس زمانہ میں اگر کوئی شخص یا گروہ زکوٰۃ کے فرض ہونے کا انکار کرتا ہے تو بالاجماع امت کافر ہے، اور ان میں اور اس زمانے کے لوگوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ وہ مانعین زکوٰۃ ایسے اسباب و وجوہ کی بنا پر معذور قرار دئے گئے جو اس زمانے میں درپیش نہیں ہیں، مثلاً یہ کہ ان کا زمانہ اس عہد سے بالکل قریب اور ملا ہوا تھا جس میں احکام شریعت کی تشریع و تدوین ہو رہی تھی، اور نسخ و تبدیلی احکام کا سلسلہ جاری تھا، (لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد زکوٰۃ کی فرضیت کے منسوخ

ہو جانے کا شبہ اس بنا پر ہو سکتا تھا کہ زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم حضور ﷺ کو دیا گیا تھا (آپ کی وفات کے بعد وہ حکم ختم ہو گیا) دوسرے یہ کہ وہ لوگ بالکل جاہل اور احکام دین الٰہی سے قطعاً ناواقف تھے، نیز ان کو اسلام قبول کئے ہوئے زیادہ زمانہ بھی نہ گزرا تھا یعنی بالکل نومسلم تھے، اس لئے ان کے دلوں میں شکوک وشبہات کا پیدا ہونا قرین قیاس تھا، اس لئے ان کو معذور قرار دیا گیا۔ اس کے برعکس آج دین اسلام اور اس کے احکام اس قدر عام اور شائع وذائع ہو چکے ہیں کہ (نہ صرف) مسلمانوں میں (بلکہ غیر مسلموں میں بھی) زکوٰۃ کے اسلام میں فرض ہونے کا علم شہرت اور تواتر کی حد کو پہنچ چکا ہے، یہاں تک کہ ہر خاص وعام اور ہر عالم وعامی یکساں طور پر اس کو جانتا ہے (کہ اسلام میں زکوٰۃ فرض ہے) لہٰذا اس زمانے میں اگر کوئی زکوٰۃ کے فرض ہونے کا انکار کرتا ہے ● اس کو کافر کہا جائے گا اور اس کی کوئی بھی تاویل یا عذر مسموع نہ ہوگا (اس لئے کہ ضروریات دین میں تاویل کفر سے نہیں بچاتی) یہی حکم ہر اس منکر کا ہے جو کسی بھی مجمع علیہ دینی امر کا انکار کرے، جس کا علم شہرت کی حد کو پہنچ چکا ہو، مثلاً پنجگانہ نماز، ماہ رمضان کے روزے، غسل جنابت، حرمت زنا، حرمت شراب، حرمت ربوا، ابدی محرمات سے نکاح کی حرمت اور ان کے علاوہ اسی قسم کے دین کے مہمات احکام۔ الا یہ کہ منکر بالکل نو مسلم اور احکام اسلام سے بالکل ناواقف ہو، اور اپنی جہالت وناواقفیت کی بنا پر ان میں سے کسی حکم کا انکار کرے تو اس کو معذور سمجھا جائے گا، اور کافر نہ کہا جائے گا، اور ایسے نومسلم (تازہ وارد دین اسلام) کے ساتھ قرون اولیٰ کے جاہل ونومسلم منکرین زکوٰۃ کا سا معاملہ کیا جائے گا (یعنی احکام اسلام سے واقف کیا جائے گا، پھر بھی اگر نہ مانیں تو اسلام سے خارج اور کافر قرار دیا جائے گا) بخلاف ان خاص خاص اجماعی مسائل واحکام کے جو مخصوص عنوانات کے ساتھ شریعت میں آئے ہیں، اور ان کا علم صرف علمائے دین تک محدود رہتا ہے، مثلاً پھوپھی یا خالہ کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی حقیقی بھتیجی یا بھانجی سے نکاح کا حرام ہونا یا عمداً قتل کرنے والے کا مقتول کی میراث سے محروم ہونا یا (ماں نہ ہونے کی صورت میں) دادی کا چھٹے حصہ کا وارث ہونا، اور اسی قسم کے نظری مسائل واحکام ان میں سے کسی حکم کے انکار کرنے والے کو کافر نہ کہا جائے گا، (اور نادانی وناواقفیت پر محمول کیا جائے گا) اس لئے کہ یہ احکام ومسائل اس قدر معروف ومشہور نہیں کہ ہر عامی مسلمان ان سے واقف ہو۔"

● اس زمانہ کے وہ تجدد پرست اپنے اسلام وایمان کی فکر کریں جو "اسلام کو زمانہ کے حالات سے ہم آہنگ کرنے" کے عنوان سے یہ کہہ کر بھی نہیں شرماتے کہ اسلام کو نئے دور کے سانچے میں ڈھالا جانا چاہئے اور کہتے ہیں کہ چونکہ اس دور میں حکومتیں خود بھاری بھاری ٹیکس وصول کرتی ہیں اس لئے اس زمانے میں مالداروں پر زکوٰۃ فرض نہیں رہی۔ یا جو کہتے ہیں کہ چونکہ اس زمانے میں دنیا میں تمام تجارتی کاروبار اور لین دین تجارتی سود پر چل رہا ہے۔ اس لئے تجارتی سود حلال اور جائز ہے قرآن نے جس سود کو حرام کیا ہے وہ صرف مہاجنی سود ہے وقس علی ذالک [illegible]۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اسی مسئلہ سے متعلق خطابی رحمہ اللہ کا ایک بیان "الیواقیت والجواہر" کے حوالے سے اس سے قبل نقل کیا جا چکا ہے۔

نتیجہ بحث وحاصل تحقیق، نیز مانعین زکوۃ سے متعلق شیخین رضی اللہ عنہما کے اختلاف کی تنقیح و تحقیق:

حضرت مصنف قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں:۔ مذکورہ بالا تحقیق سے یہ حقیقت واضح وصحیح ہوگئی کہ ضروریات دین کا منکر اگرچہ کہ ان کے باوجود توبہ نہ کرے تو کوئی بھی تاویل اسے قتل سے نہیں بچا سکتی، اور نہ ہی کفر وارتداد سے۔ باقی رہا وہ اعتراض جس کو امام نووی رحمہ اللہ نے بحوالہ خطابی رحمہ اللہ نقل کیا ہے کہ (عہد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں) اگر مانعین زکوۃ نے زکوۃ دینے سے انکار کیا تھا تو وہ اس انکار کی وجہ سے مرتد ہوئے یا نہیں وہ آنحالیکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ان سے جنگ کرنے میں تردد تھا، تو غالباً اس کی صحیح وجہ اور جواب یہ ہے کہ ان لوگوں نے (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عمال کو) زکوۃ دینے سے انکار کر دیا تھا، اور اپنے اپنے قبائل میں امراء اور حکام مقرر کرنے کا ارادہ کیا تھا، اور اس طرح وہ خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اطاعت سے منحرف ہو گئے تھے، لہٰذا اس اعتبار سے وہ باغی بھی ہو گئے، اور چونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے انکار کی غرض وغایت اسی بغاوت اور نافرمانی کو قرار دیتے تھے، (اس لئے ان کی رائے میں وہ زکوۃ کی فرضیت کے منکر نہ تھے، بلکہ خلیفۃ المسلمین کے منکر اور باغی تھے)۔ حضرت مصنف رحمہ اللہ حاشیہ میں فرماتے ہیں: چنانچہ اس کی تائید مستدرک کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے، جسے حاکم نے ج: ۲ ص: ۳۰۳ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہی نقل کیا ہے کہ:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کاش کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مسئلے دریافت کر لیتا تو وہ میرے لئے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ قیمتی اور کارآمد ہوتے، ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ کون ہوگا؟ دوسرے ان لوگوں کا حکم جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے اموال میں زکوۃ کے واجب ہونے کا تو اقرار کرتے ہیں، لیکن کہتے ہیں کہ ہم وہ زکوۃ تم کو یعنی خلیفۃ المسلمین کو نہ دیں گے کہ ایسے لوگوں سے جنگ کرنا چاہئے یا نہیں؟ تیسرے "کلالہ" کا مسئلہ (یعنی ایسے مورث جس کے نہ ماں باپ ہوں، نہ بیٹا بیٹی، اس کی میراث کا وارث کون ہوگا؟)"

یہ حدیث شیخین (بخاری ومسلم) کے شرائط کے مطابق صحیح ہے، اگرچہ انہوں نے "صحیح بخاری" اور "صحیح مسلم" میں اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: چونکہ ان لوگوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے یہ سمجھا تھا کہ زکوۃ

بھی ایک ایسا ہی "مالی ٹیکس" ہے جیسے ہر حکمران اپنی رعایا سے مختلف قسم کے مالی ٹیکس وصول کیا کرتا ہے لہذا جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم بقید حیات تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت حکمران اور بادشاہ ہم سے زکوٰۃ وصول کی (اور ہم نے دی)، آپ کو اس کا حق تھا، (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد) جب ہم آزاد ہو گئے تو اب جو ہمارے حکمران ہوں گے ان کو اختیار ہے کہ وہ اور تمام ٹیکسوں کی طرح ہم سے زکوٰۃ وصول کریں یا نہ کریں؟ وہ زکوٰۃ جو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیتے تھے، وہ بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ختم ہو گئی، اس کے مطالبہ کا اب کسی کو حق نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہی ان کے انکار کی اصلی غرض تھی (لہذا وہ باغی تھے) باقی اس کے علاوہ جو اور تاویلیں وہ انکار زکوٰۃ کی کرتے تھے، وہ تبرعاً (امر زائد کے طور پر) کرتے تھے۔

لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اسی انکار فرضیت زکوٰۃ کی بنا پر کافر و مرتد قرار دیا تھا، (اس لئے کہ زکوٰۃ کو ایک عبادت اور دینی فرض ماننے کے بجائے حکومت متسلطہ کا ایک مالی ٹیکس کہنا، دراصل فرضیت زکوٰۃ کا انکار ہے، لہذا یہ لوگ مرتد ہیں) واللہ اعلم بحقیقۃ الحال!

(بہرصورت شیخین (ابو بکر و عمر) رضی اللہ عنہما کا اختلاف دراصل مانعین زکوٰۃ کی غرض اور منع زکوٰۃ کے وجوہ و اسباب کے تعیین کے بارے میں تھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کا اصلی سبب و محرک ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اطاعت سے انحراف اور ان کی حکومت سے بغاوت قرار دیتے تھے، اور منع زکوٰۃ کو اس بغاوت کا ایک عنوان۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک ان کی اصلی غرض دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انحراف، اور انکار زکوٰۃ دین کے ایک اہم رکن کا انکار تھا، لہذا وہ ان کو مرتد اور واجب القتل سمجھتے تھے، لہذا شیخین رضی اللہ عنہما کا یہ اختلاف واقعہ (انکار زکوٰۃ) کے اسباب و وجود کی تحقیق و تنقیح سے متعلق تھا۔ چنانچہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی کہ در حقیقت یہ لوگ کفر کی بنا پر سرے سے فرضیت زکوٰۃ کے ہی منکر ہیں (اور اس کو دین کا رکن ہی نہیں مانتے) تو وہ بھی یقیناً ان کو کافر و مرتد قرار دیتے اور اصلاً تردد نہ فرماتے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: اس کے بعد بالکل یہی تحقیق حافظ جمال الدین زیلعی کے ہاں "تخریج ہدایہ" کے "باب الجزیہ" میں میری نظر سے گزری، نیز اس سلسلہ میں "منہاج السنۃ" ج:۲ ص:۲۳۳ اور ج:۳ ص:۲۳۱ کی مراجعت بھی ضرور کرنی چاہئے۔

ایک نئی حقیقت کا انکشاف: حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اور "کنز العمال" میں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مرتدین کے ساتھ جنگ کرنے کے ذیل میں خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت مذکور ہے، جس میں تصریح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو مرتد قرار دیا تھا، لیکن ان کی

رائے میں اس وقت مسلمانوں کے پاس ان مرتدین کے ساتھ جنگ کے لئے حربی طاقت نہ تھی۔(اس لئے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صرف اقدام جنگ کے خلاف تھے، اختلاف ان کے مرتد ہونے یا نہ ہونے میں نہ تھا بلکہ اس وقت جنگ کے قرین مصلحت ہونے یا نہ ہونے میں تھا)۔

علاوہ ازیں محب طبری کی "الریاض النضرۃ" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رحلت فرما گئے تو عرب قبائل دین سے منحرف اور مرتد ہو گئے، اور انہوں نے صاف کہہ دیا کہ ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے، تو اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "بخدا! (اونٹ تو اونٹ) اگر یہ لوگ اونٹ کی ایک رسی بھی مجھ کو دینے سے انکار کریں گے تو میں اس پر بھی ان سے جنگ کروں گا۔" تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: "اے رسول اللہ کے خلیفہ! (مصلحت وقت کا تقاضہ یہ ہے کہ) آپ ان لوگوں کی دلجوئی فرمائیں، اور نرمی برتیں۔" تو اس پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بولے "اے عمر! کفر کے زمانے میں تو تم ایسے تند تھے، اور اسلام لانے کے بعد تم ایسے ڈرپوک بن گئے؟ سنو اے عمر! اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور دین کی تکمیل ہو چکی، کیا میرے زندہ ہوتے دین میں کتر بیونت کی جا سکتی ہے؟ (ہرگز نہیں)۔"

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: یہ روایت انہی الفاظ کے ساتھ "سنن نسائی" میں بھی مذکور ہے، اس روایت سے تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (کو نہ ان کے مرتد ہونے میں کوئی تردد تھا اور نہ مسلمانوں کی حربی طاقت اور قوت مقاومت میں کوئی تامل تھا، بلکہ وہ) صرف تالیف قلب کی غرض سے جنگ کرنے کے خلاف تھے۔ ابن حزم نے بھی "ملل ونحل" میں ج۲ ص:۷۹ پر اس سے بحث کی ہے، اور نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں ج۲ ص:۱۴۰ پر ان مرتدین کے مختلف فرقے اور گروہ شمار کرائے ہیں، (جن میں کچھ مرتد تھے اور کچھ باغی، اور اسی پر اختلاف شیخین رضی اللہ عنہما کو مبنی قرار دیا ہے)

حافظ بدر الدین عینی رحمہ اللہ "عمدۃ القاری" (شرح بخاری) میں ج:۳ ص:۲۷۳ پر مانعین زکوٰۃ سے جنگ کرنے کے بارے میں "اکلیل" کے حوالے سے عکیم بن عباد بن حنیف جو اس کے ایک راوی ہیں، کی مرفوع ● روایت نقل کرنے کے بعد اس عکیم کا قول نقل کرتے ہیں۔

"ما اری ابا بکر الا انه لم یقاتلهم متاولا انما قاتلهم بالنص۔"

ترجمہ "میری رائے میں ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے مرتدین سے جنگ کسی تاویل کی بنیاد پر نہیں کی ہے، بلکہ انہوں نے یقیناً نص قطعی کی بنا پر ان سے جنگ کی ہے۔"

● (۱) اس مرفوع روایت کے لئے "عمدۃ القاری" کے علاوہ [illegible] کی مراجعت کیجئے [illegible] سے بھی مرفوع روایت [illegible]
کرائی [illegible]

اس کے بعد بیہقی ص: ۲۰۷ پر اس نص قطعی کی جانب رہنمائی کرتے ہیں، اور حدیث مذکور کے الفاظ: "الا بحق الاسلام" کے ذیل میں چند صورتیں نقل کرتے ہیں: (۱) ناحق کسی کو قتل کر دینا۔ (۲) کسی باطل تاویل کی بنا پر زکوٰۃ یا اسی قسم کے کسی اور رکن دین کا انکار کر دینا۔ (۳) شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرنا۔ یہ وہ امور ہیں جن کی بنا پر ایک مسلمان کلمہ توحید پڑھنے کے باوجود مستحق قتل ہو جاتا ہے ابوبکر رازی نے "احکام القرآن" میں ج ۲ ص ۸۲ پر نہایت صحیح طور پر اس کو بیان کیا ہے۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "کنز العمال" میں ج ۳ ص ۱۲۸ پر ایک اور روایت بھی اس کی مؤید ہے، جس کا ذکر حافظ ابن حجرؒ نے بھی "فتح الباری" میں: ج ۱۲ ص ۱۸۷ پر کیا ہے، اور خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے "کنز العمال" میں ج ۶ ص ۳۱۳ پر، اور ج ۱۱ ص ۸۰ پر مذکورہ ذیل روایت مروی ہے، فرماتے ہیں:

"واللہ الیوم ولیلۃ لابی بکر خیر من عمر عمر و آل عمر۔ ثم ذکر لیلۃ الغار الی ان قال واما الیوم فذکر قتالہ لمن ارتد"۔

ترجمہ: "خدا کی قسم! ابوبکر صدیق کی ایک رات اور ایک دن، عمر اور آل عمر کی پوری زندگی سے بہتر ہے فرماتے ہیں وہ رات غار حرا کی رات ہے، اور وہ دن مرتدین سے جنگ کے فیصلہ کا دن ہے۔ ●

یہ روایت صاحب "قاموس" کی کتاب "الصلات و البشر فی الصلوۃ علی خیر البشر" کے نسخہ مخطوطہ میں بھی ہے، ھذا واللہ اعلم بالصواب! (ان سب باتوں کو پیش نظر رکھیں، پورے حقائق کا علم اللہ کو ہی ہے)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع

کوئی بھی حرام چیز کسی بھی تاویل سے حلال نہیں ہو سکتی اور اس کو حلال سمجھنے والا اگر توبہ نہ کرے تو کافر اور واجب القتل ہے:

امام ابو جعفر طحاوی نے شرح "معانی

● — تمام روایات و اقوال کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (واللہ اعلم بالصواب) کہ ابتداء کار میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر حقیقت واقعہ ماجرا منکشف نہیں ہوئی اور مرتدین کے فرقے بھی اللہ اور زکوٰۃ کی فرضیت و خلافت کے باب میں مختلف تھے اور شاید اسی وجہ سے کی جانچ جیسے جیسے حقیقت حال آپ پر منکشف ہوتی گئی تو آپ امام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے متفق ہوتے گئے، یہاں تک کہ آخر میں یہ فرمانے پر مجبور ہوئے کہ "واللہ ما اری الا ابابکر الا ان شرح اللہ صدرہ للقتال" اور مجھے یہ فیصلہ قتال ان پر عمر کی جانب سے حکمت کا انکشاف ہوا تو ابوبکر صدیق جنگ کے اس ایک مبارک دن کو اپنی اور اپنے خاندان کی پوری زندگی پر فوقیت اور ترجیح کا صدق دل سے اعتراف فرمایا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال، ان اصبت فمن اللہ تعالیٰ وان اخطات فمن نفسی واللہ یغفرلی (از مترجم)۔

الآثار" میں ج ۲ ص ۸۹ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے، جس کے بعض طرق "فتح الباری" میں باب "حد الخمر" کے ذیل میں ج ۱۲ ص ۷۰ پر، اور "کنز العمال" میں بھی مذکور ہیں۔ ●

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"جس زمانہ میں یزید رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان شام کے امیر تھے، شام کے کچھ لوگوں نے یہ کہہ کر شراب پینی شروع کر دی کہ ہمارے لئے تو شراب حلال ہے، اور آیت کریمہ: " لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا۔" سے حلت خمر پر استدلال کیا، تو یزید رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس فتنہ کی اطلاع دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً یزید رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ "اس سے قبل کہ یہ لوگ وہاں یہ گمراہی پھیلائیں تم انہیں (گرفتار کر کے) فوراً میرے پاس بھیج دو۔" جب یہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے متفقہ طور پر عرض کیا: "اے امیر المومنین! ہماری رائے میں تو ان لوگوں نے (اس آیت کریمہ میں یہ تاویل کر کے) اللہ تعالیٰ پر بہتان لگایا ہے، اور انہوں نے اس چیز کو دین میں جائز و حلال بنایا ہے، جس کی اللہ تعالیٰ نے ہرگز اجازت نہیں دی، لہٰذا یہ (مرتد ہیں) آپ رضی اللہ عنہ ان سب کو قتل کیجئے۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ اس پر خاموش رہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا: اے ابو الحسن! تمہاری کیا رائے ہے؟" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ان لوگوں کو اس عقیدہ سے توبہ کرنے کا حکم دیں، اگر یہ توبہ کر لیں تو آپ رضی اللہ عنہ ان کو شراب نوشی کے جرم میں اسی اسی کوڑے (حد شرب خمر) لگائیں اور چھوڑ دیں، اور اگر یہ (اس عقیدہ سے) توبہ نہ کریں تو ان کو (کافر و مرتد قرار دے کر) قتل کر دیا جائے، اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا ہے، اور دین میں اس چیز کو جائز و حلال ٹھہرایا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔" چنانچہ (اس رائے پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم متفق ہو گئے اور) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو توبہ کرنے کے لئے حکم دیا، جب انہوں نے توبہ کر لی تو اسی اسی کوڑے (حد شرب خمر) ان کو لگائے۔"

اسی واقعہ سے متعلق حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ "الصارم المسلول" میں ص ۵۳۲ پر فرماتے ہیں:

"تمام ارباب شوریٰ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء، کے اس فیصلہ پر متفق ہو گئے کہ ان لوگوں

● حضرت مصنف علیہ الرحمۃ حاشیہ میں "فتح الباری" ج ۱۰ ص ۵۵ "شرب خمر" (شراب نوشی) کے سلسلہ میں حسب ذیل مرفوع حدیث نقل فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سب سے پہلی چیز جو اسلام (کے احکام) کو اس طرح الٹ دے گی جس طرح برتن کو الٹ دیا جاتا ہے وہ شراب ہے۔" عرض کیا گیا یا رسول اللہ! یہ کیسے ہوگا؟ فرمایا: "شراب کا نام کچھ اور رکھ دیں گے، پھر اسے حلال قرار دے لیں گے اور اسے پینے لگیں گے۔" اسی طرح آج کل تجارتی سود کا نام "منافع" رکھ کر سود کو جائز قرار دیا جا رہا ہے۔ مترجم۔

سے توبہ کرنے کے لئے کہا جائے، اگر توبہ کرلیں اور حرمت خمر کا اقرار بھی کرلیں تب تو ان کو اسی کوڑے لگائے جائیں، اور اگر اس عقیدہ سے توبہ اور حرمت خمر کا اقرار نہ کریں تو ان کو کافر قرار دے دیا جائے اور قتل کر دیئے جائیں۔"

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ اللہ فرماتے ہیں: حالانکہ مذکورہ بالا آیت (لیس علی الذین ......الخ) انہی لوگوں (اہل کتاب) کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو شراب کے حرام ہونے سے پہلے، اسلام لانے کے بعد بھی شراب پیتے تھے، (اور اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عمل صالح نے بعد شرب خمر کے اجازت دی تھی)۔ یہ اہل شام بھی اسی بنیاد پر مسلمانوں کیلئے شراب کو حلال کہتے تھے (کہ شراب کی حرمت کفار کے ساتھ مخصوص ہے، مسلمانوں کے لئے حلال ہے) مگر صحابہ کرام ؓ نے ان کی اس تاویل کا مطلق اعتبار نہیں کیا۔

مصنف علیہ رحمۃ فرماتے ہیں "تحریر الاصول" میں بھی "اقسام جہل" کے ذیل میں اس واقعہ کا تذکرہ موجود ہے اور ابوبکر رازی نے تو "احکام القرآن" میں ج:۲ص:۵۶۷ پر سورہ مائدہ کے ذیل میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے (کہ ایسی باطل تاویل اور کھلا ہوا جہل قطعاً معتبر نہیں ہے)۔

جیسے قرآن کے منکرین کافر ہیں اور ان سے جنگ کرنا فرض ہے ایسے ہی قرآن کے معنی کے منکرین بھی کافر ہیں اور ان سے قتال کرنا فرض ہے:

حافظ ابن حجر ؒ "فتح الباری" میں ج۷ص:۳۰۳ پر حضرت انس ؓ کی ایک روایت نقل کرتے ہیں، انس ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب عمرۃ قضا کے لئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو عبداللہ بن رواحہ ؓ حضور ﷺ کے آگے آگے یہ "رجزیہ" اشعار پڑھتے جارہے تھے:

خلوا بنی الکفار عن سبیله
قد انزل الرحمن فی تنزیله
بان خیر القتل فی سبیله
نحن قتلناکم علی تاویله
کما قتلناکم علی تنزیله

ترجمہ: "اے کافروں کی اولاد! رسول اللہ ﷺ کا راستہ چھوڑ دو، بے شک مہربان خدا نے اپنے کلام میں نازل فرمایا ہے کہ بہترین قتل وہ ہے جو اس کی راہ میں ہو (لہٰذا) ہم تم کو قتل کریں گے اس

قرآن کی مراد منوانے پر بھی، جیسا کہ ہم نے تم کو مارا پیٹا ہے اس کے نزول کے منوانے پر۔"

ابویعلیٰ نے بھی عبدالرزاق کے طریق سے اس روایت کی تخریج کی ہے، لیکن ابویعلیٰ کی روایت میں "نحن قتلنا کم" کے بجائے "نحن ضربنا کم علی تاویلہ" ہے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ (ہم تم سے برابر لڑتے رہیں گے) یہاں تک کہ تم قرآن کی مراد یعنی معنی و مفہوم کو بھی تسلیم کرلو۔ نیز فرماتے ہیں: اس شعر کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قرآن کے جو معنی و مراد ہم نے سمجھی اور جانی ہے، (اس کے منوانے پر) ہم تم سے لڑتے رہیں گے، یہاں تک کہ (تم بھی اسی معنی و مراد کو تسلیم کرلو جس کو ہم نے سمجھا اور مانا ہے اور) تم بھی اسی دین میں داخل ہو جاؤ جس میں ہم داخل ہوئے ہیں، (یعنی قرآن کو صرف کلام اللہ مان لینا مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں، بلکہ اس معنی و مراد کو تسلیم کرنا بھی مسلمان ہونے اور قتل و قتال سے امان حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے، جو تمام مسلمانوں نے سمجھی ہے اور جس پر امت کا اجماع ہے) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شعر کے صحیح الفاظ حسب ذیل ہیں:

نحن ضربنا کم علی تاویله
کما ضربنا کم علی تنزیله

نیز فرماتے ہیں (خواہ "قتلنا" ہو، خواہ "ضربنا") دونوں کی مراد وہی ہے جو ہم نے بیان کی، (فرق صرف لفظوں کا ہے، معنی واحد ہیں) چنانچہ ابن حبان نے دونوں طریق پر اس روایت کی تصحیح کی ہے، اگرچہ پہلے طریق (نحن قتلنا) پر یہ شیخین (بخاری و مسلم) کی شرائط پر صحیح ہے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت نص صریح ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن کریم کے وہ معانی و مصادیق جن پر صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین کا اجماع ہو چکا ہے، ان کو منوانے اور تسلیم کرانے پر بھی (منکرین سے) اسی طرح جنگ کی جائے گی جیسے قرآن کو کلام اللہ اور منزل من اللہ منوانے کے لئے (کفار سے) جنگ کی گئی ہے۔

قرآن و حدیث کے عرف اور متقدمین کی اصطلاح میں لفظ تاویل کے معنی:

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اس روایت میں لفظ "تاویل" کے معنی "مراد" کے ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحینؒ کے عرف میں لفظ "تاویل" اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، جیسا کہ حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنی متعدد تصانیف میں، اور خفاجی نے "شفاء" کی شرح "نسیم الریاض" میں اس کی تصریح کی ہے۔ فرماتے ہیں: مزید تفصیل کے لئے ابوبکر جصاص کی "احکام القرآن" ج:۲ ص:۲۸۸ کی

مراجعت ضروری ہے۔●

فرماتے ہیں: قرآن حکیم میں بھی یہ لفظ "تاویل" مراد اور مصداق" کے معنی میں استعمال ہوا ہے، جیسا کہ آیت کریمہ: "یوم یاتی تاویلہ" میں تاویل کے معنی مصداق کے ہیں، اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے قول: "ذلک تاویل رؤیای" میں بھی تاویل کے معنی مراد و مصداق کے ہیں، یہ قرآن کا عرف اور استعمال ہے، اس لفظ "تاویل" کے معنی "صرف عن الظاہر" (کسی لفظ کو اس

● حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے حاشیہ میں زیر بحث مسئلوں کی مزید مراجعت کے لئے امام جصاص کی کتاب "احکام القرآن" کے ذکر مقامات کی نشاندہی فرمائی ہے۔

۱ "ومن الناس من یجعلھم (ای اھل الاھواء الذین یکفرون بھا) بمنزلۃ اھل الکتاب" (ج ۲ ص ۳۰۶)

ترجمہ ۔۔۔ "بعض لوگ اہل اہوا (بدعتی وغیرہ) کی جن کی تکفیر کی گئی ہے ان کو اہل کتاب قرار دیتے ہیں۔"

۲ ۔۔۔ "ذکرہ عن الکرخی وابدہ بما فی الزیادات" (ج ۲ ص ۳۷۵)

ترجمہ ۔۔۔ "یہ قول (ابوبکر جصاص نے) امام کرخی سے نقل کیا اور "زیادات" کے بیان سے اس کی تائید کی ہے۔"

۳ ۔۔۔ "وفی الآیۃ دلیل علی ان من ظہر کفرہ نحو المشبھۃ ومن صرح با الجبر ... ثم لا یختلف فی ذالک حکم من فسق او کفر بالتاویل او مرد النص" (ج ۳ ص ۴۰) مبہم طلبا من مثلہ فی الزیادۃ فی تکفیر بعض المتاولین

ترجمہ ۔۔۔ "یہ آیت اس امر کی دلیل ہے کہ جس شخص کا کفر ظاہر (واضح) ہو چکا جیسے مشبہہ (فرقہ) یا وہ لوگ جو جبر محض کی تصریح (واعلان) کرتے ہیں اور اس مسئلہ میں ان لوگوں کا حکم جن کو کسی امر کی تاویل یا تردید (انکار) کی وجہ سے فاسق یا کافر قرار دیا گیا ہے ان سے مختلف نہیں ہے۔"

(حضرت شاہ صاحب یہ عبارات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں) بعض تاویل کرنے والوں کی تکفیر کے بارے میں جن کو تبعیض مثال کے طور پر پیش کیا ہے (یہ بیان) قابل مراجعت ہے۔

۴ ۔۔۔ "وکذلک فی ج ۲ ص ۳۶۰ وفی ج ۲ ص ۳۲ انہ لا یشترط الانکار و العلم بالقول فی بعض وقد سبقہ ان جماع المصلی انہ لا یشترط فی تبلیغ التواتر عند قومہ فی المبلغ بل اقامۃ الحجۃ کسائر المعاملات" (ج ۲ ص ۳۶۹)

ترجمہ ۔۔۔ "ج ۲ ص ۳۶۰ اور ج ۲ ص ۳۲ پر بھی اسی طرح بیان کیا ہے کہ بعض (امور) میں قبولیت کے لئے پہلے سے کچھ شرط نہیں ہے۔ اجماع اس پر منعقد ہو چکا ہے کہ کسی امر حق کی تبلیغ (حکم یا خبر پہنچانے) میں پہنچانے والوں کی تعداد کا متواتر ہونا شرط نہیں ہے بلکہ (دوسرے) معاملات کی طرح دلیل کا تام کر دینا (اتمام حجت کر دینا) شرط ہے۔"

۵ ۔۔۔ "وراجع بدائع الفوائد ج ۳ ص ۳۶۸" ترجمہ ۔۔۔ "بدائع الفوائد ج ۳ ص ۳۶۸ کی طرف مراجعت کیجئے۔"

۶ ۔۔۔ "وما ذکرہ فی مختلف الحدیث ص ۱۴۲ اشعر جید وما ذکرہ فی ص ۱۸۰ جید" ترجمہ ۔۔۔ "مختلف الحدیث ص ۱۴۲ میں جو بیان ہے وہ بھی عمدہ ہے اور ص ۱۸۰ کا بیان عمدہ ہے۔"

۷ ۔۔۔ "وذکر فی ج ۱ ص ۵۲ کثیر من طرق الی التلبیس فی امر النبوۃ فی فصل من السحر وقد ملعب الفقہاء والہ علیہ تصدیق الکاہن وھذا یطلق علی زنا ھذا الاعور وقد بسطہ" ترجمہ ۔۔۔ "(ابوبکر جصاص نے) ج ۱ ص ۵۲ پر لکھتے ہیں اہل علم کی ایک تعداد نبوت کے بارے میں تلبیس کا راستہ اختیار کرتے ہیں سحر (جادو) کی ایک قسم میں ذکر کیا ہے اور کفر قرار دیا ہے اور یہ کہ فقہاء کا مذہب یہی ہے بلکہ اسی پر (اہل) ہے کاہن (نجومی) کی تصدیق (کرنا بھی کفر ہے) فرماتے ہیں کہ تکفیر کی یہ صورت اس اعور (احمق) کی زنا پر بالکل منطبق (چسپاں) ہے امام جصاص نے اس کو پوری تفصیل سے بیان کیا ہے۔"

کے ظاہری معنی سے ہٹانے) کے نہیں ہیں۔ (جیسا کہ علم عقائد و کلام اور فقہا کی اصطلاح ہے۔ یعنی متقدمین لفظ تاویل کو اس معنی میں استعمال نہیں کرتے جس میں متاخرین اس لفظ کو استعمال کرتے ہیں۔ یعنی کلام کو اس کے ظاہری معنی سے ہٹا دینا، بلکہ اسی مصداق و مراد کے معنی میں استعمال کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن و حدیث میں جابجا اسی معنی میں استعمال ہوا ہے)۔

قرآن کی مجمع علیہ مراد و معنی کا انکار قرآن کے انکار کے مرادف اور موجب کفر و قتل ہے۔

فرماتے ہیں: غرض یہ ہے کہ جو شخص (قرآن کریم کی کسی آیت) سلف کی تاویل کو۔ جسے متاخرین کی اصطلاح میں تفسیر کہتے ہیں۔ ترک کرے گا، یعنی نہ مانے گا وہ بغیر کسی فرق کے اسی طرح کفر و قتل کا مستحق ہے، جیسے اصل قرآن کو سرے سے ترک کرنے اور نہ ماننے والا (یعنی قرآن حکیم کی کسی آیت کا انکار جیسے موجب کفر و ارتداد ہے، اور منکر مستحق قتل ہے، بالکل اسی طرح قرآن کے مجمع علیہ معنی و مراد کا انکار بھی موجب کفر و قتل ہے)

حنفیہ کی مشہور معروف کتاب "جامع" میں ایک روایت مذکور ہے کہ:

"حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: تم قرآن کی مراد و معنی (منوانے) پر ایسے ہی (منکرین سے) جنگ کرو گے جیسا کہ آج نزول قرآن (کے منوانے) پر (کفار سے) جنگ کر رہے ہو۔"

فرماتے ہیں: غالب یہ ہے کہ حضور ﷺ کا اشارہ "خوارج" کی جنگ کی جانب ہے۔ (گویا یہ نبی ﷺ کی ایک پیش گوئی تھی جو ہو بہو پوری ہوئی)

چنانچہ امام طحاویؒ کے "مشکل الآثار" کے مختصر المعتصر ج: ۱ص: ۲۲۱ میں اسی حدیث پر مستقل باب قائم کیا ہے، باب "قتال علی اهل الاهواء" اور اس کے تحت اسی حدیث کی تخریج کی ہے۔ اسی طرح امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "خصائص علی" میں اس حدیث کو بیان کیا ہے ۔ اسی طرح حاکم نے "مستدرک" میں اس حدیث کی تخریج کی ہے، اور کہا ہے کہ یہ حدیث شیخین (یعنی بخاری و مسلم) کی شرائط کے مطابق صحیح ہے اگرچہ انہوں نے اپنی کتابوں (صحیح بخاری و صحیح مسلم) میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ حافظ ذہبی نے "تلخیص مستدرک" میں اس حدیث کی صحت کا اقرار کیا ہے، اور اس حدیث کا مختصر حصہ "جامع ترمذی" میں باب "مناقب علی رضی اللہ عنہ" ص: ۵۳۳ پر بھی موجود ہے، ان حضرات کے ہاں یہ حدیث ذیل کے الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

"ان منکم من یقاتل علیٰ تاویل القرآن کما قاتلت علیٰ تنزیله فاستشرف لها القوم وفیهم ابو بکر و عمر رضی الله عنهما ۔ فقال ابو بکر - انا هو؟ قال : لا! قال عمر : هو؟ قال : لا! ولکن خاصف النعل یعنی علیا۔"

ترجمہ..... "بے شک تم میں سے ایک شخص قرآن کی مراد کو (منکرین سے) منوانے پر ایسے ہی جنگ کرے گا، جیسا کہ میں نے اس کے (منجانب اللہ) نازل ہونے کو (کفار سے) منوانے پر جنگ کی ہے۔ تو یہ سن کر سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے، حاضرین میں ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: "یارسول اللہ! وہ شخص میں ہوں؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں" عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں ہوں؟ آپ نے فرمایا نہیں! بلکہ (جنگ کرنے والا) وہ اپنی جوتی کا گانٹھنے والا ہے یعنی علی رضی اللہ عنہ۔ (علیہ)"

یہ حدیث بھی ثابت کرتی ہے کہ انکار مراد قرآن اور انکار قرآن کا حکم ایک ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے "مسند احمد" میں ج ۳ ص: ۸۲ پر اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

(بہر صورت یہ حدیث قتال خوارج سے متعلق ہے) لہٰذا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو جنگ صفین کے موقع پر یا تو بطور "تمثل" (حسب حال ہونے کی بنا پر) پڑھ دیا ہے، یا (ممکن ہے کہ ابتداء میں) عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا گمان یہ ہوا کہ "صفین" میں جنگ کرنے والے ہی اس حدیث کا مصداق ہیں۔ اور بعد میں ان پر یہ واضح ہوا ہو کہ اس حدیث کا مصداق (خوارج ہیں) اہل صفین نہیں، جیسا کہ "منہاج السنہ" میں اہل صفین کے متعلق جو عمار رضی اللہ عنہ کے اقوال منقول ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے (بہر حال اس حدیث کا مصداق خوارج ہیں، عمار رضی اللہ عنہ کا اہل صفین کے متعلق اس حدیث کو پڑھنا، یا غلط فہمی پر مبنی ہے جس سے انہوں نے رجوع کیا ہے، اور یا صرف ادنیٰ مناسبت سے حسب حال پاکر اہل صفین کے حق میں پڑھ دیا ہے)

امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ کی "مشکل الآثار" کے مختصر "المعتصر" میں ص: ۲۲۲ پر ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دعوہ (پیش گوئی) کے برحق ہونے کو ثابت کرنے والا واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا "خوارج" کے خلاف برسر پیکار ہونا اور ان کو تہ تیغ کرنا، نیز ان خوارج میں ہو بہو ان اوصاف کا پایا جانا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ خصوصیت (استیصال خوارج) انہی خصائص میں سے ایک خصوصیت ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے خلفاء کو مخصوص و ممتاز فرمایا ہے، چنانچہ مانعین زکوٰۃ اور مرتدین کے ساتھ جنگ اور ان کی بیخ کنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے، عجمی اقوام کے ساتھ جنگ اور عراق و شام کی فتح اور ان ممالک میں دین اسلام کا استحکام و غلبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے، اور مراد و معانی قرآن کے منکر خوارج سے جنگ اور ان کی بیخ کنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے، اور تمام امت کو ایک قراءت قرآن (لغت قریش) پر جمع کر دینا (اور اختلاف لغات و قراءات کو مٹا دینا) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے یہ وہ کارنامہ ہے جس سے (مخالفین و منکرین پر) حجت قائم ہوگئی، اور واضح ہو گیا کہ اب جو کوئی قرآن

کے ایک حرف کا بھی انکار کرے (یا اس میں تاویل کرے) وہ کافر ہے، اور اسی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ہم کو ان یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلنے سے بچالیا جنہوں نے اپنی کتابوں میں اپنے اختلافات کا دروازہ کھولا جس سے تحریف و تبدیل کی راہ ہموار ہوگئی (اور دونوں کتابیں خود انہی کے ہاتھوں مسخ، محرف ہو کر رہ گئیں)، پس اللہ تعالیٰ کی رضائے عظیم ان خلفائے رسول (ﷺ) کے شامل حال ہو، اور اس احسان عظیم پر اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کی جانب سے ان کو وہ عظیم اجر عطا فرمائیں جو اس نے کسی بھی نبی کے خلفاء کو اس نبی کی اطاعت و پیروی پر عطا فرمایا ہو، اور ہم اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں ان خلفاء کے مدارج و فضائل اور خصوصیات و مزایا کی معرفت عطا فرمائی اور ہمارے دلوں کو ان خلفاء کے اور ان کے ماسوا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کینہ اور عداوت سے پاک، صاف اور محفوظ رکھا۔ اللہ تعالیٰ کی رضائے خاص ان سب صحابہ کے شامل حال ہو (اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے) وہ سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔''

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کی خصوصیت صرف جمع قرآن ہی نہیں ہے، بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح انہوں نے بھی عجمی اقوام کے ساتھ بکثرت لڑائیاں لڑیں اور جہاد کیے (اور بقیہ ممالک عالم کو فتح کیا) اس کے علاوہ ان کی سب سے اہم خصوصیت اور لازوال کارنامہ امت کو باہمی خلفشار اور خانہ جنگی سے بچانا اور انتشار و اختلاف کے اسباب کو مٹانا ہے، چنانچہ انہوں نے شہید ہونا گوارا کیا، مگر (اپنی ذات سے) امت میں پھوٹ (اور گروہ بندی و خانہ جنگی نہ ہونے دی، ورنہ اگر وہ ذرا اشارہ فرما دیتے تو ان کی حمایت کرنے والی مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت موجود تھی، جو ان کے سامنے سینہ سپر ہو جاتی اور آپس میں خونریز جنگ ہوتی)۔

فرماتے ہیں: نزول قرآن کی طرح مراد قرآن پر (منکرین سے) جنگ کرنے کا ثبوت اور عہد صحابہ میں اس کی شہرت ''الصارم المسلول'' کی پندرہویں حدیث سے بھی بخوبی ثابت ہوتی ہے چنانچہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ''الصارم المسلول'' میں ص، ف: ۱۸۳ پر فرماتے ہیں:

''صبیغ بن عسل رضی اللہ عنہ کی مشہور معروف حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جس شخص کے متعلق یقین ہو جاتا کہ یہ انہیں خارجیوں میں سے ہے (جن کا پورا حلیہ حضور ﷺ نے بیان فرمایا ہے) تو وہ اس کے قتل کر دینے کو بالکل جائز سمجھتے، اگرچہ وہ اکیلا ہی ہو، چنانچہ ابو عثمان نہدی کہتے ہیں کہ قبیلہ بنو یربوع یا تمیم کے ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ''الذاریات، المرسلات، النازعات'' یا ان میں سے کسی ایک کے متعلق سوال کیا (کہ ان سے کیا مراد ہے؟) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''تم ذرا اپنے سر سے عمامہ اتارو۔'' اس نے عمامہ اتار دیا تو اس قبیلہ کے سر پر بال موجود تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آگاہ رہو، بخدا! اگر میں تمہارا سر منڈا ہوا پاتا تو تیری وہ کھوپڑی جس میں یہ

تیری (فتنہ انگیز) آنکھیں گردش کر رہی ہیں، تو توڑ ڈالتا (اور تجھے خارجی ہونے کی بنا پر حضور ﷺ کے حکم کے مطابق قتل کر ڈالتا)۔" ابو عثمان نہدی کہتے ہیں:

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بصرہ والوں کو (یا کہا ہم اہل بصرہ والوں کو) لکھ کر بھیجا "اس شخص کے ساتھ (میل جول اور) نشست و برخاست ہرگز نہ رکھیں (مجلسی بائیکاٹ کر دیں، اس لئے کہ یہ قرآن کی متشابہ، غیر واضح آیات کے معانی میں الجھا کر مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتا ہے)، چنانچہ یہ حالت ہو گئی تھی کہ اگر یہ شخص آجاتا اور ہمارا سو آدمیوں کا مجمع بھی ہوتا تو سب کے سب منتشر ہو جاتے (اور اس سے بھاگتے جیسے جذامی وغیرہ متعدی امراض میں گرفتار بیماروں سے تندرست لوگ بھاگتے اور دور رہتے ہیں) اموی وغیرہ محدثین نے اس حدیث کو صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔"

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"تو دیکھئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مہاجرین و انصار کے مجمع میں سب کے سامنے قسم کھاتے ہیں کہ اگر (اس شخص میں) وہ نشانی موجود پاتے جو رسول اللہ ﷺ نے خوارج کی بیان کی ہے تو اس کو ضرور قتل کر دیتے، حالانکہ انہی عمر فاروق کو حضور ﷺ نے (خوارج کے سربراہ اول) ذوالخویصرہ کو قتل کرنے سے روکا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے فرمان مبارک "اینما لقیتمو هم فاقتلو هم" (جہاں بھی ان کو پاؤ قتل کر ڈالو) کا مطلب یہی سمجھا تھا کہ (ان صفات سے موصوف خوارج کو) بلا تخصیص قتل کر دیا جائے اور یہ کہ حضور ﷺ کے عہد مبارک میں ذوالخویصرہ سے درگذر کرنا صرف اس عہد میں اسلام کے ضعف اور غیر مسلموں کی دلجوئی پر مبنی تھا۔" حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: حافظ ابن تیمیہؒ نے اس مقام پر ثابت کیا ہے کہ (ایسے لوگوں کا) یہ قتل کفر کی بنا پر ہے نہ کہ (مسلمانوں سے) برسر پیکار ہونے پر، "الصارم المسلول" کے اس حصہ کی ضرور مراجعت کیجئے، نہایت ضروری اور اہم حصہ ہے، نیز "منہاج السنۃ" کا بیان بھی پیش نظر رہنا چاہئے اس لئے کہ جیسا مقام (اور موضوع بحث) ہوتا ہے ویسا ہی بیان ہوتا ہے، خصوصاً حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں تو کثرت سے یہی انداز پایا جاتا ہے کہ وہ ایک ہی مسئلہ کے ایک جزو پر ایک کتاب میں بحث کرتے ہیں، اور دوسرے جزو پر دوسری کتاب میں۔

فرماتے ہیں: حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے "منہاج السنۃ" میں ج ۳ ص: ۲۳۰ پر رافضیوں کی تکفیر پر بھی ایک مستقل باب لکھا ہے، اور اس کو ان الفاظ پر ختم کیا ہے:

"جبکہ یہ روافض مدعی ہیں کہ اہل یمامہ (مرتدین) مظلوم تھے، ان کو ناحق قتل کیا گیا ہے، اور ان سے جنگ کرنے کے جواز و صحت کے منکر ہیں، بلکہ ان کے (مسلمان ہونے کے) حق میں تاویلیں

کرتے ہیں (کہ وہ مسلمان تھے اور حق پر) تو یہ اس امر کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ یہ پچھلے (رافضی) انہی اگلوں (مرتدین یمامہ) کے تبع (اور انہی کے نقش قدم پر چلنے والے) ہیں، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے اہل حق مسلمان ہر زمانہ میں (اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے) مرتدین سے جنگ کرتے رہیں گے (یعنی جس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ کے مرتدین اہل یمامہ سے ارتداد کی بنا پر جنگ کی تھی، اسی طرح ان کے متبعین اہل حق بھی اپنے اپنے زمانہ کے مرتدین سے جنگ کرتے رہیں گے، بالفاظ دیگر ہر زمانہ میں مرتدین بھی پیدا ہوتے رہیں گے، اور ان کو قتل کرنے والے اہل حق بھی پیدا ہوتے رہیں گے، اور یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ارتداد کی سزا بالتخصیص قتل قرار دیتے ہیں)''

جو شخص کسی کافر و مرتد کو تاویل کر کے مسلمان ثابت کرے، یا کسی یقینی کافر کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے:

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا بیان میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ جو شخص یمامہ والوں کے حق میں تاویل (کر کے ان کو مسلمان ثابت) کرے، وہ کافر ہے اور جو شخص کسی قطعی اور یقینی کافر کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اسی ''منہاج'' میں ج:۲ ص:۲۳۳ پر تصریح کرتے ہیں:

''خوارج سے جنگ (مسلمان) باغیوں کی سی جنگ نہ تھی، بلکہ یہ تو اس سے بڑھ کر اور ایک اور ہی قسم کی جنگ تھی (بالفاظ دیگر ''کلمہ گو کافروں'' سے جنگ تھی)۔''

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''منہاج السنۃ'' میں ج:۲ ص:۱۹۷ پر روافض کے متعلق کچھ اور بھی لکھا ہے (مراجعت کیجئے)۔

نیز حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: جب کہ خوارج کے شخص اول (اور سرغنہ) کا قول: ''ان ہذہ لقسمۃ ما ارید بہا وجہ اللہ!'' مجمع علیہ کفر ہے، تو یہی حکم اس کی اولاد و اتباع کے حق میں بھی جاری رہے گا (یعنی جو شخص اس کے نقش قدم پر چلے گا وہ بھی کافر ہوگا) اور بین السطور میں آیت کریمہ: ''وقال اولیاؤہم من الانس ربنا استمتع بعضنا ببعض... الآیۃ'' (الانعام: ۱۲۸) سے اس پر استشہاد کیا ہے۔

فرماتے ہیں: اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تو ''فتح الباری'' میں ج:۱۲ ص:۲۶۶ پر ● ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گفتگو کے فوراً بعد خوارج کے اس سرغنہ کو اسی وقت قتل کر دینے کا حکم دیا

● حضرت مصنف بین السطور میں ص ۲۳۶ کی مراجعت کی ہدایت فرماتے ہیں۔

ہے، جس نے یہ کلمہ کفر: ''ان ھذہ لقسمۃ ارید بھا وجہ اللہ'' کہا تھا (مگر اتفاق سے وہ وہاں سے کھسک گیا اور بچ گیا) لہٰذا اب وہ اور اس کے اتباع سب کفر اور قتل میں اور اس کفر و قتل کے موجب اور سبب (ارتداد) میں برابر ہو گئے جیسا کہ حافظ ابن تیمیہؒ نے ''الصارم المسلول'' میں ص: ۱۸۰ پر تصریح فرمائی ہے۔

قرآن کریم کی آیات کو بے محل استعمال کرنا اور ہیر پھیر کر کے اس کی مراد و معنی

کو بیان کرنا کفر ہے: -- حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ان سب کا (یعنی اس سرغنہ اور اس کے متبعین کا) طریق کار ایک ہی تھا● اور وہ یہ کہ قرآن کریم کی آیات کو بے محل استعمال کرتے (اور کلمہ حق سے باطل مراد لیتے) تھے، چنانچہ ''صحیح مسلم'' کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''قال انہ سیخرج من ضئضئی ھذا قوم یتلون کتاب اللہ لیا رطبا.''

(صحیح مسلم ج:۱ ص:۳۴۱)

ترجمہ: ..... ''حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی نسل سے ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو قرآن کو بڑی شان سے توڑ مروڑ اور ہیر پھیر کر پڑھتے ہوں گے۔''

اس حدیث میں ''لیا'' ی کے ساتھ آیا ہے، امام نووی رحمہ اللہ، قاضی عیاض رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ اکثر مشائخ حدیث کی روایت میں یہی لفظ آیا ہے، اور اس کے معنی ہیں ''یلوون السنتھم بہ'' یعنی ''قرآن کے معانی، مصادیق میں تحریفیں کرتے ہوں گے۔''

چنانچہ امام بخاری علیہ الرحمۃ ''صحیح بخاری'' میں باب ''قتال الخوارج'' کے ذیل میں فرماتے ہیں:

''ابن عمر رضی اللہ عنہ ان (خوارج) کو خدا کی شریر ترین مخلوق سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان ظالموں نے تو قرآن کی ان آیات کو جو کفار کے حق میں نازل ہوئی تھیں مومنوں پر چسپاں کر ڈالا (اور مومنوں کو کافر بنا دیا)۔''

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: یہی معنی ہیں قرآن کو بے محل استعمال کرنے اور بے محل تاویل

● جیسے ... [illegible] ... کی صرف ... [illegible] ... قریب ... [illegible] ... حضرت ... [illegible] ... جواب میں ... [illegible] ... استعمال ... [illegible] ... حضرت ... [illegible] ... کے جواب ... [illegible] ... ص ۲۲۲، ۲۲۳ پر حضرت ... [illegible] ... کی ایک ... [illegible] ... قرآن کی تفسیر ... [illegible] ... ص ۸۸۳ پر ... [illegible]

کرنے کے (جس کی ایک صورت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی ہے) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین (ان خوارج کے بارے میں) فرمایا کرتے تھے: "کلمة حق ارید بها الباطل" (یہ وہ کلمہ حق ہے، جو باطل کے لئے استعمال کیا گیا ہے)

فرماتے ہیں: "صحیح مسلم" میں یہ روایت مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ آئی ہے:

"یقولون الحق بالسنتهم لا یجوز هذا منهم (و اشار الی حلقه)."

(صحیح مسلم ج:۱ ص ۳۴۲)

ترجمہ۔۔۔۔"وہ زبان سے تو کلمہ حق کہتے ہوں گے مگر وہ حق ان کے اس سے (یعنی دہن و حلقوم سے) آگے نہ بڑھتا ہوگا (راوی نے اپنے ہاتھ سے گلے کی جانب اشارہ کیا، یعنی ان کے دلوں میں حق کا نام ونشان تک نہ ہوگا)۔"

"کنز العمال" میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہے، وہ فرماتے ہیں:

ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ذکر ان فی امته قوما یقرء ون القرآن ینثرو نه نثر الدقل یتاولونه علیٰ غیر تأویله " (کنز العمال ج:۶ ص ۵ حدیث ۱۲۱۲)

ترجمہ۔۔۔"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) ذکر فرمایا کہ میری امت میں ایک ایسی قوم ہوگی جو قرآن کریم کی آیات کو اس طرح (الناسید ھا بگل بے بگل) پڑھتے ہوں گے جیسے ردی کھجوریں بکھیرتے چلے جاتے ہیں (یعنی) ان کے ایسے معنی ومراد گھڑیں گے جو در حقیقت ان کے معنی ومراد نہیں۔"

ابن جریر رحمہ اللہ اور ابو یعلی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے جیسا کہ تفسیر "اتقان" کی "نوع ثمانین" (قسم اسی) میں مذکور ہے، نیز ابن کثیر رحمہ اللہ نے ج:۲ ص:۲۰۳ پر بیان کیا ہے۔

قرآن حکیم سے ثبوت:

۔ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ بھی قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾ (آل عمران ۷۸)

ترجمہ: ۔۔۔۔"اور بے شک ان (اہل کتاب) میں ایک گروہ ایسا ہے جو زبانیں پھیر پھیر کر آسمانی کتاب کو پڑھتے ہیں، (یعنی آسمانی کتاب میں تحریفیں کر کے پڑھتے ہیں) تا کہ تم اس کو کتاب اللہ سمجھو حالانکہ وہ کتاب الٰہی میں سے نہیں ہے، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے (نازل شدہ) کلام الٰہی ہے، حالانکہ وہ اللہ کی جانب سے (نازل شدہ) نہیں ہے، وہ (جان بوجھ کر) اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں اور وہ جانتے ہیں (کہ ہم اللہ پر جھوٹ بول رہے ہیں)۔"

مذکورہ بالا احادیث وآیات سے مستنبط نتیجہ: مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "مسوی" "(شرح موطا) کے گزشتہ بیان کے مطابق جن محدثین نے ان خوارج کی تکفیر کی ہے، اس طریق پر ان احادیث سے:

۱:........اس تکفیر کی وجہ واضح اور ثابت ہوگی (کہ حضرت محدثینؒ نے ان کی تکفیر کیوں کی ہے)
علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "سنن نسائی" کے حاشیہ میں ان کی تکفیر کو محدثین کا مسلک بتلایا ہے، اور یہی قوی مسلک ہے۔ شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "فتح القدیر" میں محدثین کا یہی مسلک بیان کیا ہے۔

۲:......نیز ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ دین کے امور قطعیہ ویقینیہ کا صریح انکار اور ان میں تاویل کرنا، دونوں میں کچھ فرق نہیں، (جیسے صریح انکار کرنے والا کافر ہے، ایسے ہی تاویل کرنے والا بھی کافر ہے)

۳:........نیز ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ انسان کو بسا اوقات پتہ بھی نہیں چلتا اور وہ (کفریہ عقیدہ یا قول وفعل کی وجہ سے) کافر ہو جاتا ہے، (یعنی تکفیر کے لئے لزوم کفر کافی ہے، التزام کفر ضروری نہیں۔ بالفاظ دیگر کسی شخص کے کافر ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اسے اس بات کا علم ہو کہ میں ایسا کہنے یا کرنے سے کافر ہو جاؤں گا، بلکہ محض کسی کفریہ قول یا فعل کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے)

روزہ، نماز کی پابندی اور ظاہری دینداری کے باوجود بھی مسلمان کفریہ عقائد و اعمال کی بناء پر کافر ہو جاتا ہے:

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اس کے ثبوت کے لئے اسی حدیث شریف کے مذکورہ ذیل الفاظ دیکھئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"یحقر احدکم صلاتہ وصیامہ مع صلاتھم وصیامھم واعمالہ مع اعمالھم ولیست قراءتہ الی قراءتھم شیئا۔"

ترجمہ:......"ان کی نماز، روزے کے مقابلے میں تم اپنی نماز، روزہ کو حقیر محسوس کرو گے، اور ان کی دینداری کے سامنے تم کو اپنی دینداری حقیر نظر آئے گی، اور ان کی تلاوت قرآن کے سامنے تمہاری تلاوت ہیچ ہوگی۔ (مگر اس کے باوجود وہ دین اسلام سے خارج اور کافر ہوں گے)"

فرماتے ہیں: (مسلمانو!) لسان نبوت سے نکلے ہوئے ان مقدس کلمات حقہ کو تکفیر کے مسئلہ میں اصل اصول بنالو اس لئے کہ یہ کلمات قرآن کے الفاظ کی طرح کافی وشافی اور نص قطعی ہیں (اور یقین کر لو کہ کفریہ عقائد اور اقوال واعمال کے ارتکاب کے بعد مسلمان کافر ہو جاتا ہے، اگرچہ وہ کتنا ہی دیندار اور روزہ، نماز کا پابند ہو)

مسئلہ تکفیر میں فقہاء اور متکلمین کے اختلاف کی حقیقت۔ فرماتے ہیں: باقی رہا مسئلہ تکفیر میں فقہاء اور متکلمین کا اختلاف تو (اس سے ہرگز دھوکے میں مت پڑنا) یہ صرف مسلمان گمراہ فرقوں سے متعلق ہے، (کفار و مرتدین کے بارے میں مطلق کوئی اختلاف نہیں، ضروریات دین کا منکر یا ان میں تاویل کرنے والا تمام امت کے نزدیک متفقہ طور پر کافر ہے) اور یہ اختلاف بھی صرف ان اسلامی فرقوں کے اپنی گمراہی میں غلو اور حد سے تجاوز کرنے یا نہ کرنے پر مبنی ہے، (جو مسلمان گمراہ فرقے اپنے فاسد عقائد و اعمال میں غالی ہیں کہ اپنے مخالف تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتے ہیں، ان کو کافر کہا گیا ہے، اور جو غالی نہیں ہیں، ان کو کافر کہنے سے احتراز کیا گیا ہے) اور یا یہ اختلاف ارباب تصانیف کے اختلاف حالات پر مبنی ہے، چنانچہ جس مصنف کا جس گمراہ فرقہ سے سابقہ پڑا، اور اسے ان کی گمراہی کی تہہ تک پہنچنے کا موقع ملا، اور ان کے فاسد عقائد و اعمال سے دین کو نقصان پہنچنے کا اسے علم و یقین ہوا، اس نے ان کے بارے میں شدت اختیار کی اور انکی شدید تردید کی کہ دھجیاں اڑا دیں اور نام و نشان تک باقی نہ رہنے دیا، (یعنی دین اسلام سے بالکل خارج اور کافر بتا دیا)، اور جس مصنف کو ایسا سابقہ نہیں پڑا اور گمراہی کی گہرائی تک پہنچنے کا موقع نہ ملا، اس نے ازروئے احتیاط، مسلمان اور اہل قبلہ سمجھ کر برملا اصل کافر کہنے سے احتراز کیا۔

مشہور مقولہ: ''اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے'' کی حقیقت: فرماتے ہیں: اور یہی حقیقت اس مشہور و معروف قول کی ہے کہ: ''اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے'' یعنی مسلمان گمراہ فرقوں کے متعلق اصول تو یہی ہے کہ ان کی تکفیر سے احتراز کیا جائے، لیکن اگر کوئی گمراہ فرقہ اپنے مخصوص حالات اور حد سے تجاوز کرنے کی بنا پر دین کے لئے ضرر رساں بن رہا ہے (تو یقیناً اس کو کافر کہا جائے گا اور مسلمانوں کی گمراہی سے بچایا جائے گا)

مصنف نور اللہ مرقدہ کی اس رسالہ کی تصنیف سے مقصد اور اس کی وضاحت:

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ہم نے بھی اس رسالہ میں جہاں تک ممکن ہوا احتیاط سے کام لیا ہے مگر یہ واضح ہونا چاہئے کہ احتیاط کی بھی ایک حد ہے (اس حد سے تجاوز کرنا خود بے احتیاطی ہے) بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان کسی مسئلہ میں صرف ایک پہلو کو سامنے رکھ کر احتیاط برتتا ہے، مگر دوسرے پہلو سے وہ خود بے احتیاطی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اسے پتہ بھی نہیں چلتا، ہم نے اس رسالہ میں صرف اللہ کے اس دین (کے اصول) کا اعلان کیا ہے، جس پر ہم قائم اور اس کی حفاظت کے ہم مکلف ہیں، اور ہر پہلو سے احتیاط کا جو حق تھا، اس کو ادا کیا ہے، (یعنی جس طرح کسی کلمہ گو کو کافر کہنے سے احتیاط

برتنے کی ضرورت ہے، ایسے ہی دین اور اصول دین کی حفاظت و صیانت میں بھی انتہائی احتیاط برتنے کی ضرورت ہے، ایسا نہ ہو کہ کسی کلمہ گو کو کفر سے بچانے کی کوشش میں ہم دین کی بنیادوں کو نقصان پہنچا بیٹھیں کہ یہ کھلی ہوئی مداہنت اور اللہ کے دین کے ساتھ غداری ہے، ہماری نیت بالکل پاک و صاف ہے) جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اس پر گواہ ہے، اور وہی ہر حال میں حمد و ثنا کے سزاوار ہیں۔

دین کے محافظ علماء حق کا فریضہ:..... فرماتے ہیں: اسی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے، جس کو بیہقی رحمہ اللہ نے "مدخل" میں روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

یحمل هذا العلم من کل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الغالین و انتحال المبطلین و تاویل الجاهلین ." (مشکوٰۃ بحوالہ المدخل للبیہقی ج: ۱ ص: ۳۶)

ترجمہ....."میری امت میں ہر آنے والی نسل میں ایک ایسی ثقہ جماعت موجود رہے گی جو اس دین کی حامل و محافظ ہوگی، حد سے تجاوز کرنے والے گمراہوں کی تحریفوں کی تردید کرے گی، اور باطل پرستوں کی دست برد سے دین کو بچائے گی، اور جاہلوں کی تاویلوں کی بیخ کنی کرے گی۔"

فرماتے ہیں: یہ مشکوٰۃ رسالت اور لسان نبوت (ﷺ) سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں، (جو ہماری حق پرستی، راست گوئی اور دیانت داری کی ضمانت ہیں، اس لئے کہ ہم نے وہی فریضہ ادا کیا ہے● جس کی پیش گوئی رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے۔ اور بس) ہمارے لئے تو اللہ کافی و وافی ہے، اور وہی بہترین کارساز ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

●.....(۱) اس ترجمہ اور اس کی نشر و اشاعت کا مقصد واضح ہے کہ اس زمانہ میں بھی اصول و شرائع دین میں نت نئی تاویلیں اور تحریفیں کر کے دین کو۔ خاکم بدہن۔ مسخ و تباہ کرنے کی ناپاک کوشش پوری قوت کے ساتھ کی جا رہی ہے اور وہ "پڑھے لکھے جاہل" جنہیں دین اور دینداری سے دور کا بھی واسطہ نہیں، دین کی تعبیر کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں، لے کر اسلام کو "دین" کا نام دے کر بگاڑنے کی جد و جہد کر رہے ہیں، اور تحریر و تقریر کے ذریعہ عقائد و احکام شرعیہ میں اپنے من گھڑت معنی، تاویلیں اور تحریفیں کی جا رہی ہیں، محرمات قطعیہ کو حلال کرنے اور ارکان دین کو کمزور کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں اور ہو رہا ہے مگر اس حلقہ بھی چونکہ خود دین سے بے خبر ہے اس لئے اس کی طرف سے ان پر کوئی پابندی نہیں، لہٰذا اسی مذکورۃ الصدر حدیث شریف کے مانند کردہ فریضہ کو ادا کرنے اور دین کو ان تاویلوں اور تحریفوں سے بچانے کے لئے اس رسالہ کا اردو ترجمہ کیا جا رہا ہے تاکہ عامۃ المسلمین اس زمانہ کے ملحدوں اور باطل پرستوں کی فریب کاریوں سے واقف ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو قبول اور ہم سب کو اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور دین کو اس زمانہ کے فتنوں سے محفوظ رکھیں۔ آمین۔ المترجم۔

کبار علماء کی تصانیف میں سے اہم ترین اقتباسات

کفریہ عقائد اور اقوال وافعال پر سکوت جائز نہیں:

امام غزالی رحمہ اللہ "فیصل التفرقہ" کے ص: ۱۴۰ پر فرماتے ہیں:

"اس قسم کے کفریہ اقوال اگر دین کے اساسی عقائد واصول سے متعلق ہوں تو جو شخص بغیر کسی قطعی دلیل کے ان آیات وحدیث کے ظاہری معنی میں تغیر وتبدیل کرے اس کا کافر قرار دینا فرض ہے، مثلاً: جو شخص جسمانی حیات بعد الموت (مر کر دوبارہ جسمانی طور زندہ ہونے) کا انکار کرے محض اپنے اوہام وخیالات اور ناقص فہم سے دور ہونے (اور سمجھ میں نہ آنے) کی وجہ سے اور آخرت میں جسمانی عذاب کا منکر ہو اس کو کافر کہنا یقیناً فرض ہے۔"

اسی "فیصل التفرقہ" کے ص: ۱۶ پر فرماتے ہیں:

"ہر وہ شرعی عقیدہ یا حکم جو تواتر سے ثابت ہو، اور اس میں کسی تاویل کی مطلق گنجائش نہ ہو، اور نہ ہی اس کے خلاف کسی دلیل کے پائے جانے کا امکان ہو، اس کی مخالفت دین کی کھلی ہوئی تکذیب ہے (اور مخالفت کرنے والا قطعی کافر ہے)۔"

اسی کتاب کے ص: ۱۷ پر فرماتے ہیں:

"ایک اور اصول پر متنبہ کرنا بھی ضروری ہے، اور وہ یہ کہ بعض اوقات حق کی مخالفت کرنے والا کسی نص قطعی کی مخالفت کرتا ہے، اور دعویٰ کرتا ہے کہ میں (منکر نہیں ہوں) مؤول ہوں، مگر تاویل ایسی کرتا ہے جسے عربی زبان سے کوئی لگاؤ نہیں، نہ دور کا ، نہ پاس کا، یہ مخالفت قطعاً کفر ہے، اور مخالفت کرنے والا جھوٹا اور کافر ہے، اگر چہ وہ خود کو مؤول کہتا رہے۔"

رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں سب وشتم یا گستاخی کا حکم:

مصنف علیہ رحمہ فرماتے ہیں: ہم حافظ ابن تیمیہ کی کتاب "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" کے چند اہم اقتباسات اس مسئلہ پر پیش کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی عیب چینی اور ان کی تنقیص وتوہین سراسر کفر، بلکہ سب سے بڑا کفر ہے۔ علامہ موصوف نے اس کتاب میں اس مسئلہ کو پورے استیعاب کے ساتھ بیان کیا ہے اور کتاب وسنت، اجماع اور قیاس سے ماخوذ دلائل وبراہین سے کتاب کو بھر دیا، اور یہ ثابت کیا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ کو تو اختیار تھا کہ چاہے سب وشتم

کرنے والے کو قتل کر دیں، چاہے معاف فرما دیں، چنانچہ عہد نبوی میں دونوں قسم کے واقعات پائے گئے ہیں، لیکن امت پر شاتم رسول کو قتل کرنا فرض ہے، باقی اس سے توبہ کرانے یا نہ کرانے، اور دنیوی احکامات کے اعتبار سے اس کی توبہ کے معتبر و مقبول ہونے یا نہ ہونے میں بے شک علماء امت کا اختلاف ہے (لیکن اس کے کافر ہو جانے میں کوئی اختلاف نہیں، یہی پوری کتاب کا حاصل ہے)

چنانچہ "الصارم المسلول" میں ص: ۱۹۵-۲۱۸ پر فرماتے ہیں:

"حرب نے "مسائل حرب" میں لیث بن ابی سلیم کے واسطے سے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک شخص کو لایا گیا، جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سب وشتم کیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا، اور اس کے بعد فرمان جاری کر دیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی شان میں، یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کی شان میں سب وشتم یا گستاخی کرے اس کو قتل کر دو۔" لیث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت بھی نقل کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس کسی مسلمان نے انبیاء علیہم السلام میں کسی بھی نبی یا اللہ تعالیٰ پر سب وشتم کیا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی، اور اس کا یہ فعل ارتداد ہے، اس سے توبہ کرنے کو کہا جائے گا، اگر توبہ کر لی تو فبہا، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا، اور جس کسی غیر مسلم معاہد (ذمی) نے اللہ تعالیٰ یا کسی بھی نبی کی شان میں سب وشتم کیا، یا اعلانیہ کوئی گستاخی کی، اس نے (اپنی اس حرکت سے) (جان و مال کی سلامتی کے) عہد کو توڑ دیا، لہٰذا اس کو قتل کر دو۔"

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اس حدیث کے ابتدائی حصہ کو تو "کنز العمال" میں: ج: ۶ ص ۲۹۳ پر امالی ابو الحسن بن رملہ اصفہانی سے روایت کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح بتایا ہے، اور دوسرے حصہ کو ص: ۲۳۹ پر اس شخص کے حق میں قرار دیا ہے جو کسی خاص نبی کی نبوت کی تکذیب کرے، اور اس بناء پر سب وشتم کرے کہ وہ نبی نہیں ہے، چنانچہ دیکھو "فقد کذب رسول اللہ" کے الفاظ اس پر شاہد ہیں۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: غالباً (اس ذمی کے) اس لفظ کا مطلب ہے کہ "وہ نبی نہیں ہے"، یہ ہے کہ "وہ ہمارا نبی نہیں ہے، اس کو ہماری ہدایت کے لئے نہیں بھیجا گیا۔"

اسی "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" میں ص: ۲۸۳ پر حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"(شاتم رسول کے کفر و ارتداد کی) چنیں دلیل، صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال اور فیصلے ہیں، یہ اقوال شاتم رسول کے قتل کے متعین ہونے کے بارے میں نص قطعی ہیں، مثلاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ: "جو شخص اللہ تعالیٰ کی شان میں، یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کی شان میں سب وشتم کرے

اس کو قتل کر ڈالو۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے (اس قول میں) اس کے قتل کو متعین کر دیا۔ مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ کہ: "جس غیر مسلم معاہد (ذمی) نے عناد اللہ تعالیٰ کی شان میں، یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کی شان میں سب وشتم، یا اعلانیہ گستاخی کی، اس نے خود عہد (امان) کو توڑ دیا لہٰذا اس کو قتل کر دو۔" تو دیکھو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ہر اس شخص کو قتل کر دینے کا فتویٰ متعین طور پر دے دیا جو کسی بھی خاص نبی کی ذات پر سب وشتم کرے، یا مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان جو انہوں نے مہاجر کو اس عورت کے بارے میں لکھا تھا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سب وشتم کیا تھا کہ: "اگر تم خود پہلے فیصلہ نہ کر چکے ہوتے تو میں تم کو اس عورت کے قتل کر دینے کا حکم دیتا، اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کی (شان میں گستاخی کرنے والے کی) سزا عام سزاؤں کی مانند نہیں ہوتی لہٰذا جو مسلمان اس جرم کا ارتکاب کرے وہ مرتد ہے، اور جو غیر مسلم معاہد (ذمی) اس جرم کا ارتکاب کرے وہ عہد شکن اور محارب ہے (اس کی جان ومال دونوں مباح ہیں)۔"

مصنف رحمہ اللہ حاشیہ میں فرماتے ہیں: "زاد المعاد" میں فتح مکہ کے احکام میں، اور رسول اللہ کے فرامین میں بھی یہی حکم مذکور ہے۔

حافظ موصوف علیہ الرحمۃ ص: ۲۴۳ پر فرماتے ہیں:

"پس معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں سب وشتم اور گستاخی تمام تر کفریات کا سرچشمہ اور تمام گمراہیوں کا منبع ہے، جیسا کہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان وتصدیق دین وایمان کی تمام تر شاخوں کی جڑ، بنیاد اور تمام تر مسائل ہدایت کا منبع ہے۔"

کسی نبی کی شان میں دوسرے کی دی ہوئی گالیوں اور گستاخیوں کے نقل کرنے کا حکم:

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شاتم رسول کبھی سب وشتم کا یہ طریقہ اختیار کرتا ہے کہ (خود گالیاں دینے کے بجائے) دوسرے شخص کی دی ہوئی گالیوں کو نقل کرتا ہے، اور یہ محض ایک فریب اور دھوکہ ہوتا ہے کہ اس طرح وہ اپنا بچاؤ بھی کر لیتا ہے، اور سب وشتم کا خوب پروپیگنڈا اور اشاعت بھی کر لیتا ہے، اور اس کا مقصود بھی پورا ہو جاتا ہے، یہ در اصل چھپا ہوا کفر ہے، جو چھپا نہیں رہتا، بلکہ اس کی سبقت لسانی اور قلبی زہر افشانیوں سے ظاہر ہو جاتا ہے، اور یہ اس کے دل میں گھر کئے ہوئے روگ اور دیرینہ مرض (کفر ونفاق) کا نتیجہ ہوتا ہے، جو اس کے دل وجگر اور سینہ وشکم سب کو تباہ کر ڈالتا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ "الصارم المسلول" میں ص: ۲۲۵ پر فرماتے ہیں

"احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تتبع سے اس کی بہت سی مثالیں مل جائیں گی، مثلاً بھز بن

کرنے والے کو قتل کر دیں، چاہے معاف فرمادیں، چنانچہ عہد نبوی میں دونوں قسم کے واقعات پائے گئے ہیں، لیکن امت پر شاتم رسول کو قتل کرنا فرض ہے، باقی اس سے توبہ کرانے یا نہ کرانے، اور دنیوی احکامات کے اعتبار سے اس کی توبہ کے معتبر و مقبول ہونے یا نہ ہونے میں بے شک علماء امت کا اختلاف ہے (لیکن اس کے کافر ہو جانے میں کوئی اختلاف نہیں، یہی پوری کتاب کا ماحصل ہے)

چنانچہ "الصارم المسلول" میں ص: ۱۹۵۔۲۱۸ پر فرماتے ہیں:

"حرب نے "مسائل حرب" میں لیث بن ابی سلیم کے واسطے سے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک شخص کو لایا گیا، جس نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں سب و شتم کیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا، اور اس کے بعد فرمان جاری کر دیا: کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی شان میں یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کی شان میں سب و شتم یا گستاخی کرے، اس کو قتل کر دو۔" لیث رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجاہد رحمہ اللہ نے مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت بھی نقل کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس کسی مسلمان نے انبیاء علیہم السلام میں کسی بھی نبی پر یا اللہ تعالیٰ پر سب و شتم کیا، اس نے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی، اور اس کا یہ فعل ارتداد ہے، اس سے توبہ کرنے کو کہا جائے گا، اگر توبہ کر لی تو فبہا، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا، اور جس کسی غیر مسلم معاہد (ذمی) نے اللہ تعالیٰ یا کسی بھی نبی کی شان میں سب و شتم کیا، یا اعلانیہ کوئی گستاخی کی، اس نے (اپنی اس حرکت سے) (جان و مال کی سلامتی کے) عہد کو توڑ دیا، لہذا اس کو قتل کر دو۔"

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اس حدیث کے ابتدائی حصہ کو تو "کنز العمال" میں ج: ۶ ص: ۲۹۴ پر امالی ابوالحسن بن رملہ اصفہانی سے روایت کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح بتلایا ہے، اور دوسرے حصہ کو ص: ۲۳۹ پر اس شخص کے حق میں قرار دیا ہے جو کسی خاص نبی کی نبوت کی تکذیب کرے، اور اس بناء پر سب و شتم کرے کہ وہ نبی نہیں ہے، چنانچہ یہ "فقد کذب رسول اللہ" کے الفاظ اس پر شاہد ہیں۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: غالباً (اس ذمی کے) اس لفظ کا مطلب ہے کہ "وہ نبی نہیں ہے" یہ ہے کہ "وہ ہمارا نبی نہیں ہے، اس کو ہماری ہدایت کے لئے نہیں بھیجا گیا۔"

اسی "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" میں ص: ۲۸۳ پر حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"(شاتم رسول کے کفر و ارتداد کی) چوتھی دلیل صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال اور فیصلے ہیں، یہ اقوال شاتم رسول کے قتل کے متعین ہونے کے بارے میں نص قطعی ہیں، مثلاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ "جو شخص اللہ تعالیٰ کی شان میں، یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کی شان میں سب و شتم کرے

اس کو قتل کر ڈالو۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے (اس قول میں) اس کے قتل کو متعین کر دیا۔ مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ کہ: "جس غیر مسلم معاہد (ذمی) نے معاذ اللہ تعالیٰ کی شان میں، یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کی شان میں سب وشتم، یا اعلانیہ گستاخی کی، اس نے خود عہد (امان) کو توڑ دیا لہٰذا اس کو قتل کر دو۔" تو دیکھو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ہر اس شخص کو قتل کر دینے کا فتویٰ متعین طور پر دے دیا جو کسی بھی خاص نبی کی ذات پر سب وشتم کرے، یا مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان جو انہوں نے مہاجر کو اس عورت کے بارے میں لکھا تھا جس نے حضور ﷺ کی شان میں سب وشتم کیا تھا کہ:"

اگر تم خود پہلے فیصلہ نہ کر چکے ہوتے تو میں تم کو اس عورت کے قتل کر دینے کا حکم دیتا، اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کی (شان میں گستاخی کرنے والے کی) سزا عام سزاؤں کی مانند نہیں ہوتی لہٰذا جو مسلمان اس جرم کا ارتکاب کرے وہ مرتد ہے، اور جو غیر مسلم معاہد (ذمی) اس جرم کا ارتکاب کرے وہ عہد شکن اور محارب ہے (اس کی جان و مال دونوں مباح ہیں)۔"

مصنف رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ میں فرماتے ہیں: "زاد المعاد" میں فتح مکہ کے احکام میں، اور رسول اللہ کے فرامین میں بھی یہی حکم مذکور ہے۔

حافظ موصوف علیہ الرحمۃ ص: ۲۲۳ پر فرماتے ہیں:

"پس معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں سب وشتم اور گستاخی تمام تر کفریات کا سرچشمہ اور تمام گمراہیوں کا منبع ہے، جیسا کہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان وتصدیق دین وایمان کی تمام تر شاخوں کی جڑ، بنیاد اور تمامتر مسائل ہدایت کا منبع ہے۔"

کسی نبی کی شان میں دوسرے کی دی ہوئی گالیوں اور گستاخیوں کے نقل کرنے کا حکم:

حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شاتم رسول کبھی سب وشتم کا یہ طریقہ اختیار کرتا ہے کہ (خود گالیاں دینے کے بجائے) دوسرے شخص کی دی ہوئی گالیوں کو نقل کرتا ہے، اور یہ محض ایک فریب اور دھوکہ ہوتا ہے کہ اس طرح وہ اپنا بچاؤ بھی کر لیتا ہے اور سب وشتم کا خوب پروپیگنڈا اور اشاعت بھی کر لیتا ہے اور اس کا مقصد بھی پورا ہو جاتا ہے، یہ دراصل چھپا ہوا کفر ہے، جو چھپا نہیں رہتا، بلکہ اس کی سبقت لسانی اور قلبی زہر افشانیوں سے ظاہر ہو جاتا ہے، اور یہ اس کے دل میں گھر کئے ہوئے روگ اور مدینہ مرض (کفر ونفاق) کا نتیجہ ہوتا ہے، جو اس کے دل وجگر اور سینہ وشکم سب کو تباہ کر ڈالتا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "الصارم المسلول" میں ص: ۲۲۵ پر فرماتے ہیں

"احادیث رسول اللہ ﷺ کے تتبع سے اس کی بہت سی مثالیں مل جائیں گی، مثلاً بهز بن

حکیم عن ابیہ عن جدہ والی مشہور و معروف روایت، جس میں مروی ہے کہ اس کا بھائی (جو کافر تھا) حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ "میرے پڑوسی کس جرم کی پاداش میں پکڑے گئے ہیں؟ "(اس گستاخانہ انداز بیان کو دیکھ کر) حضور علیہ السلام نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا تو اس پر کہتا ہے: "لوگ کہتے ہیں تم اوروں کو تو گمراہی و کجراہی سے منع کرتے ہو، اور خود اس کجراہی (اور ظلم) کو اختیار کرتے ہو۔" تو حضور ﷺ نے فرمایا: اگر میں ایسا کرتا ہوں گا تو اس کا خمیازہ خود مجھے بھگتنا پڑے گا ملوگوں کو نہیں۔" اور صحابہ سے فرمایا کہ "اس کے پڑوسیوں کو رہا کر دو۔" ابوداؤد نے بسند صحیح اس حدیث کو روایت کیا ہے، تو دیکھئے کہ بظاہر تو یہ شخص لوگوں کی جانب سے اس بہتان کو نقل کرتا ہے، مگر در حقیقت اس کا مقصد خود آپ ﷺ کی توہین کرنا، ان الفاظ سے حضور ﷺ کی دل آزاری کرنا اور ایذا پہنچانا ہے، (نہ کہ کہنے والوں کی بہتان تراشی کی خبر دینا یا تردید کرنا) غرض کسی کو گالیاں دینے کا یہ بھی ایک ڈھنگ ہے (عربی میں اس کو "تعریض" کہتے ہیں، یعنی دوسروں پر دکھ کر بات کہنا)۔"

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "مسند احمد" کی ایک روایت کے الفاظ تو یہ ہیں (جو اوپر نقل کیے گئے)، دوسری روایت کے الفاظ بھی ہیں،

"انك تنهى عن الشر وتستخلی به."

ترجمہ....... "آپ ﷺ دوسروں کو تو شر وفساد سے روکتے ہیں اور خود شر وفساد کو اختیار کرتے ہیں، (یعنی "غی" کے بجائے "شر" کا لفظ ہے)۔"

"کنز العمال" میں ج: ۴ ص: ۴۶ پر (عن عب) بھی انہی الفاظ کے ساتھ یہ روایت مذکور ہے،

"الصارم المسلول" میں ص: ۵۲۷ پر حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

"ہمارے مشائخ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ کی شان میں بطور تعریض سب وشتم کرنا بھی کفر وارتداد ہے، اور اس کی سزا بھی قتل ہے (جیسے صراحۃً سب وشتم رسول کی سزا قتل ہے۔"

مصنف فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے دلائل و براہین سے اس کو ثابت کیا ہے، اور تعریض کی متعدد مثالیں بھی بیان کی ہیں، اور ایسے شخص کے ارتداد اور (قتل) پر انہوں نے امت کا اجماع نقل کیا ہے۔

نیز ص ۵۵۹ پر فرماتے ہیں:

"اس سے قبل ہم امام محمدؒ کی تصریح نقل کر چکے ہیں کہ جو شخص رب العالمین کی شان میں بطور تعریض بھی کسی برائی کا ذکر کرے گا، اس کو قتل کر دیا جائے گا، چاہے مسلمان ہو چاہے کافر (کسے باشد) اسی طرح ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا یا اس کے دین کا، یا رسول کا، یا کتاب کا برائی کے ساتھ تذکرہ کرے گا، خواہ صراحۃً ہو، خواہ کنایۃً دونوں کا ایک ہی حکم ہے (کہ اس کو کافر

دہ مرتد قرار دیا جائے گا) یہی حکم "تعریض" کا ہے۔"

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے امام احمد رحمہ اللہ کا یہ قول متعدد مقامات پر نقل کیا ہے (ص: ۵۲۷، ۵۳۶، ۵۵۰، ۵۶۲ اور ۵۵۳ پر) وجبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ ہر سب وشتم خواہ صراحۃً ہو، یا کنایۃً، موجب کفر وقتل ہے، الخ۔

اسی مسئلہ سے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری" میں ج: ۱۲ ص: ۲۸۴ پر فرماتے ہیں:

"خطابیؒ" کہتے ہیں: اگر کسی شخص نے تعریضاً بھی کوئی گستاخی (اللہ تعالیٰ کی یا اس کے کسی نبی کی شان میں) کی تو میرے علم میں ایسے شخص کے قتل کے واجب ہونے میں علماء کے اندر مطلق اختلاف نہیں، جبکہ وہ مسلمان ہو۔"

قاضی عیاض رحمہ اللہ شفاء میں فرماتے ہیں:

"ابن عتابؒ کا قول ہے کہ: قرآن وحدیث کی نصوص واجب قرار دیتی ہیں کہ جو شخص حضور علیہ السلام کو ذرا بھی اذیت پہنچانے کا، یا ذرا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین وتذلیل کا قصد کرے، صراحۃً ہو یا کنایۃً، اس کو قتل کر دینا فرض ہے۔"

اسی "شفاء" اور اس کی شرح "نسیم الریاض" للخفاجی میں ص: ۴۵۹ پر لکھا ہے:

"اگر دوسروں کی طرف سے سب وشتم کرنے والے پر یہ الزام ثابت ہو جائے کہ:

۱........ یہ گالیاں خود اسی شخص کی ساختہ پرداختہ ہیں، اور (سزا سے بچنے کے لئے اس نے) دوسروں کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

۲........ یا یہ اس شخص کی عادت ہو کہ وہ بکثرت ایسی گستاخانہ باتیں کہتا خود ہو، اور دعویٰ کرتا ہو کہ: "میں دوسروں کا قول نقل کرتا ہوں۔"

۳........ یا ان گستاخانہ ہرزہ سرائیوں کے وقت اس کی حالت سے ظاہر ہوتا ہو کہ اسے یہ باتیں اچھی لگتی ہیں، اور یہ اس میں کوئی برائی محسوس نہیں کرتا۔

۴........ یا وہ اس قسم کی توہین وتذلیل کا دلدادہ وفریفتہ ہو، اور اس کو معمولی بات سمجھتا ہو، اور ممنوع نہ جانتا ہو۔

۵........ یا وہ اس جیسی گستاخانہ باتوں کو خاص طور پر یاد کرتا ہو (اور یہ اس کا محبوب مشغلہ ہو)۔

۶........ یا وہ ایسی باتوں کی تلاش وجستجو میں رہتا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہے ہوئے "ہجویہ" اشعار اور سب وشتم کے قصے عموماً روایت کیا کرتا ہو۔

تو ان تمام صورتوں میں اس نقل کرنے والے کا وہی حکم ہے جو خود ہجو اور سب وشتم کرنے والے کا

ہے کہ اس پر مواخذہ کیا جائے گا، اور (جو اس جرم کی سزا ہے، وہ دی جائے گی) اور دوسروں کی طرف منسوب کرنا اس کے لئے مفید نہ ہوگا، اور جلد از جلد اس کو قتل کر کے جہنم رسید کر دیا جائے گا۔"

اسی "شفاء" اور اس کی شرح میں ج:۲ ص۲۵۹ پر قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فصل! چھٹی صورت (سب وشتم رسول کی) یہ ہے کہ وہ (سب وشتم) کرنے والا ان گستاخانہ باتوں کو دوسروں سے نقل کرے، اور ان کی جانب منسوب کرے تو اس شخص کے انداز نقل اور گفتگو کے قرائن کو دیکھا جائے گا، اور ان کے اعتبار سے حکم ہوگا (یعنی اگر قرائن سے ثابت ہو کہ دوسروں کا نام لینا محض اپنے بچاؤ کے لئے ہیں، یا اس کو خود اس میں مزا آتا ہے، یا یہ اس کا محبوب مشغلہ ہے تو اس کو سب وشتم کا مجرم قرار دے کر قتل کر دیا جائے گا، اور اگر قرائن وتحقیق سے ثابت ہو کہ واقعی یہ دوسروں کا بیان ہے، اور یہ شخص محض ناپسندیدگی کی وجہ سے نقل کر رہا ہے تو قتل نہ کیا جائے گا، مگر کسی اور مناسب سزا یا تنبیہ پر اکتفاء کیا جائے گا)۔"

اسی شفاء میں لکھا ہے:

"مجمع علیہ امور کو بیان کرنے والے مصنفین میں سے بعض نے رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں کہے ہوئے اشعار کے روایت کرنے، لکھنے، پڑھنے، یا جہاں وہ اشعار ملیں ان کو بغیر مٹائے چھوڑ دینے کی حرمت پر تمام مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے۔"

نیز لکھتے ہیں:

"ابو عبیدہ قاسم بن سلام رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ: "رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں کہے ہوئے اشعار کا ایک مصرعہ بھی پڑھنا یا یاد کرنا کفر ہے۔" نیز قاسم کہتے ہیں کہ میں نے اپنی کتابوں میں اس ہستی کا نام لینے کے بجائے جس کی ہجو میں اشعار کہے گئے ہیں، اس کا ہم وزن کوئی اسم بطور کنایہ ذکر کیا ہے، (یعنی حضور ﷺ کی ذات گرامی کے علاوہ بھی کسی آپ کے ہم نام شخص کے حق میں کہے ہوئے ہجویہ اشعار کو اس کا نام لے کر ذکر نہیں کیا، بلکہ نام کی جگہ کوئی اور ہم وزن اسم رکھ لیا ہے)۔"

مرزا قادیانی علیہ ما علیہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جناب میں کی ہوئی پرفریب توہین وتذلیل اور گستاخیاں: — حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں:

یہ لعین قادیانی جہاں کہیں اس کی تحریر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ آتا ہے تو یہ غصہ میں آگ بگولہ اور آپے سے باہر ہو جاتا ہے، اور ان کی ذات گرامی پر طرح طرح سے طعن وتشنیع، عیب چینی وعیب جوئی میں اس کا قلم بالکل بے لگام ہو جاتا ہے، اور دل کھول کر ان کو گالیاں دیتا (اور اپنے دل کی

بھڑاس نکالتا ہے) اور ان کی ہجو اور توہین وتذلیل میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتا، اور پھر پوری طرح
دل کی بھڑاس نکالنے کے بعد اپنے بچاؤ کے لئے کوئی ہلکا سا کلمہ جو محسوس بھی نہ ہو، کہہ جاتا ہے، مثلاً: "
عیسائیوں کے بیان کے مطابق"، مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ تمام توہین وتذلیل میں نہیں کررہا ہوں، بلکہ
خود عیسائی یہ کہتے ہیں، اور ان کی کتابوں میں یہ لکھا ہے) حالانکہ سلسلہ بیان میں اپنی طرف سے مثلاً یہ
کہہ کر کہ: "حق یہ ہے کہ عیسیٰ مسیح سے کوئی معجزہ ظاہر ہی نہیں ہوا، انہیں تو صرف مسمریزم آتا تھا"، یا یہ
کہ: "عیسیٰ کی بدقسمتی سے وہاں ایک حوض تھا، جس سے لوگ پانی لاتے تھے" (گویا اس حوض نے ان
کے معجزہ کی پول کھول دی)، اس تمام بیہودہ سرائی کی تصدیق وتائید کردیتا ہے اور اس پر "والحق ان
عیسی لم یصدر عنه معجزة" کہہ کر اپنی مہر تصدیق ثبت کردیتا ہے کہ میری بھی تحقیق یہی ہے۔
اس دسیسہ کاری کے باوجود اس مردود کے پیرو کہتے ہیں کہ: "مرزا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں کو
ئی گستاخی نہیں کی ہے، انہوں نے تو عیسائیوں کی تردید اور ان پر الزام عائد کرنے کے لئے لکھا ہے، جو
کچھ لکھا ہے، اور انہیں کی کتابوں سے نقل کیا ہے" (اور نقل کفر کفر نباشد) حالانکہ دوسرے علمائے حق
عیسائیت کی تردید میں بحث کا آغاز اس طرح کرتے ہیں کہ: "عیسائیوں کی تمام آسمانی کتابیں محرف
ہیں، اس لئے کہ ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایسی ایسی باتیں لکھی ہیں جو عصمت نبوت
کے منافی اور قطعاً غلط ہیں۔" اس کے برعکس یہ بے دین بدبخت بحث کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ناکامی ونا
مرادی سے شروع کرتا ہے، اور خوب بڑھا چڑھا کر اس کی اشاعت اور پروپیگنڈا کرتا ہے اور اس میں
اپنا تمام زور قلم صرف کردیتا ہے، یہی فریب کاری کا مرض اس کے مردود پیروؤں میں سرایت کرگیا ہے
، وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہجو میں مستقل کتابیں تصنیف کرتے ہیں، اور ان کو عیسائیوں میں نہیں بلکہ
مسلمانوں میں خوب خوب شائع کرتے ہیں، اور ان کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی
عظمت اور ان کے نزول کا اشتیاق وانتظار، مسلمانوں کے دلوں سے نکل جائے اور وہ اسی گستاخ
اور بے دین مردود کو (خدا اسے دوجہاں میں رسوا کرے) عیسیٰ مان لیں۔ حالانکہ علمائے حق اس پر متفق
ہیں (جیسا کہ مذکورہ بالا اقتباسات سے واضح ہے) کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی شان میں گستاخی وبے با
کی اگرچہ سب وشتم اور توہین وتذلیل کی نیت سے نہ بھی ہو، تب بھی کفر وارتداد ہے، اور مومن کی شان
سے قطعاً بعید ہے۔ واللہ یقول الحق وهو یهدی السبیل!

(اللہ تعالیٰ ہی حق فرماتے ہیں اور وہی راہ حق پر چلاتے ہیں)

قصیدہ

ازحضرت مصنف نور اللہ مرقدہ

داد و بیداد●

الا یا عباد اللہ قوموا وقوموا

خطوبا الّمت ما لهن یدان

ترجمہ:........"سنو! اے خدا کے بندو کھڑے ہوجاؤ اور ان فتنوں کا مقابلہ کرو جو دین پر چھا گئے ہیں اور عام دسترس سے باہر ہیں۔"●

وقد کاد ینقض الهدیٰ ومنارہ

وزحزح خیر ما للذالک تدان

ترجمہ:........"اور قریب ہے کہ (ان فتنوں کے حملوں سے) قصر ہدایت اور اس کی روشنی کا منارہ منہدم ہوجائے، اور خیر (وصلاح) کی بنیادیں ہل جائیں، جس کا پھر کوئی تدارک بھی نہ ہو۔"

یسب رسول من اولی العزم فیکم

فکاد السماء والارض تنفطران

ترجمہ:........ایک جلیل القدر نبی (عیسیٰ علیہ السلام) کو تمہارے سامنے گالیاں دی جارہی ہیں (اور تم ٹس سے مس نہیں ہوتے) قریب ہے کہ (قہر الٰہی سے) آسمان و زمین پھٹ پڑیں"۔

وطهرہ من اهل کفر ولیہ

وابقی لنار بعض کفر امانی

ترجمہ:........حالانکہ اس نبی کے مولیٰ جل شانہ نے اس کو (دشمنوں اور منکروں کے اتہامات سے) پاک کر دیا ہے اور صرف ہوا پرستوں کی آرزوؤں کا کفر جہنم کے لئے چھوڑ دیا ہے (کہ وہ نبی اور مسیح موعود بننے کی ہوس کی بدولت میں جہنم رسید ہوں۔"

وحارب رب قوم ربهم ونبیہ

فقوموا لنصر اللہ اذ هو دان

ترجمہ:........اور (تم میں کی ہی) ایک قوم (مرزائیوں) نے اپنے رب اور اس کے نبی سے جنگ

● ــ نام اصل حضرت مصنف نے اس قصیدے کا نام "صدع النقاب عن جساسۃ الفنجاب" رکھا ہے۔

●...... لغت میں "زحزح" لازمی بھی مستعمل ہے۔ ● ...... قاموس میں "ما بقیہ" معنوں اوامر میں بتایا گیا ہے۔

پہنچ رہی ہے، پس (اے خدا پرستو!) تم اللہ کی مدد پر بھروسہ کر کے کھڑے ہو جاؤ کہ وہ اللہ کی مدد بہت قریب ہے (صرف تمہارے کھڑے ہونے کی دیر ہے)۔"

وقد عیل صبری فی انتھاک حدودہ

فھل ثم داع مجیب اذانی

ترجمہ:۔۔۔۔۔ "حدود اللہ کی بے حرمتی ہوتے دیکھ کر صبر کا دامن میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا ہے، پس اے قوم (بے تم) میں کوئی حمایت دین کے لئے دعوت دینے والا، یا میری دعوت پر لبیک کہنے والا؟"

واذ عز خطب جئت منتصرا بکم

فھل ثم غوث یا لقوم یدانی

ترجمہ:۔۔۔۔۔ "جب مصیبت انتہا کو پہنچ گئی تب میں تم سے مدد مانگنے آیا ہوں، پس اے میری قوم! ہے تم میں کوئی فریادرس جو میرے قریب آئے (اور ساتھ دے)۔"

لعمری لقد نبھت من کان نائما

واسمعت من کانت لہ اذنان

ترجمہ:۔۔۔۔۔ "قسم ہے زندگی کی میں سوتے ہوؤں کو جگا رہا ہوں، اور جن کے کان ہیں ان کو یہ " دردبھری داستان" سنا رہا ہوں۔"

ونادیت قوما فی فریضۃ ربھم

فھل من نصیر لی من اھل زمان

ترجمہ:۔۔۔۔۔ "اور میں نے ایک (بے خبر) قوم کو ان کے رب کا (عائد کردہ) فرض یاد دلانے کے لئے پکارا ہے، پس کیا اس زمانہ کے لوگوں میں میرا کوئی مددگار ہے؟"

دعوا کل امر واستقیموا لما دھی

وقد عاد فرض العین عند عیان

ترجمہ:۔۔۔۔۔ "ہر کام چھوڑ دو اور جو مصیبت کا پہاڑ ٹوٹا ہے اس کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ، اس لئے کہ اس فتنہ کا مقابلہ اہل بصیرت کے نزدیک فرض عین ہو گیا ہے۔"

فشانئ شان الانبیاء مکفر

ومن شک فیہ فھذا لاول ثان

ترجمہ۔۔۔۔۔ "اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی کرنے والا قطعاً کافر ہے، اور وہ جو اس میں شک کرے وہ اس پہلے کافر کا بھائی دوسرا کافر ہے (یعنی وہ بھی کافر ہے)۔"

ولیس مدارا فیہ تبدیل ملۃ

وتحبط اعمال الذی مجانی

ترجمہ...... "اس تکفیر کا دارومدار تبدیلی مذہب کے ارادے پر نہیں ہے، اس لئے کہ (انبیاء علیہم السلام میں سے) ایک کو گالیاں دینے والے کے تمام اعمال و افعال کو اس کی یہ زبان (گالیاں) باطل کر دیتی ہے۔"

الی ذکرہ عیسیٰ یطیش لسانہ

ولا یبصر المرمی من الخیمان

ترجمہ...... "کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں ہی اس کی زبان (بے لگام اور) آپے سے باہر ہو جاتی ہے (اور ایسا اندھا ہو جاتا ہے کہ نشانِ تیر (ہدف) اور اپنے موقف میں تمیز نہیں کر سکتا (اور بے جا طعن و تشنیع کے تیر چلانا اور پتھر برسانا شروع کر دیتا ہے حالانکہ ان کا نشانہ خود ہی بن جاتے)۔"

واکفر منہ من تنبأ کاذبا

وکان انتہت ما امکنت بمکان

ترجمہ...... "اس (شاتم رسول) سے بھی بڑھ کر کافر وہ شخص ہے جو (خود کو نبی کہتا اور) نبوت کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ نبوت اپنے مقام پر پہنچ کر (یعنی خاتم الانبیاء علیہ السلام پر) ختم ہو چکی ہے۔"

ومن ذب عنہ او تاول قولہ

یکفر قطعا لیس فیہ توانی

ترجمہ...... "اور جو کوئی اس (مدعی نبوت) کی طرفداری کرے، یا اس کے قول (دعویٰ) کی کوئی تاویل کرے، وہ بھی قطعاً کافر ہے، اس (حکم) میں کوئی توقف یا تردد نہیں (کیا جا سکتا)۔"

کانی بکم قد قلتموا لم کفرہ

فہاکم نقولا جلیت لمعان

ترجمہ...... گویا تم (بزبان حال میرا گریبان پکڑ کر) مجھ سے یہ کہہ رہے ہو کہ یہ کافر کیوں ہے؟ لو میں تمہارے سامنے ایسے اقوال (دلائل) پیش کرتا ہوں جو آنکھوں والوں کے لئے روشن کی طرح واضح ہیں"۔

فما قولکم فیمن حمامثل ذلکم

مسیلمة الکذاب اہل ہوان

ترجمہ...... (اگر تم اس کی ایسے ہی حمایت پر تلے ہوئے ہو) تو تمہاری اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے جو رسوائے زمانہ مسیلمہ کذاب کے حق میں اسی طرح کی حمایت (اور تاویلیں) کرے، جیسی تم اس کے حق میں کرتے ہو۔"

فقال لہ التاویل او قال لم یکن

نبیا ہو المہدی لیس بجان

ترجمہ:........ چنانچہ کہے کہ مسیلمہ کذاب کے دعویٰ نبوت کی تاویل (ہو سکتی) ہے۔ یا کہے کہ مسیلمہ نبی تو نہیں، وہ تو مبدی تھا (اس لئے) وہ مجرم اور (دعویٰ نبوت کا مرتکب) نہیں ہے)۔"

وهل لم فرق يستطيع مكابر

وحيث ادعىٰ فليأتنا ببيان

ترجمہ:...... "اور کیا کوئی زبردستی کرنے والا منہ زور ان دونوں میں فرق کر سکتا ہے، اور اگر کوئی فرق کا دعویٰ کرے تو ہمارے سامنے ثبوت پیش کرے۔"

وكان على احداثه وجه كفره

تنبؤه مشهور كل مكان

ترجمہ:...... "حالانکہ ہر زمانے میں مسیلمہ کذاب کی تکفیر کا موجب (متفقہ طور پر) اس کا دعویٰ نبوت ہی مشہور و معروف رہا ہے، باوجودیکہ مسیلمہ میں اور بہت سی مکفرات بھی موجود تھے۔"

كذا في احاديث النبي وبعده

تواتر فيما دانه الثقلان

ترجمہ:...... نبی ﷺ کی احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے (کہ مسیلمہ کے کفر کا موجب نبوت کا دعویٰ ہے) آپ ﷺ (کی وفات) کے بعد اس تواتر سے بھی یہی ثابت ہے جس کو جن وانس حجت مانتے ہیں۔"

فان لم يكن اوفقد وجوه لكفره

فاسيرها دعواه تلك كمانى

ترجمہ:...... مسیلمہ کے کفر کے اور اسباب تھے یا نہ تھے، لیکن اب تو تمام (دنیا کے نزدیک) اس کے کفر کی وجہ "مانی" کی طرح اس دعویٰ نبوت ہی ہے (یعنی جیسے دنیا مانتی ہے کہ ایران کے مانی کے کفر کا سبب دعویٰ نبوت ہے ایسے ہی مسیلمہ کذاب کے کفر کا سبب بھی اس کا دعویٰ نبوت ہے)۔"

واول اجماع تحقق عندنا

لفيه با كفار وسبي عواني

ترجمہ:...... "اور ہماری تحقیق کے مطابق امت کا سب سے پہلا اجماع مسیلمہ کذاب کی تکفیر پر اور اس کے (قبیلے کے) قیدیوں (عورتوں اور بچوں) کو قیدی غلام بنانے پر منعقد ہوا ہے۔"

وكان مقرا بالنبوة معلنا

لخير الورىٰ في قوله واذان

ترجمہ:...... "حالانکہ مسیلمہ بھی نبی خیر البشر ﷺ کی نبوت کا معترف تھا، اور آپؐ کے نبی ہونے کا اپنی عام گفتگو میں اقرار اور اذان میں اعلان بھی کرتا تھا (اس کے باوجود اس کو کافر کہا گیا)۔"

وما قولکم فی العیسویۃ اوّلوا

رسولا لا میین خیر کیا ن

ترجمہ:۔۔۔ ''اور پھر ''عیسوی'' فرقے کے بارے میں تمہارا کیا فتویٰ ہے، جو یہ تاویل کرتے ہیں کہ خیرالکائنات محمد رسول اللہ تو ضرور ہیں، مگر صرف عربوں کے لئے ہیں (ہمارے اور تمام دنیا کے لئے نہیں ہیں)۔''

وھل ثم ما لا فیہ تاویل ملحد

ومن حجر التاویل دمی لسان

ترجمہ:۔۔۔ ''اور کیا دنیا میں کوئی ایسا بھی عقیدہ باطل ہے جس کی کسی ملحد نے تاویل نہ کی ہو؟ اور تاویل کی زبان درازی کو کون روک سکتا ہے؟ (اور متاول کی زبان کو کون بند کر سکتا ہے)۔''

وھل فی ضروریات دین تاوّل

بتحریفھا الا ککفر عیان

ترجمہ:۔۔۔ ''اور کیا ضروریات دین میں ایسی تاویل جو تحریف کے مرادف ہو، کھلے ہوئے کفر کی مانند نہیں ہے؟''

ومن لم یکفر منکریھا فانہ

یجر لہ الانکار بسعریان

ترجمہ:۔۔۔ ''اور (یاد رکھو) کہ جو کوئی ضروریات دین کے منکر کو کافر نہ کہے، وہ اس انکار کو خود اپنے سر لیتا ہے، اور بغیر کسی فرق و امتیاز کے خود کافر ہے۔ (کسی کافر کو کافر نہ کہنا، خود کفر ہے)۔''

وما الدین الا بیعتہ معنویۃ

وما ھو کالانساب فی السریان

ترجمہ:۔۔۔ ''دین تو درحقیقت ایک معنوی بیعت ہے (جب تک کوئی اس بیعت پر قائم ہے دین میں داخل ہے، اور جہاں اس بیعت کو توڑا دین سے خارج ہو گیا) دین نسب کی طرح ہے کوئی نسلی علاقہ نہیں ہے کہ بہر صورت قائم رہے (اور مسلمان کی اولاد مسلمان رہے، چاہے کچھ بھی کرے)۔''

فانھم لا یکذبو نک فاتلھا ●

ولکن باٰ یا ت ما ل معانی

ترجمہ:۔۔۔ ''(اگر یقین نہ آئے تو) آیت: ''فانھم لا یکذبونک'' پڑھ لو (دیکھو) حقائق و معانی کا مدار آیت الہیہ پر ہے، الخ (یعنی جو آیت الہیہ کا انکار کرے وہ کافر ہے، اگرچہ وہ براہ

● ۔۔۔ من الاکذاب فی قرأۃ القراء ۃ الترمذی والحاکم فی شان نزولہ

راست نبی کو جھوٹا بھی کہے، جیسا کہ اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ: اے نبی! وہ تجھ کو تو جھوٹ کی جانب منسوب نہیں کرتے (یعنی جھوٹا نہیں کہتے) لیکن یہ ظالم، اللہ کی آیات (واحکام) کا انکار کرتے ہیں، (اس لئے کافر اور جہنمی ہیں)۔" واضح ہو کہ یہ شعر اس قراءت پر مبنی ہے جس میں "یکذبون" آیا ہے، جو "اکذبہ نسبہ الی الکذب" سے ماخوذ ہے):"

تنبا ان لا یعتری بعطالۃ

کحجام ساباط صریع غوان

ترجمہ:۔۔۔"اس حسین نازنینوں کے دلدادہ قادیانی نے نبوت کا دعویٰ صرف اس لئے کیا ہے کہ (اس کی عشق و محبت کی رنگ رلیوں کو دیکھ کر۔

اس کے متعلق بے کاری کو شبہ نہ کیا جائے، جیسے ساباط کا حجام (کہ وہ بے کاری کے الزام سے بچنے کے لئے اپنی ماں کی حجامت بنانے بیٹھ جایا کرتا تھا کہ اسے کوئی بے کار نہ کہے، یعنی اس قادیانی مرزا نے صرف اپنی بدکاریوں پر پردہ ڈالنے کے لئے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اس لئے کہ نبی کو معصوم سمجھا جاتا ہے، کہ لوگ اس کو بھی معصوم سمجھ کر اس کی بدکاریوں سے درگزر کریں" بدکار" نہ کہیں جیسے شہر ساباط کے ایک حجام کی عادت تھی کہ جب کوئی گاہک نہ ہوتا تو چھرا لے کر اپنی ماں ہی کی حجامت بنانے بیٹھ جاتا تھا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ بے کار بیٹھا رہتا ہے، اس کے پاس کوئی گاہک نہیں آتا، اناڑی ہے)۔"

ومعجزہ منکوحۃ فلکیۃ

یصادفها فی رقیۃ الکروان

ترجمہ:۔۔۔" چنانچہ اس منکوحہ آسمانی کو اپنا معجزہ قرار دیا کہ کسی طرح اس" کرواں" کے منتر سے اسے دام کرلے۔

(یعنی جس طرح عرب کے لوگ کونج کو" اطرق کری ان النعامۃ فی القری" کا منتر پڑھ کر آسانی سے شکار کر لیتے تھے، اسی طرح بوالہوس مرزا قادیانی نے محمدی بیگم کو منکوحہ آسمانی اور اپنی نبوت کا معجزہ قرار دے کر اپنے دام ہوس میں گرفتار کرنا چاہا، لیکن واحسرتا! کہ وہ نیک بخت اور اس کے والدین اس دام فریب میں بھی نہ آئے اور آخر مرزا لعین اس کے وصال کی حسرت دل میں ہی لے کر جہنم رسید ہوا)"

ومنّٰی لہ الشیطان فیها بوحیہ

رفاء و وصلا خطبۃ وتهانی

ترجمہ:۔۔۔(ادھر) شیطان نے بھی اس کو اپنی شیطانی وحی سے خوب خوب آسائش نامہ و پیغام،

وصل وصال، تہنیت و مبارکبادکی آرزوؤں کا سبز باغ دکھایا تھا
(یعنی محمدی بیگم سے نکاح کے باب میں بہت سی وحیاں بھی اس پر نازل ہوئی تھیں مگر وہ سب وحیاں شیطانی تھیں، اس لئے جھوٹی نکلیں اور ایڑی چوٹی کا زور لگا لینے کے باوجود نکاح نہ ہوسکا)۔"

یهم بامر العیش لو یستطیعه
وقد حیل بین العیر والنزوان

ترجمہ:۔۔۔"اس کا واحد مقصد عیش کوشی اور ہوس رانی تھا، اگر اس کا یہ مقصد پورا ہو جاتا، مگر ہوا یہ کہ حمار وحشی کو جفتی سے روک دیا گیا۔ (یعنی محمدی بیگم نے اس قادیانی مرزا کی بیوی بننے سے انکار کر کے اس کی ہوس رانی کی آرزوؤں پر پانی پھیر دیا)۔"

ففضحه رب السماء بحوله
وقوته والله فیه کفانی

ترجمہ:۔۔۔"اور اس تدبیر سے رب العالمین نے اس جھوٹی مدعی نبوت کو اپنی طاقت و قدرت سے خوب رسوا کیا اور اس فرض سے ہمیں سبکدوش کر دیا
(یعنی ہمیں اس کو جھوٹا ثابت کرنے کی زحمت سے بچایا، خود اس کی زبان سے اس کی پیشگوئیوں سے ہی اسے جھوٹا ثابت کر دیا)۔"

وکان ادعی وحیا سنین علیلة
فجاء بحاکی فعلة الظربان

ترجمہ:۔۔۔"یہ جھوٹا (اسی طرح) چند سال تک وحی نازل ہونے کا دعویٰ کرتا رہا اور ایک بدبودار جانور کی طرح اپنی بدبو (یعنی جھوٹی وحی) سے مسلمانوں کا دماغ پریشان کرتا رہا (ظربان ایک بدبودار جانور ہے، بلی کے مشابہ)۔"

ودلاہ شیطاناہ فی ذاك برهة
ولم یدر شیطانان لا یقیان

ترجمہ:۔۔۔۔۔۔۔اور اس کے دونوں شیطانوں نے عرصہ دراز تک اس فریب اور دھوکہ میں اس کو لگائے رکھا کہ یہ وحی ہے، مگر اس بے وقوف کو پتہ نہ تھا کہ اتنی عظیم گمراہی کو پھیلانے کے لئے دو شیطان کافی نہیں ہو سکتے (یہ دونوں شیطان خلیفہ نورالدین اور حکیم احمد حسن امروہی، مرزا کی وحیوں کے مصنف ہیں)۔"

واخرا وهذا بلدیته یری
فهلا عری اصل النبوة ذان

ترجمہ:...... یہ دونوں شیطان خود تو بھی پردہ ور ہے اور مرزا اور اس کی ذریت کو آگے کر دیا (اور نبوت کا دعویٰ کرا دیا) مگر ہمت تھی تو یہ دونوں خود مدعی نبوت بن کر کیوں سامنے نہ آئے؟"

وانهم لما لم يمت بشروط
رجوعا الى الحق ادعى برهان

ترجمہ:...... اور جب عیسائی پادری "آتھم" مرزا کی پیش گوئی کے مطابق نہ مرا تو اس کے متعلق "حق کی جانب رجوع کر لینے" کی بازی لگا دی، یعنی کہنے لگا کہ میں شرط لگاتا ہوں کہ آتھم نے حق کو یعنی میری نبوت کو مان لیا ہے، اسی لئے نہیں مرا ہے)۔"

وسماه ايضا مرة بسقوطه
لهاوية هل ذان يجتمعان

ترجمہ:...... حالانکہ ایک مرتبہ اس کے جہنم میں گرنے کا نام بھی لے چکا تھا، (اور جہنم رسید ہونے کی پیش گوئی کر چکا تھا) کیا یہ دونوں متضاد پیش گوئیاں جمع ہو سکتی ہیں؟

(یعنی ایک طرف اس کے کافر اور جہنم رسید ہونے کی پیش گوئی کرتا ہے، اور دوسری طرف اس کے حق کو مان لینے اور اپنی نبوت پر ایمان لے آنے کی وجہ سے موت سے بچنے کی خبر دیتا ہے، بالفاظ دیگر آتھم ایک پیش گوئی کے مطابق کافر اور جہنمی ہے، اور دوسری پیش گوئی کے مطابق مومن ہے اور ناجی، یہ کھلا ہوا تضاد ہے، اس کے لئے یقیناً ان دونوں میں سے ایک پیش گوئی ضرور جھوٹی ہے، سچ کہا ہے کسی نے کہ: "جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے")۔"

ويوجد فى الوقت المعلى للغلى
اذا خانه است لم يطق لضمان

ترجمہ:...... "اور تو اور فی الوقت کے معنی از خود گھڑ دیتا ہے، اور جب پیچھے سے زمین سرک گئی ہے، (اور غلطی کھلتی ہے) تو اس کا بار نہیں اٹھا سکتا (یعنی جب غلطی پکڑی جاتی ہے تو جواب نہیں دے سکتا)۔"

يعض بافواه الشياطين حيقة
ويصرفهم عن صوب فهم معانى

ترجمہ:...... "(غرض) شیطانوں یعنی مریدوں کو زبان سے مکر و فریب (سے معنی الفاظ کی) گند اچھالتا رہا اور ان کو (لفظوں کی الٹ پھیر میں رکھ کر) حقائق کو سمجھنے کی جانب متوجہ نہ ہونے دیا۔"

فعلل اذنا ب له الناس ان فى
حديبية مانحرها يرباك

ترجمہ:...... "تو اس کے دم چھلے (مرزائیوں) نے لوگوں کو اس طرح بہلایا (اور بہکایا) کہ (دیکھو)

حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح دو (متضاد) خواب دکھلائے گئے ہیں۔

(یعنی مرزا اور اس کی امت، آتھم کے خواب پورا نہ ہونے پر لوگوں کے اعتراضات کا یہ جواب دیتے ہیں کہ دیکھو رسول اللہ ﷺ نے بھی حدیبیہ کے سال ۶ھ میں خواب دیکھا تھا کہ آپ ﷺ مسلمانوں کے ہمراہ باطمینان تمام مکہ میں داخل ہوئے ہیں اور عمرہ کیا ہے مگر آپ ﷺ کا وہ خواب پورا نہ ہوا، اور آپ ﷺ اور تمام مسلمان بغیر عمرہ کئے حدیبیہ سے واپس آگئے، لہٰذا خواب کا پورا نہ ہونا نبوت کے منافی نہیں ہے، حضرت مصنف رحمہ اللہ اگلے شعر میں اس کا جواب دیتے ہیں)۔"

ارؤیا حکاھا خاتم الرسل مرسل

ولم یك منحا السیر یلتبسان

ترجمہ:..... "کیا وہ خواب جو فرستادہ الٰہی خاتم الانبیاء ﷺ نے بیان فرمایا (اور واقعات) کی رفتار اس کے مطابق نہیں ہوئی، کیا وہ خواب اور واقعی ایک دوسرے سے ملتبس (اور مشتبہ) ہو گئے؟

(یعنی کیا وہ خواب پورا نہیں ہوا، اور اگلے سال ۷ھ میں آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں نے باطمینان تمام عمرہ نہیں کیا؟ یہ لوگوں کی غلط فہمی تھی کہ انہوں نے سمجھ لیا کہ اسی سال ۶ھ میں عمرہ ہوگا، حالانکہ خواب میں اس کی تصریح نہ تھی اور نہ ہی حضور ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ اسی سال یہ خواب پورا ہوگا، (مراجعت کیجئے صحیح بخاری ج:۱،ص:۳۸۰) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر ہی اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے مذکورہ ذیل آیات سورۃ فتح میں نازل فرمائیں۔"

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ لَاتَخَافُوْنَ. (الفتح:۲۷)

ترجمہ:..... بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بالکل برحق سچا خواب دکھایا ہے تم مسجد حرام میں انشاء اللہ ضرور امن اور امان کے ساتھ داخل ہو گے (اور عمرہ کرو گے، عمرہ سے فارغ ہو کر) کچھ لوگ اپنے سر منڈائیں گے، اور کچھ بال کترائیں گے، اور تمہیں کسی کا خوف نہ ہوگا۔"

وما قد حکاہ الواقدی فلم یرد

ترتب سیرا وبدءہ اوان

ترجمہ:..... اور واقدی نے جو (سیرت) میں بیان کیا ہے اس کا مقصد واقعات کی ترتیب یا ابتداء وقت (عمرہ) کو بیان کرنا نہیں ہے۔

حکی من امور لا ترتب بینھا

قد اتفقت فی العین من جریان

ترجمہ:..... واقدی نے تو بلا ترتیب جو امور (واقعات) اس سال پیش آئے تھے ان کو بلا ترتیب شمار

کرادیا ہے، اور یہ خواب آپ ﷺ نے یقیناً اسی سال ۶ھ میں دیکھا تھا

(مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ خواب اسی سال سے متعلق تھا، جیسا کہ مذکور بالا آیت میں "ان شاء اللہ" کا لفظ ہے لہٰذا والقدری کے بیان سے یہ استدلال کرنا کہ دیکھو" رسول اللہ ﷺ کا خواب پورا نہیں ہوا" یہ درست نہیں اس لئے کہ والقدری نے یہ نہیں کہا کہ یہ خواب اسی سال ۶ھ سے متعلق تھا، مرزائیوں نے والقدری کے بیان سے استدلال کیا تھا حضرت مصنف نے ان دو شعروں میں اس کا جواب دیا ہے)۔"

واوضحه الصديق فيما روى لنا

اصح كتاب في الحديث مثاني

ترجمہ: ..... اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس حقیقت کو ایک حدیث میں واضح کردیا جس کو حدیث کی "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" یعنی "صحیح بخاری" میں ج ۱ ص ۳۸۰ پر روایت کیا ہے"

رجاء وقصد ليس اخبار غيبه

على ظاهر الاسباب بحمدان

ترجمہ ...... "اس خواب کا منشا تو درحقیقت ایک اُمید اور ظاہری اسباب کی بناء پر قصد کا اظہار تھا نہ کہ غیب کی خبر دینا اور پیش گوئی کرنا، (اس کے برعکس مرزا نے تو بطور تحدی چیلنج کیا تھا کہ آتھم اس سال ضرور مر جائے گا، کیونکہ یہ خواب مجھے دکھایا گیا ہے لہٰذا اس پیش گوئی کو رسول اللہ ﷺ کے خواب پر قیاس کرنا حماقت ہے، یہ دوسرا جواب ہے۔"

وما ذاب في العمر الطويل له فذا

هجاء خيار الخلق غب لعان

ترجمہ: ...."اور اس حبشی قادیان کی زبان و قلم سے عمر دراز میں جو کچھ ظہور میں آیا ہے وہ یہ ہے لعن طعن کے بعد خدا کی بہترین مخلوق (انبیاء علیہم السلام) کی ہجو اور بدگوئی کرنا۔"

تفكه في عرض النبيين كافر

عتل زنيم كان حق مهان

ترجمہ: ......"انبیاء علیہم السلام کی حرمت و عظمت کا ایک بدزبان، بدنسب، رسوائے زمانہ کافر نے خوب خوب مذاق اڑایا ہے۔"

يلذ له بسط لمطاعن فيهم

ويجعل نقلا عن لسان فلان

ترجمہ: ..... "انبیاء علیہم السلام پر طعن و تشنیع کرنے میں اسے خوب مزا آتا ہے (اور تکفیر سے بچنے کے لئے) اسے غیر کا بیان بنادیتا ہے کہ فلاں یوں کہتا ہے فلاں یوں)۔"

يصوغ اصطلاحا ان هذا سب حكم
كما سب امه هكذا اخوان

ترجمہ:۔۔۔۔"اصطلاح گھڑتا ہے اور خوب گالیاں دے کر کہتا ہے کہ (اے عیسائیو!) یہ ہے تمہارا مسیح! بالکل ایسے جیسے دو حقیقی بھائی ایک دوسرے کو ماں کی گالیاں دیں۔

(حالانکہ دونوں کی ماں ایک ہے، اس لئے گویا ہر ایک اپنی ماں کو گالیاں دیتا ہے، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام جیسے عیسائیوں کے نبی ہیں، ایسے ہی مسلمان بھی ان کو نبی مانتے ہیں، اسی لئے عیسائیوں کے "عیسیٰ" کو گالیاں دینا قرآن کے "عیسیٰ" کو گالیاں دینے کے مرادف اور کفر ہے)۔"

قد رد في القرآن انواع كفرهم
فهل غض من عيسى المسيح بشان

ترجمہ:۔۔۔۔"حالانکہ قرآن مجید میں بھی عیسائیوں کے ہر قسم کے کفریات کی تردید آئی ہے، لیکن کیا مجال جو اس تردید میں عیسیٰ (علیہ السلام) کی ذرا بھی کسر شان ہوئی ہو،

(معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کسر شان کئے بغیر بھی ہر قسم کے کفریات کی تردید کی جا سکتی ہے، اور مرزائے قادیان کا یہ صرف "بہانہ" ہے وہ در اصل ان کو گالیاں دینا اور ان کی توہین و تذلیل کرنا چاہتا ہے تاکہ اپنے "عیسیٰ" ہونے کے لئے راہ ہموار کرے)۔"

وهذا كمن والى عدوا بسبه
بجمع اشد السب من شنان

ترجمہ:۔۔۔۔"اور اس کا انداز تو ایسا ہے کہ جیسے کسی کا دشمن سامنے آجائے اور وہ شدت غیظ و غضب کی وجہ سے بر سر عام اسے بے تحاشا گالیاں دینا شروع کر دے۔"

قصيره رويا وقال باخر
اذ انفتحت عيني من الخفقان

ترجمہ:۔۔۔۔"اور (جی بھر کے گالیاں دینے کے بعد) پھر اس کو خواب بنا دے اور آخر میں کہہ دے کہ "پھر اچانک شدت اضطراب سے میری آنکھ کھل گئی" (کہ یہ تو میں خواب کا حال بیان کر رہا تھا)۔"

وقد يجعله التحقيق ذالك عنده
اذا ما خلا جو كمثل جبان

ترجمہ:۔۔۔۔"اور بزدلوں کی طرح جب میدان خالی پائے تو اس کو اپنی ذاتی تحقیق بنا دے (کہ میرے نزدیک بھی یہی حق ہے کہ عیسیٰ مسیح ایسے اور ایسے تھے)۔"

وينفث في النباء ذلك كفره

ويعرب في عيسىٰ بما هو شاني

ترجمہ: ....."(غرض) اس صورت میں یہ خبیث (عیسائیوں کی تردید کے نام سے) خوب کفریات بکتا ہے، اور (اپنی کفر اس نکالتا ہے اور) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں؟ معاندانہ عیب جوئی اور بدگوئی کرتا ہے۔"

وكان هنا شئ لتحريف "عهدهم"

فصيره حقا لخبث جنان

ترجمہ: ....." حالانکہ واقعہ صرف یہ ہے کہ "عہد قدیم" (تورات) اور "عہد جدید" (انجیل) میں تحریف ہو جانے کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان کے خلاف کچھ باتیں پائی جاتی تھیں لیکن اس بد باطن نے اپنی خباثت باطنی کی بنا پر انہی کو حق قرار دے دیا۔"

وقد اخذوا في مالك بن نويرة

"بصاحبكم" للمصطفى كا دانى

ترجمہ: ....." حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے تو مالک بن نویرہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں "صاحبکم" کے عامیانہ کلمہ کو گستاخی قرار دے کر (توہین نبوی کا) مجرم قرار دے دیا تھا اور قریب تھا کہ قتل کر دیں۔"

وقصة دباء راى القتل عندها

ابو يوسف القاضي ولات اوان

ترجمہ: ....." اور قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ نے "کدو کے قصے" میں (گستاخانہ انداز میں) "میں تو پسند نہیں کرتا" کے الفاظ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین قرار دے کر قائل کو قتل کر دینے کا حکم دے دیا تھا، لیکن یہ وہ زمانہ نہیں ہے (کہ آج ہم شاتم رسول کو قتل کر سکیں)۔"

وقد اعملت حكم الشريعة فيهم

حكومة عدل للامير امان

ترجمہ: ....." اور شاہ افغانستان امیر امان اللہ خان کی عادلانہ حکومت نے تو شریعت کے اس حکم پر عمل بھی کیا تھا (کہ انہوں نے شاتم رسول مرزائی کو قتل کر دیا)۔"

تحطم في جمع الحطام ونيلها

وبسط المنى في حاصلات مجاني

ترجمہ: ....." اور یہ قادیانی ملعون تو ساری عمر دنیا کا مال و زر جمع اور اندوختہ کرنے میں اور مفت کے چندوں کی رقموں کو بٹورنے کی آرزوؤں کو دراز تر کرنے میں سرگرداں رہا، یہاں تک کہ بوڑھا ہو گیا۔"

وكل صنيع او دهاء فعنده
لنيل المنى با طرد والدوران

ترجمہ:...... "اور جو بھی چالاکی اور مکاری، جوڑ توڑ کر کے اپنی آرزوؤں کو پورا کرنے میں (ممکن ہو سکتی ہے) وہ اس لعین کے ہاں موجود تھی۔"

اهذا مسيح او مثيل مسيحنا
تسربل سربالا من القطران

ترجمہ:...... "کیا یہی "مسیح" یا "مثل مسیح" ہے؟ جس نے قطران (گندھک کے تیل کا) جبہ لباس پہن رکھا ہے؟"

وكان على ما قال ماجوج اصله
وصار مسيحا فاعتبر بقران

ترجمہ:..... "وہ تو (درحقیقت) اپنے قول کے مطابق یاجوج ماجوج کی نسل میں سے تھا، ترقی کر کے مسیح بن گیا، پس اس (یاجوج تو مسیح) کے قران (اتصال) سے لوگو! عبرت حاصل کرو۔"

نعم جاء في الدجال اطلاقه كذا
فقد ادركته خفة السرعان

ترجمہ:..... "ہاں ہاں دجال کے حق میں بھی تو احادیث میں "مسیح" کا لفظ آیا ہے، وہ قادیانی مرزا بے شک "مسیح دجال" تھا، کم عقلی اور بے وقوفی کی وجہ سے اس نے یہ لقب اپنے لئے اختیار کر لیا (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کے ساتھ جو "مسیح" کا لفظ آتا ہے وہ "ماشیح" کا معرب ہے، جس کے معنی عبرانی میں "مبارک" ہیں، اور دجال کے تذکرہ میں جو "مسیح" آتا ہے، وہ عربی لفظ ہے، جس کے معنی ہیں "ممسوح عين اليمنى" (جس کی دائیں آنکھ پھوٹی ہو) اسی لئے اردو والے اسے "کانا دجال" کہتے ہیں، اس جاہل کو اس حقیقت کا پتہ نہ تھا، اس لئے اس نے اپنے لئے "مسیح" کا لقب اختیار کیا اور "مسیح دجال" بن گیا۔"

الم يهده للقرآن يحفظه ولم
يحج لفرض صده الحرمان

ترجمہ:..... "کیا واقعہ نہیں ہے کہ نہ اسے قرآن حفظ کرنے کی توفیق ہوئی، نہ حج فرض ادا کرنے کی (اور یہی دجال کی ممتاز خصوصیات ہیں) حرمین نے اس کو حج کرنے سے روک دیا۔"

فيسرق في الفاظه باطنية
وقرمطة وحى اتاه كذاني

ترجمہ:..... "اس لعین قادیانی کے پاس جو دو غلی وحی آتی ہے، اس میں کچھ "باطنیہ" کے الفاظ چرا

ہے۔ یعنی "قرامطہ" کے، یعنی "کدانی" (قادیانی) ہونے کی (حقیقت) ہے۔"

وتا بعه من فيه نصف تنصر

ومن فيه كفرمودع بمعانى

ترجمہ:....."اور اس مسیح دجال کی پیروی صرف انہی لوگوں نے کی ہے جو پہلے ہی "نیم نصرانی" تھے اور جن کی سرشت میں کفر رکھا ہوا تھا۔"

وكفر من لم يعترف بنبوة

له وهو فى هذا لا ول جا ن

ترجمہ:....."اس ظالم نے ہر اس مسلمان کو کافر قرار دے دیا جو اس کی نبوت کو نہ مانے، اس معاملہ میں یہ دنیا کا پہلا مجرم ہے (آج تک کسی مدعی نبوت نے اپنے نہ ماننے والے مسلمانوں کو کافر نہیں کہا تھا)۔"

الا فاستقيموا واستهيموا لدينكم

فموت عليه اكبر الحيوان

ترجمہ......"پس سن لو اے مسلمانو! اب تم صراط مستقیم پر پختگی سے قائم ہو جاؤ، اور اپنے دین کی حفاظت کے لئے دیوانہ وار ایک دوسرے سے آگے بڑھو، اس لئے کہ دین پر جان دے دینا ہی سب سے بڑی زندگی ہے۔"

وعند دعاء الرب قوموا اوشمروا

حنا نا عليكم فيه الر حنا ن

ترجمہ......"اور اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہو اور کمر کس لو! اس دین کی حمایت میں تم پر خدا کی رحمتوں پر رحمتیں نازل ہوں۔"

وكن راجيا ان يظهر الحق وارتقب

لاولا د بغى فى السهيل يمانى

ترجمہ:.....اور حق کے غلبہ کی خدا سے امید واثق رکھو، اور ان بد ساتی کنیزوں کی ہلاکت کے لئے کسی سہیل یمانی کا انتظار کرو۔"

وللحق صدع كالصديع وصولة

وطعن وضرب فوق كل بنان

ترجمہ:....."اور حق، باطل کے پردے مسیح کی طرح چاک کر دیتا ہے، حق بھی باطل پر یورش کرتا ہے اور اس کے ایک ایک پورے پر ضرب کاری لگاتا ہے۔"

وآخر دعوانا ان الحمد للذی

لِنُصرۃ دین الحق کان ھدانی

ترجمہ:..... "اور ہماری تو آخری بات یہ ہے کہ اس خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہمیں دین حق کی نصرت کی توفیق عطا فرمائی۔"

وصلی علیٰ ختم النبیین دائما

وسلم ما دام اعتلی القمران

ترجمہ:...."اور خدا خاتم الانبیاء علیہ وعلیھم الصلوۃ والسلام پر ہمیشہ ہمیشہ رحمتیں نازل کرے اور سلامتیاں، جب تک افق پر چاند سورج چڑھتے رہیں۔(آمین)۔"

☆☆☆☆☆

تاویل باطل سے علماء حق کی ممانعت

صفات الٰہیہ پر بے چوں و چرا اور بغیر کسی تاویل کے ایمان لانا فرض ہے:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری" میں ج ۱۳ص: ۳۴۵ (طبع ثانی) میں فرماتے ہیں:

"ابو القاسم لالکائی نے بسند متصل امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مشرق سے مغرب تک کے تمام فقہاء قرآن کریم پر اور ثقہ راویوں کی روایت کردہ ان صحیح روایات پر بغیر کسی تشبیہ و تفسیر کے ایمان لانے کو فرض قرار دیتے ہیں جو پروردگار عالم کی "صفات" کے بیان میں آئی ہیں، جو شخص ان "صفات" میں سے کسی صفت کی بھی کوئی تفسیر یا تاویل کرے اور جہم بن صفوان کا مسلک اختیار کرے وہ اللہ کے اس دین سے خارج ہے، جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین قائم تھے، اور وہ امت مسلمہ کے دائرہ سے نکل گیا، اس لئے کہ اس نے پروردگار عالم (کی اصلی اور حقیقی صفات چھوڑ کر اس) کی (خودساختہ اور) بے معنی صفات ثابت کردیں۔"

ائمہ احناف کی طرف "جہمی" ہونے کی نسبت بغض وعناد کا مظاہرہ ہے:

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: (امام محمدؒ کی اس تصریح کے ہوتے ہوئے) اب جو کوئی ہمارے ائمہ احناف (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام ابو یوسف رحمہ اللہ، امام محمد رحمہ اللہ) کو "جہمیہ" فرقہ کی جانب منسوب

کرے، یہ اس کی نگاہ بغض وعناد کی کج بینی ہے کہ اسے برائیاں ہی برائیاں نظر آتی ہیں (اچھائیاں نظر ہی نہیں آتی)

اس (بطلان تاویل کے سلسلہ میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ائمہ دین کے اور بھی بہت آثار واقوال نقل کیے ہیں۔ چنانچہ حضرت مصنفؒ حاشیہ پر ان اقوال کو نقل کرتے ہیں:

۱......حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: محدث لالکائی نے اپنی کتاب السنۃ میں حسن بصری من امہ عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے طریق (سند) سے روایت کیا ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"(اللہ تعالیٰ کی صفت عرش پر) استواء مجہول نہیں ہے (سب جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں)، ہاں اس کی کیفیت (اور صورت) کا سمجھنا عقل انسانی کے دائرہ ادراک سے باہر ہے، اور اس کا اقرار کرنا (کہ اللہ تعالیٰ کے لئے استواء علی العرش ثابت ہے) فرض عین ہے، اور اس کا انکار کفر صریح ہے۔"

۲......حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور ابن ابی حاتم نے امام شافعی رحمہ اللہ کے "مناقب" میں ابن یونس بن عبد الاعلیٰ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

"اللہ تعالیٰ کے بہت سے نام، اور صفات ہیں جن کا کوئی انکار نہیں کر سکتا، اور جس شخص نے دلیل قائم ہونے (یعنی معلوم ہونے) کے بعد انکار کیا وہ کافر ہو گیا، ہاں دلیل قائم ہونے اور (معلوم ہونے) سے پہلے اگر کوئی انکار کرے تو اس کو "جہالت" کی بناء پر معذور سمجھا جائے گا، اس واسطے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات انسانی فہم وفراست سے نہیں معلوم کیے جا سکتے لہٰذا ہم (بے چوں وچرا) ان صفات کو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرتے (اور مانتے) ہیں، مگر تشبیہ کا انکار ضرور کریں گے (اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کی کوئی مثال نہیں ہو سکتی، مثلاً ہم کہتے ہیں کہ وہ سنتا ہے۔ مگر ہماری طرح کانوں سے نہیں، وہ دیکھتا ہے، مگر ہماری طرح آنکھوں سے نہیں) جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے تشبیہ کی نفی کی ہے، اور فرمایا ہے کہ "لیس کمثلہ شیٔ" (کہ کوئی چیز بھی اس کی مانند نہیں)۔"

تاویل باطل کی مضرت اور مؤول کا فرض:......حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ "شفاء العلیل" میں ص: ۸۲ پر فرماتے ہیں:

"باطل تاویل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی لائی ہوئی "شریعت" کو معطل (بے کار و بے معنی) بنا دینے اور متکلم (صاحب شریعت) پر جھوٹ لگانے کا موجب ہے کہ اس کی مراد یہ ہے (جو مؤول بتلاتا ہے حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے)، اسی لئے تاویل باطل حق کو باطل اور باطل کو حق بنا ڈالتی ہے، اور متکلم کی جانب اس "چیستاں گوئی" اور "فریب کاری" کو منسوب کرتی ہے، جو اس کے شایان شان

نہیں، (یعنی موول کی تاویل کو صحیح مان لینے کی صورت میں یہ کہنا پڑے گا کہ متکلم نے دانستہ اپنی مراد کو چھپانے کی غرض سے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جن کے ظاہری معنی سے اس کی مراد نہ سمجھی جاسکے اور لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہوں، اسی کا نام تلبیس اور چیستاں گوئی ہے) اسی کے ساتھ ساتھ بغیر کسی علم ویقین کے یہ کہنا کہ متکلم کی مراد بھی ہے (جو موول کہتا ہے) صریح بہتان وافتراء ہے۔"

لہٰذا ہر تاویل کرنے والے کا فرض ہے کہ:

۱...... پہلے وہ یہ ثابت کرے کہ از روئے لغت وقواعد عربیت اس "معنی" کے مراد لینے کی گنجائش ہے (جو موول کہتا ہے)۔

۲..... اس کے بعد وہ (حوالے دے کر) یہ ثابت کرے کہ متکلم نے اس لفظ کو اس معنی میں اکثر وبیشتر استعمال کیا ہے، یہاں تک کہ اگر کسی جگہ اس نے اس لفظ کو ایسے طریق پر استعمال کیا ہے کہ اس معنی کے علاوہ کسی اور معنی کا بھی احتمال ہو سکتا ہے تو وہاں اس لفظ کو اسی "معروف الاستعمال" معنی پر حمل کیا گیا ہے۔

۳...... نیز موول کے ذمہ یہ بھی لازم ہے کہ وہ لفظ کو اس کے ظاہری معنی سے ہٹانے کی یا حقیقی معنی کے بجائے معنی مجازی یا استعارہ مراد لینے کی کوئی قوی اور معارضہ سے خالی دلیل قائم کرے، ورنہ اس کا یہ دعویٰ (تاویل) دعویٰ بلا دلیل سمجھا جائے گا اور ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

ثبوت وتائید:...... حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "فتاویٰ" میں ج:۴ ص:۲۹۷ پر تکفیر روافض کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"پھر اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ (روافض) "موول" ہیں تو ان کی "تاویلیں" ہرگز قابل قبول نہیں ہیں، بلکہ ان کے مقابلہ میں تو خوارج اور مانعین زکوٰۃ کی "تاویلیں" زیادہ معقول ہیں، چنانچہ خارجی قرآن کریم کے مکمل اتباع کا دعویٰ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جو حدیث قرآن کے خلاف ہو اس پر عمل کرنا جائز نہیں، (اور یہ روافض تو سرے سے قرآن کو ہی ناقص اور ناقابل اعتماد کہتے ہیں) اسی طرح منکرین زکوٰۃ کا کہنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرمایا ہے: "خذ من اموالهم صدقة" یہ خطاب اور حکم صرف نبی کے لئے تھا، (چنانچہ جب تک نبی نے زکوٰۃ لی، ہم نے نکالی اور دی)، غیر نبی کو زکوٰۃ دینا ہم پر فرض نہیں ہے (کہ ہم زکوٰۃ نکالیں اور اس کو دیں) ، چنانچہ نہ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زکوٰۃ دیتے تھے، اور نہ ہی اپنے مال سے زکوٰۃ نکالتے تھے (مگر اس تاویل کے باوجود ان کو "مرتد" اور "واجب القتل" قرار دیا گیا)۔"

ج:۴ ص:۴۸۵ پر فرماتے ہیں:

"تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد ائمہ "منکرین زکوٰۃ سے جنگ کرنے پر متفق تھے، اگر چہ وہ پنجگانہ نماز بھی پڑھتے تھے، رمضان کے روزے بھی رکھتے تھے مگر اس کے باوجود ان کا کوئی شبہ (تاویل) صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک لائق قبول نہ تھا، اسی لئے وہ مرتد تھے اور منع زکوٰۃ پر ان سے جنگ کی جاتی تھی، اگر چہ وہ نفس زکوٰۃ کے وجوب کے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، اس کے فرض ہونے کے قائل تھے۔"

مانعین زکوٰۃ کو "مسلمان باغی" سمجھنا سخت غلطی اور گمراہی ہے: ص:۲۹۶ پر مزید فرماتے ہیں:

"لیکن جس شخص نے یہ سمجھا کہ ان (مانعین زکوٰۃ) سے جنگ "تاویل کرنے والے مسلمان باغیوں" کی طرح کی گئی ہے، اس نے بہت بڑی غلطی کی اور وہ حق سے بہت دور جا پڑا، اس لئے کہ "تاویل کرنے والے مسلمان باغیوں" کے پاس کم از کم جنگ کرنے کی کوئی لائق قبول تاویل اور معقول وجہ تو ہوتی ہے جس کی بنا پر وہ بغاوت پر آمادہ ہوتے ہیں، اسی لئے علماء حق کا کہنا ہے کہ امام (خلیفہ) کو (جنگ کرنے سے پہلے) ان باغیوں سے خط و کتابت اور نامہ و پیام کرنا چاہیے، اور اگر وہ کسی ظلم و جور کو (اپنی بغاوت کا) سبب بتلائیں تو فوراً اس کا ازالہ کرنا چاہیے، اس سے معلوم ہوا کہ وہ محض بغاوت کی وجہ سے اسلام سے خارج نہیں ہوتے، اس کے برعکس منکرین زکوٰۃ کو بغیر کسی گفت و شنید کے محض زکوٰۃ کی بناء پر مرتد (اور واجب القتل) قرار دیا گیا۔"

بعض مرتبہ تاویل، زوال ایمان کا سبب بن جاتی ہے:...... حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (بغیۃ المرتاد) میں ص:۶۹ پر فرماتے ہیں:

"ہمارا مقصد یہاں صرف اس امر پر متنبہ کرنا ہے کہ عموماً اس قسم کی تاویلیں قطعی طور پر باطل ہوتی ہیں اور جو شخص بھی ان کو اختیار کرتا یا لائق قبول قرار دیتا ہے، وہ خود بسا اوقات اسی جیسی یا بلکہ وہی تاویلیں کر کے گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے، بلکہ بعض اوقات ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور کافر ہو جاتا ہے (لہٰذا ان تاویلات کا دروازہ کھولنا یا کھولنے کی اجازت دینا انتہائی خطرناک ہے۔"

چنانچہ اسی "بغیۃ المرتاد" کے ص:۱۳۵ پر حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس ذیل میں ابن ہود کا تذکرہ کیا ہے، جس کا دعویٰ تھا کہ: "عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت اس پر نازل ہو گئی ہے۔"

جو شخص نبوت کو اکتسابی کہتا ہے، وہ زندیق ہے: "زرقانی" میں ج:۶ نوع ثالث مقصد سادس ص:۱۸۸ پر لکھا ہے:

"ابن حبان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جس شخص کا عقیدہ یہ ہو کہ نبوت "اکتسابی" ہے، (انسان اپنی کوشش و کاوش سے اس کو حاصل کرسکتا ہے، اس لئے) اس کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا یا یہ کہ ولی، نبی سے افضل ہے، وہ شخص "زندیق" ہے، اس کو قتل کر دینا واجب ہے، اس لئے کہ وہ قرآن عظیم اور خاتم النبیین دونوں کی تکذیب کرتا ہے۔"

مصنف علیہ رحمۃ فرماتے ہیں: جس شخص کا عقیدہ یہ ہو کہ نبوت "اکتسابی" ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ نبوت کے "سلب" ہو جانے کا بھی قائل ہو، اور بعینہ یہی عقیدہ یہودیوں کا ہے، چنانچہ بلعم بن باعور کے متعلق یہودی کہتے ہیں کہ بلعم (ملعون و مسوخ ہونے سے پہلے) قوم "مواب" کا نبی تھا جیسا کہ ابن حزم نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔ (بین السطور میں روح المعانی ج ۳، ص ۱۲۱ کی مراجعت کی ہدایت فرماتے ہیں)

فرماتے ہیں: اور یہی کچھ اس مردود شقی (مرزائے قادیان) کا حال ہے، اس لئے کہ آخر وقت میں اس کا ایمان بھی سلب ہو گیا تھا اور یہ بھی بدترین موت مرا ہے۔

نبوت کو اکتسابی ماننے والوں کے قول کی تفصیل اور تردید: ...... شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے "شرح عقیدہ سفارینی" میں ص: ۲۵۷ پر منقول ہے:

ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ نبوت ایک "اکتسابی" کمال ہے (ہر شخص محنت کر کے اس کو حاصل کرسکتا ہے)، چنانچہ مسلمانوں میں زندیقوں کی ایک ایسی جماعت ہوئی ہے جنہوں نے نبی بننے کی کوششیں کی ہیں (حالانکہ یہ عقیدہ سراسر باطل ہے)۔ حاصل (واقعہ) یہ ہے کہ نبوت اللہ تعالیٰ کا ایک "فضل و انعام" ہے، اور "خداداد عطیہ اور نعمت ہے" وہ جس کو یہ شرف بخشنا چاہتا ہے، اسی کو اس سے نوازتا ہے اور نبی بناتا ہے نہ کوئی اپنے علمی کمال سے اس مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے، نہ اپنی محنت اور کوشش و کاوش سے، اور نہ ہی ولایت کی استعداد و قابلیت سے کوئی اس کو پا سکتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ (اپنی حکمت و مصلحت کے تحت) اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتے ہیں، اس نعمت کے ساتھ مخصوص فرما دیتے ہیں، لہٰذا جو شخص نبوت کے "کسبی" ہونے کا مدعی ہے وہ "زندیق" ہے، اس کو قتل کر دینا فرض ہے، اس لئے کہ اس عقیدہ اور قول کا لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ نبوت کا دروازہ بند نہ ہونا چاہیے (اور رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء نہ تھے) اور یہ عقیدہ قرآن حکیم کی نص "وخاتم النبیین" کے بھی مخالف ہے اور "متواتر" حدیث کے بھی خلاف ہے کہ "آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں"۔ اسی لئے ماتن (صاحب عقیدہ سفارینی) نے "الی الاجل" (ایک مدت تک) کا اضافہ فرمایا ہے یعنی نبوت اللہ تعالیٰ کا فضل و انعام ہے، اس

علیم و حکیم پروردگار نے جس کو اس شرف سے نوازنا چاہا ایک مدت تک نوازا اور یہ سلسلہ نوع انسانی کے جد اول حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوا اور حبیب اللہ خاتم الانبیاء محمد ﷺ کی بعثت پر ختم ہو گیا۔"

اس عقیدہ کی سزا..... "صبح الاعشیٰ" میں ج:۱۳ ص ۳۰۵ پر لکھا ہے:

"یہ دونوں عقیدے ان عقائد باطلہ میں سے ہیں، جن پر ان کی تکفیر کی گئی ہے، ایک یہ کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی نبوت کا سلسلہ جاری اور باقی رہنے کے قائل ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خاتم النبیین ہونے کی خبر دے دی ہے، دوسرے یہ کہ نبوت اکتسابی ہے، کوشش و کاوش سے حاصل کی جا سکتی ہے، صلاح صفدی نے "لامیۃ العجم" کی شرح میں نقل کیا ہے کہ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے عمارۃ یمنی نامی شاعر کو صرف اس لئے قتل کیا تھا کہ وہ اس جماعت کا علمبردار تھا جو دولت فاطمیین کے زوال اور خاتمہ کے بعد دوبارہ اس کے احیاء کے لئے میدان میں آئی تھی، جس کی تفصیل اس سے پہلے "مقالہ ثانیہ" "ممالک مصر کی حکومتوں" کے ذیل میں بیان ہو چکی ہے، اور اس جرم کے ثبوت میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے عمارۃ کے قصیدہ کے مذکورہ ذیل شعر پیش کئے تھے:

وكان مبدا هذا الدين من رجل

سعیٰ فاصبح يدعیٰ سيد الامم

ترجمہ..... "اس دین کی ابتداء ایک ایسے شخص (محمد ﷺ) سے ہوئی جو اپنی ذاتی کوششوں اور کاوشوں سے سید الامم کہلانے لگا۔"

دیکھئے اس شعر میں عمارۃ نے کس بے باکی سے حضور ﷺ کی نبوت کو اکتسابی کہا ہے، استغفر اللہ۔

تکفیر کی دلیل ظنی بھی ہو سکتی ہے

یعنی جن دلائل کی بناء پر کسی شخص کو کافر کہا جائے، ان کا قطعی ہونا ضروری نہیں، بلکہ ظنی دلیل بھی کافی ہوتی ہے، بالکل اسی طرح جیسے حالت جہاد میں کسی شخص کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے کے متعلق شک ہو تو ظن غالب سے فیصلہ کیا جاتا ہے، اسی طرح تکفیر کے مسئلہ میں بھی ظن سے فیصلہ کیا جائے گا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ "التفرقہ" میں ص:۷۱ پر فرماتے ہیں:

"یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ کسی کے کافر ہونے یا نہ ہونے کا علم ہر مقام پر قطعی دلیل سے ہونا ضروری ہے، بلکہ تکفیر (کسی کو کافر کہنا) بھی ایک حکم شرعی ہے، جس پر اس شخص کے مال کے مباح اور قتل کے روا ہونے (کا حکم دنیا میں) اور مخلد فی النار ہونے کا حکم (آخرت میں) مرتب ہوتا ہے، لہذا اس حکم کا ماخذ اور ثبوت بھی باقی تمام احکام شرعیہ کے مانند ہوگا، جو کبھی قطعی اور یقینی دلائل پر مبنی ہوتے

ہیں اور کبھی دلائل ظنیہ یعنی ظن غالب پر اور کبھی اس میں شک اور تردد بھی ہوتا ہے، لہذا تکفیر میں جہاں شک وتردد ہوگا، وہاں کافر کہنے یا نہ کہنے میں توقف کرنا بہتر ہے (بہرحال ظنی دلائل تکفیر کا حکم لگانے کے لئے یقیناً کافی ہیں، ان کے موجود ہوتے "توقف" نہیں کیا جائے گا)۔"

تکفیر کا حکم قیاس پر بھی مبنی ہوسکتا ہے:۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ "التفرقہ" میں ص ۳۰ پر فرماتے ہیں:

"الیواقیت میں بھی اسی مسئلہ کو بیان کیا ہے اور امام کردی کی "وجیز" سے نقل کیا ہے (کہ قیاس کی بناء پر تکفیر کی جاسکتی ہے) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کفر بھی مثلاً "رقیت" (غلامی) اور "حریت" (آزادی) کی مانند ایک حکم شرعی ہے، (یعنی جس طرح ہم کسی شخص کے غلام یا آزاد ہونے کا فیصلہ قیاس سے کرسکتے ہیں، اسی طرح کسی شخص کے مسلمان یا کافر ہونے کا فیصلہ بھی قیاس سے کرسکتے ہیں) اس لئے کہ کسی شخص کو کافر کہنے کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں اس کی جان و مال مباح اور آخرت میں اس کے لئے ابدی جہنم ہے (اور یہ ایک حکم شرعی ہے) اس کو ذریعہ علم بھی شرعی ہونا چاہیے (دیگر احکام شرعیہ کی طرح یہ بھی) یا نص سے ثابت ہوگا یا (نص قطعی نہ ہونے کی صورت میں) کسی اور نص قطعی پر قیاس کیا جائے گا، "الیواقیت" میں (کردی کی طرح) خطابی سے بھی یہی منقول ہے۔"

جس تاویل سے دین کو نقصان پہنچتا ہو، اگرچہ اس کی گنجائش بھی ہو تب بھی مؤول کی تکفیر کی جائے گی۔ امام موصوف نے "التفرقہ" میں ص: ۱۶ پر فرماتے ہیں:

"باقی جس تاویل سے دین کو ضرر پہنچے وہ محل اجتہاد اور محتاج غور و فکر ہے، اس کی بھی گنجائش ہے کہ کافر کہا جائے اور اس کی بھی گنجائش ہے کہ کافر نہ کہا جائے، (یعنی اگر غور و فکر سے یہ ثابت ہو کہ اس سے یقیناً دین کو نقصان پہنچتا ہے تو تکفیر کی جائے گی ورنہ نہیں، گویا مدار تکفیر دین کو نقصان پہنچنے پر ہے، تاویل کے لئے وجہ جواز ہونے یا نہ ہونے پر نہیں ہے)۔"

کبھی تاویل کے لئے وجہ جواز ہونے یا نہ ہونے کا معاملہ بھی محل تردد اور محتاج غور و فکر بن جاتا ہے، ایسی صورت میں بھی ظن غالب سے فیصلہ کیا جائے گا:

"التفرقہ" میں ص: ۲۶ پر فرماتے ہیں:

"پھر کچھ بعید نہیں کہ بعض مسائل میں تاویل اس قدر بعید (از فہم و قیاس) ہو کہ اس کے تاویل یا تکذیب ہونے میں شک اور تردد واقع ہو جائے اور غور و فکر کی ضرورت پیش آئے، ایسی صورت میں بھی گمان غالب اور مقتضائے اجتہاد سے فیصلہ کیا جائے گا، اس لئے کہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ یہ (

تکفیر کا) مسئلہ اجتہادی ہے۔"

ایک ہی بات کبھی موجب کفر ہوتی ہے، کبھی نہیں: حضرت مصنف قدس اللہ روحہ فرماتے ہیں: بعض اوقات ایک ہی کلمہ ایک حالت میں موجب کفر ہوتا ہے، اور ایک حالت میں موجب کفر نہیں ہوتا، اسی طرح ایک شخص کے لئے موجب کفر ہوتا ہے اور ایک کے لئے نہیں، مثلاً: "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحب الدباء :"

ترجمہ (رسول اللہ ﷺ "کدو" پسند فرماتے تھے)۔ یہ حدیث سن کر ایک شخص (بطور تاسف) کہے "لا احب الدباء"۔ (مجھے کدو اچھا نہیں لگتا)، اور اس کا مقصد اپنی بکروی اور کم نصیبی کا اظہار ہو، یا صرف واقعہ کا اظہار ہو تو اس کہنے سے کچھ نہیں ہوگا، لیکن اگر یہی حدیث سن کر (بطور کراہت واستحقار) گستاخی اور بے باکی کے انداز میں جیسے ایک برابر کا آدمی دوسرے برابر کے آدمی کے مقابلہ پر کہتا ہے، یہی کلمہ بلند آواز اور گستاخانہ لب ولہجہ میں کہے:

"انا لا احب الدباء"۔ (میں تو کدو کو پسند نہیں کرتا) تو یہی کلمہ موجب کفر ہے۔ اور (توبہ نہ کرے تو) یہ شخص کافر ہے، مقلاّی کی بہت سی جزئیات اسی اصول پر مبنی ہیں۔

مصنف علیہ رحمہ فرماتے ہیں: اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل ماخذوں کی مراجعت کیجئے:

۱:...... "تحفہ اثنا عشریہ" مقدمہ ثانیہ، باب التولی والتبری۔

۲:...... علماء کلام وعقائد کی مسئلہ خلق قرآن میں متکلم اور غیر متکلم کے فرق کی بحث۔

۳:...... علماء کلام وعقائد کی حرام الغیر کو حلال سمجھ لینے میں عالم اور جاہل کے فرق کی بحث۔

ان تمام ماخذوں کی بحث وتحقیق کا حاصل یہی ہے کہ اختلاف حالات کے اعتبار سے احکام مختلف ہوتے ہیں، جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے، جیسا کہ "شرح شفاء" میں ج:۴، ص:۳۸۳ پر مذکور ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی "بغیۃ المرتاد" میں ص:۶۴ پر یہی تحقیق بیان کی ہے "مواہب" "نوع ثالث" مقصد سادس کی مراجعت کیجئے۔

تنبیہ

تکفیر کے لئے تکذیب ضروری نہیں: حضرت مصنف قدس اللہ سرہ ایک اہم نکتہ پر متنبہ فرماتے ہیں:

یاد رکھو! مسئلہ تکفیر پر بحث کرنے والے اکثر علماء نے کسی امر متواتر کے انکار یا تاویل کو تکذیب شارع (شارع علیہ السلام کو جھٹلانے) کا موجب اور مستلزم قرار دیا ہے، اور یہ (تکذیب) یقیناً کفر ہے،

العیاذ باللہ! لیکن مذکورہ ذیل مراجع سے تو ثابت ہوتا ہے کہ تکفیر کا مدار تکذیب پر نہیں ہے، بلکہ کسی بھی "امر متواتر کا انکار، شارع ﷺ کی عملاً اور اعتقاداً اطاعت قبول نہ کرنے اور شریعت کو رد کرنے کے مترادف (اور مستقلاً موجب کفر) ہے، اگر شارع ﷺ کو جھوٹا نہ بھی کہے تب بھی یہ کھلا ہوا کفر ہے، جیسا کہ حموی رحمہ اللہ نے اور ابن عابدین رحمہ اللہ نے "ردالمحتار" میں ج:۳ ص:۳۹۲ پر اور طحطاوی رحمہ اللہ نے کفر کی تعریف کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ (مسئلہ تکفیر میں) تکذیب شارع کا مطلب شارع ﷺ کی اطاعت و انقیاد کو قبول نہ کرنا ہے، نہ کذب کی طرف منسوب کرنا۔ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ نے بھی "تلویح" میں یہی بیان فرمایا ہے۔

کفر کی ایک نئی قسم، محض خواہش نفس اور سرکشی کی بنا پر انکار کرنا:...... حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ "الصارم المسلول" میں ص:۵۲۳ پر فرماتے ہیں:

"کبھی انکار و تکذیب (عدم قبول) ان تمام امور کے یقینی علم کے بعد جن پر ایمان لانا ضروری ہے، محض سرکشی و سرتابی یا نفسانی اغراض کے اتباع پر مبنی ہوتا ہے اور یہ حقیقت میں کفر ہے، اس لئے کہ یہ شخص اللہ اور اس کے رسول کے متعلق وہ سب کچھ جانتا ہے جن کی خبر دی گئی ہے، اور دل میں ان تمام امور کی تصدیق بھی کرتا ہے، جن کی مؤمنین تصدیق کرتے ہیں، لیکن صرف اس وجہ سے کہ (احکام شرعیہ) اس کی اغراض و خواہشات کے موافق نہیں ہیں، ان کو ناپسند کرتا ہے، اور ان سے ناخوش اور ناراض ہے اور کہتا ہے کہ: "میں تو ان کو نہیں مانتا اور نہ میں ان کا پابند ہوں، بلکہ میں تو اس حق کو بغض و غضب کی نظر سے دیکھتا ہوں اور نفرت کرتا ہوں۔" پس یہ کفر کی ایک نئی قسم ہے (کہ دل میں ایمان ہے اور زبان پر کفر) جو پہلی قسم سے مختلف ہے، اور اصول دین کے اعتبار سے اس کا کفر ہونا قطعی طور پر معلوم ہے، قرآن اس قسم کے معاندین و متکبرین کی تکفیر سے بھرا پڑا ہے، بلکہ ایسے کافروں کی سزا اور کافروں سے زیادہ سخت ہے۔"

"ما انزل اللہ" کے اقرار کے باوجود انسان کافر ہو جاتا ہے:

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ہی "الصارم المسلول" میں ص:۵۱۴ پر فرماتے ہیں:

"امام ابو یعقوب ابراہیم بن اسحاق حنظلی رحمہ اللہ نے جو ابن راہویہ رحمہ اللہ کے نام سے مشہور اور امام شافعی رحمہ اللہ و امام احمد رحمہ اللہ کے پایہ کے امام ہیں، فرمایا ہے کہ: "مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو یا اللہ کے رسول کو سب و شتم کیا یا ما انزل اللہ (یعنی دین) کی کسی بھی چیز کو رد کیا، یا کسی بھی نبی کے قتل کا مرتکب ہوا، وہ قطعاً کافر ہے، اگرچہ "ما انزل اللہ" (دین و شریعت) کا

اقرار بھی کرتا ہو۔"

مسلمان ہونے کے لئے صرف زبان سے اقرار کافی نہیں، عمل بھی ضروری ہے:

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ اپنی کتاب "الایمان" میں ص: ۸۴ پر امام حنبل رحمۃ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ امام حمیدی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ:

مجھے بتلایا گیا ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں: کہ جو شخص نماز، روزہ، زکوۃ اور حج (وغیرہ تمام ارکان دین) کا اقرار تو کرتا ہے، مگر مرتے دم تک ان میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہیں کرتا (نہ صرف یہ) بلکہ ساری عمر قبلہ کی طرف پشت کر کے نماز پڑھتا رہے، وہ بھی مسلمان ہے، جب تک صراحۃً انکار نہ کرے، جبکہ یہ معلوم ہو کہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ: "ارکان دین کو عملاً ترک کرنے کے باوجود میں مومن ہوں، اس لئے کہ میں ان تمام فرائض اور استقبال قبلہ کا اقرار کرتا ہوں" (یعنی اس کا عقیدہ یہ ہو کہ مومن ہونے کے لئے صرف زبان سے اقرار کر لینا کافی ہے، عمل کرنا ضروری نہیں ہے)۔ امام حمیدی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: میں نے یہ سن کر کہا کہ یہ تو کھلا ہوا کفر ہے، اور یہ حکم کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علماء اسلام کے (فیصلے کے) خلاف ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین"

ترجمہ...... "اور ان (کفار) کو تو یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ صدق دل سے صرف اللہ کی عبادت کریں (مگر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا، اس لئے جہنمی ہوئے)۔"

اس کے بعد امام حنبل رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ سے بھی سنا کہ جو شخص اس کا قائل ہو (کہ ایمان کے لئے صرف اقرار کافی ہے، عمل ضروری نہیں) وہ کافر ہے، اس لئے کہ اللہ کے حکم اور رسول کی شریعت کو اس نے رد کر دیا۔"

مصنف فرماتے ہیں: خفاجی رحمۃ اللہ کی "شرح شفاء" میں ج: ۴ ص: ۳۸۴ پر بھی یہی مذکور ہے۔

تاویل کلام شارع علیہ السلام کی تنقیص کے مرادف ہے: مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

("ماجاء بہ الشارع" میں مؤول کا) تاویل کرنا درحقیقت صاحب شریعت کی تحقیق (وبیان) میں غلطی نکالنے کے مرادف ہے، اور یہ کہ شارع علیہ السلام کی تحقیق غلطی (اور غلط) ہے، درحقیقت حق وہ ہے جو مؤول کی (خود اس کی) تحقیق ہے۔

یہ (زعم) بلاشک وشبہ کھلا ہوا کفر ہے، اس لئے کہ جس شخص کا زعم یہ ہو کہ میں شریعت کے حقائق (اور اس کے اساسی اصول واغراض) کو صاحب شریعت سے زیادہ سمجھتا ہوں، وہ یقیناً کافر ہے، اگرچہ شارع کی تکذیب (اعاذنا اللہ منہ) اس کے خیال میں بھی نہ ہو۔

پس کسی بھی امر متواتر میں تاویل، جب تک کوئی قطعی اور یقینی دلیل اس کی صحت پر موجود نہ ہو، اس وقت تک العیاذ باللہ! صاحب شریعت کی تجہیل و تحمیق کے مرادف ہے، اور (گویا) جو خلل اور نقص (پناہ خدا!) شارع سے رہ گیا ہے، اس کی اصلاح کے ہم معنی ہے، صرف اس عقیدہ کی بناء پر ہی مؤول کی تکفیر کی جا سکتی ہے، کسی اور دلیل کی مطلق ضرورت نہیں ہے، یہ زعم بذات خود کفر ہے۔

اس لئے کہ وہ امر جس کی تاویل کی جا رہی ہے، اگر "متشابہات" یا "صفات الٰہیہ" میں سے ہے (جن کی حقیقت اور مراد سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا) تو ظاہر ہے کہ صاحب شریعت کی تعبیر سے زیادہ جامع اور بہتر تعبیر کسی کی نہیں ہو سکتی (اس لئے شارع ﷺ صاحب وحی والہام اور علم اولین وآخرین کے مالک ہیں، بڑے سے بڑا صاحب کشف والہام ولی بھی نبی ﷺ کے مقام علم تک نہیں پہنچ سکتا)، اور اگر وہ امر "متشابہات" میں سے نہیں ہے، تب بھی صاحب شریعت کی بیان کردہ مراد کو غلط کہنا کسی صورت میں بھی قابل برداشت اور درست نہیں ہو سکتا) اس لئے کہ شریعت کی مراد کو صاحب شریعت سے زیادہ اور کون سمجھ سکتا ہے؟) ہاں صرف ایک صورت ہے کہ کسی ایسے امر متشابہ کی مراد (جس کے بیان سے صاحب شریعت نے سکوت فرمایا ہے) بطور احتمال بیان کی جائے (تو اس کی گنجائش ہو سکتی ہے) مگر یہ بھی خطرہ سے خالی نہیں، (اس لئے کہ اگر بیان مراد کی گنجائش ہوتی تو شارع سکوت نہ فرماتے) اس لئے اس کی مراد کو اللہ کے سپرد کر دینے میں ہی عافیت ہے، باقی رہے وہ متواتر امور جن کی مراد بالکل واضح (اور بطور تواتر شارع سے منقول) ہے ان کو ظاہری معنی سے ہٹا کر کوئی اور مراد بیان کرنا تو قطعاً کفر ہے، اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتے ہیں:

"فانهم لا یکذبونك ولکن الظالمین بآیات الله یجحدون" (الانعام: ۳۳)

ترجمہ۔۔۔ "بے شک اے نبی! وہ کفار تجھ کو جھوٹا نہیں کہتے، یہ ظالم تو اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔"

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہ (مسئلہ تکفیر پر ہماری کوشش و کاوش ہے) باقی اللہ اور اس کا رسول اس سے زیادہ جانتے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کا علم ہی زیادہ کامل اور محکم ہے، مناسب ہے کہ ہم اس بحث کا خاتمہ، خاتم المحدثین، شیخ المشائخ حضرت شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہ کے بیان پر کریں، حضرت شاہ صاحب کی تحقیق ان کے فطری تفقہ سے اور مشکوٰۃ نبوت سے نکلا ہوا ایک نور ہے۔

خاتمہ

شیخ المشائخ خاتم المحدثین

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس اللہ سرہ کی تحقیق انیق

مسئلہ تکفیر میں ایک تضاد اور اس کی تحقیق: حضرت شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہ "فتاویٰ عزیزیہ" میں ج:۱ص:۳۲ پر فرماتے ہیں:

تضاد: مسئلہ: علامہ تفتازانی رحمہ اللہ "شرح عقائد" میں فرماتے ہیں:

"علمائے اہل کلام کے ان دو اقوال کو جمع کرنا بہت دشوار ہے:

۱:......اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہ کہا جائے۔

۲:......جو شخص قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہو یا (آخرت میں بھی) اللہ تعالیٰ کی رویت (دیدار) کو محال کہتا ہو، یا شیخین (ابوبکر و عمر) رضی اللہ عنہما کو سب و شتم کرتا یا ان پر لعنت بھیجتا ہو (اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو) اس کو ضرور کافر کہا جائے۔"

علامہ شمس الدین خیالی کی تحقیق: محقق شمس الدین خیالی "حاشیہ شرح عقائد" میں فرماتے ہیں:

"علماء اہل سنت کا یہ اصول کہ "صاحب قبلہ کو کافر نہ کہا جائے"۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اجتہادی مسائل کے انکار پر (کسی اہل قبلہ کو) کافر نہ کہا جائے، اس لئے کہ جو شخص ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار کرے اس کی تکفیر میں مطلق کوئی اختلاف نہیں ہے، (ایسا شخص متفقہ طور پر کافر ہے) علاوہ ازیں یہ اصول (کہ اہل قبلہ کافر نہ کہا جائے) صرف امام ابوالحسن اشعری اور ان کے بعض متبعین کا قول ہے، باقی تمام اشاعرہ شیخ اشعری سے اس اصول میں متفق نہیں، اور یہی وہ تمام اشاعرہ ہیں جو معتزلہ اور شیعہ کو ان کے بعض عقائد (جس کا اوپر تذکرہ آیا ہے) کی بنا پر کافر کہتے ہیں۔ لہٰذا ان ہر دو اقوال کو جمع کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، اسی لئے کہ قول اول کے قائلین خود آپس میں متفق نہیں۔"

حضرت شاہ صاحب کا اس تحقیق پر اعتراض: حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس میں کوئی خفا نہیں کہ علامہ خیالی کا جواب اول ایک "عام" اصول اور مسلمہ ضابطہ میں بغیر کسی دلیل کے "تخصیص" کرنے اور "مطلق" کو "مقید" بنانے کے ہم اوف ہے، اور دوسرا جواب اس پر

جتی ہے کہ دونوں قولوں کے قائلین الگ الگ ہیں، حالانکہ (واقعہ یہ نہیں ہے، بلکہ) جو لوگ اس اصول کے قائل ہیں وہی عقیدہ خلق قرآن پر، سب و شتم پر، عالم کو قدیم ماننے پر، علم جزئیات سے انکار پر بھی تکفیر کرتے ہیں (لہٰذا اتضاد موجود ہے، اور جمع و تطبیق کی ضرورت باقی ہے)۔"

میر سید شریف کی تحقیق:

میر سید شریف "شرح مواقف" میں فرماتے ہیں۔

"یاد رکھو! اہل قبلہ کو کافر نہ کہنا، یہ شیخ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ اور فقہا کی تحقیق ہے، جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں، لیکن ہم جب گمراہ فرقوں کے عقائد کی چھان بین کرتے ہیں، تو ان میں بہت سے ایسے عقائد ملتے ہیں جو قطعاً موجب کفر ہیں۔ مثلاً:

۱... اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور معبود کے وجود یا کسی انسان میں اس کے "حلول" سے متعلق عقائد۔

۲... یا محمد ﷺ کی نبوت کے انکار یا آپ ﷺ کی توہین و ذم سے متعلق عقائد و اقوال۔

۳... یا محرمات شرعیہ کو حلال اور فرائض شرعیہ کو ساقط قرار دینا۔

(لہٰذا ہم شیخ اشعری اور فقہا کے اس اصول سے اتفاق نہیں کر سکتے۔ بلکہ اگر کوئی مسلمان فرقہ موجب کفر عقائد و اعمال و اقوال کو اختیار کرے گا تو ہم اس کو ضرور کافر کہیں گے، اگرچہ وہ قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہو اور خود کو مسلمان کہتا ہو)۔"

حضرت شاہ رحمہ اللہ کی تحقیق:

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"(اہل قبلہ سے ہر قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے والا مراد نہیں بلکہ) تحقیق یہ ہے کہ اس مذکورہ بالا مشہور معروف مقولہ میں "اہل قبلہ" سے وہ لوگ مراد ہیں جو ضروریات دین کا انکار نہ کرتے ہوں گویا قبلہ دین سے کنایہ ہے مراد دین کو ماننے والے لوگ) نہ کہ وہ شخص جو صرف قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں:

" لیس البر ان تولو وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر .....الخ

ترجمہ:۔۔۔۔ نیکی اور دین داری صرف یہی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کی جانب منہ پھیر لو، بلکہ نیک اور دین دار وہ شخص ہے جو اللہ (کی ذات و صفات) پر یقین رکھتا ہو (یعنی حیات بعد الموت اور جزائے اعمال) پر ایمان رکھتا ہو...... الخ۔"

ضروریات دین:

..... لہٰذا جو شخص ضروریات دین کا انکار کرتا ہے وہ اہل قبلہ (اور مسلمان) رہتا ہی نہیں، اس لئے کہ محققین کے نزدیک ضروریات دین صرف تین (قسم کے امور) ہیں۔

ا......کتاب اللہ کی آیات کو مدلول (مصداق) بشرطیکہ وہ ایسی صریح نصوص ہو جن میں کوئی تاویل ممکن نہیں، مثلاً ماؤں اور بیٹیوں کی حرمت (یعنی ان سے نکاح حرام ہونا) شراب اور جوئے کی حرمت، یا اللہ تعالیٰ کے لئے علم، قدرت، ارادہ، اور کلام وغیرہ صفات کو ثابت کرنا (یعنی ماننا)، یا مہاجرین وانصار میں سے سابقین اولین (سب سے پہلے ایمان لانے والے صحابہ) سے اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کا عقیدہ اور یہ کہ ان کی تحقیر وتوہین (کسی صورت میں بھی) جائز نہیں۔

۲......لفظی اور معنوی ہی متواتر احادیث خواہ اعتقادیات سے متعلق ہوں، خواہ اعمال واحکام سے، وہ احکام خواہ فرض ہوں، خواہ نفل ہوں، مثلاً اہل بیت رسول اللہ ﷺ سے محبت کا فرض ہونا، خواہ وہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات ہوں، خواہ صاحبزادیاں، جمعہ، جماعت، اذان اور عیدین (وغیرہ شعائر دین) کو ماننا۔

۳......وہ امور جن پر قطعی طور سے امت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے مثلاً صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت (کے برحق ہونے) کا عقیدہ اور اس کے علاوہ امت کے باقی اجماعی عقائد واحکام۔

جو شخص ان امور کو نہیں مانتا، اس کا ایمان معتبر نہیں:— فرماتے ہیں: اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو شخص اس قسم کے عقائد اور احکام کا انکار کرتا ہے، اس کا ایمان کتاب اللہ اور انبیاء پر بھی معتبر نہیں، اس لئے کہ (مثلاً) قطعی اجماع کو غلط کہنا پوری امت کو گمراہ کہنے کے مترادف ہے اور (درج ذیل) قرآن کریم کی آیت کریمہ اور احادیث نبویہ کا انکار ہے:

(۱) "کنتم خیر امة اخرجت للناس" (آل عمران ۱۱۰)

ترجمہ:—تم تو وہ بہترین امت ہو جس کو لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

(۲) ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ و یتبع غیر سبیل المؤمنین. (النساء ۱۱۵)

ترجمہ......جو کوئی ہدایت کے ظاہر ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا اور مومنین کی راہ کے علاوہ کوئی اور راہ اختیار کرے گا۔

(۳) لا تجتمع امتی علی الضلالة .

ترجمہ......(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) کہ میری امت گمراہی پر مجتمع اور متفق نہیں ہوگی

شاہ صاحب فرماتے ہیں یہ حدیث از روئے معنی متواتر ہے۔ لہٰذا اس قسم کے امور کا منکر اہل قبلہ مسلمان ہے ہی نہیں۔

ضروریاتِ دین کی تعریف:۔۔۔۔ چنانچہ بعض علما نے ضروریاتِ دین کی تعریف یہ کی ہے وہ عقائد اور احکام جن کے دین ہونے کا علم مسلم اور غیر مسلم سب کو یکساں ہو۔"

اس تعریف کے متعلق حضرت مصنفؒ کی رائے:۔۔۔۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہماری نظر سے جو کتابیں گزری ہیں ان میں تو "ضروریاتِ دین" کی تعریف یہ کی گئی ہے: "وہ عقائد و احکام جن کا علم ہر خاص و عام (عالم و جاہل) کو یکساں ہو۔"

شیخ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کے مقولہ کے متعلق شاہ صاحب رحمہ اللہ کی رائے:

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مختصر یہ کہ شیخ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ اور فقہاء کا یہ قول "لا نکفر احدا من اھل القبلۃ" ایک مجمل (اور محتاج تفصیل) کلام ہے۔ یہ اپنے عموم پر بے شک باقی ہیں لیکن اہل قبلہ اور غیر اہل قبلہ کی تعیین و تمیز نہایت اہم تفصیل کو چاہتی ہے کہ اہل قبلہ کون ہے اور کون نہیں؟ (جس کا حاصل اور تحقیق وہی ہے جو اوپر گزر چکی ہے)

اجتہادی مسائل کے منکرین کی تکفیر جائز نہیں:۔۔۔ فرماتے ہیں: ہاں بعض فقہاء نے جو ایسے اجتہادی مسائل کے منکرین کی تکفیر کی ہے، جو ایک گروہ کے نزدیک مشہور و معروف ہیں، ایک گروہ کے نزدیک نہیں مثلاً کسم میں رنگے ہوئے (گیروے رنگ کے) کپڑے پہننے کی حرمت وغیرہ یہ تکفیر نہایت رکیک ہے اور یہ طریقہ غلط مسلک ہے۔

ایک اور نظریہ:۔۔۔ بعض فقہاء نے اصول اور فروع میں فرق کیا ہے، چنانچہ اصولی عقائد و احکام کے منکرین کو کافر کہتے ہیں اور فروعی عقائد و احکام کے منکرین کو کافر نہیں کہتے۔

اس نظریہ کے متعلق شاہ صاحب کی رائے:۔۔۔۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اگر ان حضرات کی مراد نفس اعمال ہیں (یعنی جو شخص اصولی عقائد و اعمال کا انکار کرے وہ اہل قبلہ نہیں ہے) تو ٹھیک ہے ہم اس نظریہ کو خوش آمدید کہتے ہیں، اور اگر ان کی مراد ان اعمال کے فرض یا سنت وغیرہ ہونے کا اعتقاد ہے، (یعنی نفس اعمال کا انکار نہ کرے مگر ان کے فرض یا سنت ہونے کا انکار کرے) تو ہم اس اصول اور فروع کے فرق کو نہیں مانتے، اس لئے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص مثلاً زکوۃ کے فرض ہونے، عہد کو پورا کرنے کے واجب ہونے پنجگانہ نمازوں کے فرض اور اذان کے مسنون ہونے کا منکر ہو وہ یقیناً کافر ہے۔ ابتدائے اسلام میں مانعین زکوۃ سے باتفاق صحابہ رضی اللہ عنہم جنگ کرنا اس کا واضح ثبوت ہے (کہ جو شخص فرائض شرعیہ میں سے کسی بھی فرض کی فرضیت

کا انکار کرے) اگرچہ اصل عمل کا انکار نہ بھی کرے وہ کافر ہے)۔"

کفر تاویلی: ...فرماتے ہیں:

"ہاں بعض احکام میں کفر تاویلی معتبر ہوتا ہے (یعنی مؤول کسی تاویل کی بناء پر انکار کرتا ہے اس لئے اس کو کافر نہیں کہا جاتا) لیکن ایسے واضح اور روشن امور میں تاویل نہیں سنی جاتی، جیسا کہ مانعین زکوٰۃ کی تاویل نہیں سنی گئی جو قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت سے استدلال کرتے ہیں: "ان صلوٰتك سكن لهم۔" (بے شک آپ ﷺ کی نماز (دعا) ان کے لئے سکون کا موجب ہے)۔ (یعنی مانعین زکوٰۃ کہتے تھے جس طرح آپ ﷺ کی نماز (دعا) کا موجب سکون ہونا آپ کے ساتھ مخصوص تھا، اسی طرح: (خذ من اموالهم صدقة تطهرهم) کا حکم (آپ ﷺ ان کے مال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) لیجئے، یہ صدقہ ان کے اموال کو پاک کردے گا)۔ کا حکم بھی آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا، اسی طرح فرقہ "حروریہ" یعنی خوارج کی تاویل نہیں سنی گئی جو "ان الحكم الا لله ـ" (حکم صرف اللہ کیلئے ہی ہے) کی بناء پر "تحکیم" کے باطل اور موجب کفر ہونے پر استدلال کرتے تھے۔ (اور ان تمام صحابہ کرام ؓ کو کافر کہتے تھے جنہوں نے حکم کی تجویز کو قبول کیا)۔

کن امور پر تکفیر نہ کرنی چاہئے: ...فرماتے ہیں:

"باقی قرآن کے مخلوق ہونے کا عقیدہ، یا اللہ کی رویت کا انکار (محال سمجھ کر)، یا اللہ تعالیٰ کی صفت علم کو بطور کلی تسلیم کر لینے کے بعد ہر ہر جزئی کے تفصیلی علم کا انکار، ایسے نظری اور استدلالی امور پر کسی کو کافر کہنے کا اقدام نہ کرنا چاہیے، اس لئے کہ ان امور کے مخالفین قرآن وحدیث کی کسی صریح اور قطعی نص کا انکار نہیں کرتے (یعنی یہ امور ایسی واضح اور قطعی نصوص سے ثابت نہیں جن میں فی نفسہ تاویل کی گنجائش نہ ہو اور جس حد تک نصوص قطعیہ سے ثابت ہیں اس کا اعتراف کرتے ہیں)۔"

ایک اعتراض اور اس کا جواب کفر اور ایمان میں تقابل عدم وملکہ ہے: ۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:

"اگر یہ کہا جائے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ اہل قبلہ سے وہی لوگ مراد ہیں جو تمام ضروریات دین کی تصدیق کرتے ہوں اور اہل قبلہ کا لفظ اس پر کیونکر دلالت کرتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کفر اور ایمان ایک دوسرے کے مقابل ہیں، اور ان میں تقابل "عدم وملکہ" کا ہے، اس لئے کہ "کفر" کے معنی ہیں عدم ایمان، اور جن دو چیزوں میں "عدم وملکہ" کا تقابل ہوتا ہے ان کے درمیان مصداق کے اعتبار سے واسطہ (یعنی تیسری صورت) نہیں ہوتا، اگرچہ فی نفس الامر واسطہ

ممکن ہو۔ مثلاً نابینا اور بینا، کہ نابینا اس شخص کو کہتے ہیں جس کو بینا ہونا چاہئے مگر نہیں ہے، اور ظاہر ہے کہ جس مخلوق کو بینا ہونا چاہئے وہ دو حال سے باہر نہیں، بینا ہو گا یا نابینا، یہ ممکن نہیں کہ وہ نہ بینا ہو اور نہ نابینا، بلکہ تیسری حالت ہو، اسی طرح اس میں شبہ نہیں کہ ایمان کو وہ شرعی مفہوم جو قرآن و حدیث اور تفسیر و عقائد و کلام کی کتابوں میں معتبر ہے، وہ یہی ہے کہ نبی ﷺ کی ان تمام امور وغیرہ میں تصدیق کرنا جس کے متعلق قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہو کہ آپ ﷺ (بحیثیت رسول) ان کو لے کر آئے ہیں، اور ایسے شخص کا تصدیق کرنا جو اس تصدیق کا اہل ہو (یہ قید اس لئے کہ یہ تینوں عقل و خرد اور علم و معرفت سے عاری اور نااہل ہیں، اسی لئے نہ یہ ایمان کے مکلف (اہل) ہیں اور نہ ان کا ایمان معتبر ہے)

یہ تو "ایمان" کی تعریف ہوئی، اور "کفر" کے معنی ہیں کہ جو شخص اس تصدیق کا اہل ہو وہ ان امور شرعیہ میں رسول اللہ ﷺ کی تصدیق نہ کرے، جن کو وہ یقینی طور پر جان سکتا ہے کہ آپ ﷺ ان کو لے کر دنیا میں آئے ہیں۔

فرماتے ہیں:

"کفر کی یہ تعریف بعینہ وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے، کہ ضروریات دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرنا کفر ہے اور منکر کافر ہے (لہٰذا کسی بھی امر ضروری کے منکر کو مسلمان اور اہل قبلہ نہیں کہا جا سکتا)۔"

کفر کی چار قسمیں: فرماتے ہیں:

"ہاں اس تصدیق نہ کرنے کے چار مرتبے (اور صورتیں) ہیں:

۱۔۔۔ "کفر جہل" (جہالت پر مبنی کفر) یعنی رسول اللہ ﷺ کے ان امور میں، جن کو لے کر آپ ﷺ کا دنیا میں آنا یقینی اور قطعی ہے، تکذیب اور (انکار) کرنا، اس علم و یقین کے ساتھ کہ آپ ﷺ (اس منکر کے زعم کے مطابق) اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں، ابوجہل اور اس کے ہمنواؤں کا کفر اسی قسم کا ہے۔

۲۔۔۔۔۔ (کفر جحود و عناد) (عناد اور جحود (جان بوجھ کر نہ ماننے) پر مبنی کفر) یعنی یہ جانتے ہوئے کہ آپ ﷺ اپنے دعووں میں بالکل سچے ہیں، پھر محض ضد اور عناد کی وجہ سے آپ ﷺ کو جھوٹا کہنا، جیسا اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کا کفر ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

الذین اتیناھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم ۔" (البقرۃ: ۱۴۶، الانعام: ۲۰)

ترجمہ:۔۔۔۔۔ "جن کو ہم نے آسمانی کتاب دی ہے وہ آپ ﷺ کو ایسے ہی (نبی برحق) پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں (کہ یہ ہمارے بیٹے ہیں)۔"

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں

"وجحدوا بها واستیقنتها انفسهم ظلما وعلوا۔" (النمل ۱۴)

ترجمہ: ..."(ان اہل کتاب نے) محض ہٹ دھرمی اور تکبر کی بنا پر آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کر دیا۔ حالانکہ ان کے نفسوں کو آپ ﷺ کی نبوت کا یقین کامل ہے۔"

فرماتے ہیں:

ابلیس لعین کا کفر بھی اسی قسم کا ہے۔

۳:..... "کفر شک" (وہ کفر جو شک و تردد پر مبنی ہو)

جیسا کہ اکثر منافقین کا کفر ہے (کہ ان کو آپ ﷺ کے نبی ہونے میں تردد تھا)

۴:..... "کفر تاویل" (وہ کفر جو کسی تاویل پر مبنی ہو) یعنی نبی ﷺ کے کلام کی وہ مراد بتانا جو آپ ﷺ کی مراد نہیں (جیسے اللہ تعالیٰ کے "اطیعوا اللہ" میں مرکز اطاعت مراد لینا) یا آپ ﷺ کے کلام کو "تقیہ" یا "مصلحت" کی رعایت پر محمول کرنا (جیسے شیعہ اور روافض ان احادیث کی تاویل کرتے ہیں جو افضلیت شیخین سے متعلق ہیں)۔"

شیخ بخش فرماتے ہیں

"چونکہ (نماز میں) قبلہ کی جانب رخ کرنا ایمان (اور مومنین) کی خصوصیات میں سے ہے، خواہ از روئے عقیدہ (خاصہ شاملہ" کہ خواہ از روئے عمل "خاصہ غیر شاملہ" اس لئے علماء نے اپنے اقوال میں اہل ایمان کو اہل قبلہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ جیسا کہ حدیث مندرجہ ذیل میں "مصلی" (نمازی) کنایہ مسلمان سے ہے۔ "نہیت عن قتل المصلین" (مجھے نماز پڑھنے والوں کے قتل سے منع کیا گیا ہے) اس حدیث میں "مصلین" سے یقیناً مومنین مراد ہیں۔

علاوہ ازیں قرآن کریم کی مذکورہ ذیل نص صریح بتلاتی ہے کہ اہل قبلہ وہی لوگ ہیں جو نبی ﷺ کی ان تمام امور میں تصدیق کرنے والے ہیں جن کو آپ ﷺ کا (بحیثیت پیغمبر) لے کر آنا یقینی طور پر معلوم ہے۔

"وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ." (البقرۃ ۲۱۷)

ترجمہ: "اور اللہ کی راہ (دین) سے لوگوں کو روکنا اور اس کا انکار کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور اہل حرم کو حرم سے نکالنا اللہ کے نزدیک سب سے بڑا کفر ہے۔"

مصنف فرماتے ہیں کفر کی یہ چار قسمیں جو حضرت شاہ صاحب نے بیان فرمائی ہیں "معالم التنزیل" وغیرہ کی تفاسیر میں بھی آیت کریمہ "ان الذین کفروا سواءٌ علیهم

الخ'' کے ذیل میں مذکور ہیں، نیز ''نہایہ'' ابن اثیر میں ان کا ذکر موجود ہے۔

حضرت شاہ صاحب سے ایک استفتاء اور اس کا جواب، ''رکیک تاویلات'' کرنے والے کا حکم:

''فتاویٰ عزیزی'' میں ج:۱ص:۱۵۶ پر فرماتے ہیں:

سوال:۔ زید حدیث شریف کے معنی میں ایسی رکیک اور بے سروپا تاویلات کرتا ہے جن سے حدیث کا انکار لازم آجاتا ہے، فقہی احکام کی رو سے زید پر کیا گناہ لازم آتا ہے؟ بیان فرمائیں!

جواب:۔ قرآن وحدیث کی تفسیر اور معنی بیان کرنے کے لئے سب سے پہلے علم صرف ونحو ولغت و اشتقاق، معانی وبیان اور علم فقہ، اصول فقہ، عقائد وکلام، نیز احادیث وآثار، تاریخ وسیرت کا علم حاصل ہونا ضروری ہے۔ ان علوم کو حاصل کئے بغیر قرآن وحدیث کے معنی بیان کرنے کی جرأت کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ہر صاحب مذہب قرآن وحدیث سے ہی (اپنے مسلک کی حقانیت پر) استدلال کرتا ہے اور اپنے مخالفین کے شبہات (واعتراضات) کا جواب دینے کے لئے تاویل پر مجبور ہوتا ہے، اور قرآن وحدیث میں اپنے مذہب کے موافق تاویل کو حق سمجھتا ہے (کہ جو مطلب قرآن وحدیث کا میں نے سمجھا ہے وہی صحیح ہے) اور اپنے مذہب کے خلاف معنی کو باطل سمجھتا ہے (ایسی صورت میں) حق وباطل کی معرفت کا معیار ''صحابہ'' نے آنحضرت ﷺ سے بالمشافہ تعلیم کے وقت حالی اور مقالی قرائن کی مدد سے جو کچھ سمجھا، اور حضور ﷺ نے اس کی صراحۃً تغلیط نہیں فرمائی، وہی حق ہے اور واجب القبول۔

لہٰذا یہ رکیک تاویلات کرنے والا اگر پہلے فریق سے ہے (یعنی علوم ضروریہ کی تعلیم سے کورا اور ناواقف ہے) تو اس کے حق میں تو (احادیث میں) شدید وعید آئی ہے، حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

"من فسر القرآن برایہ فلیتبوء مقعدہ من النار"

(اتحاف ج:۱ص:۲۰۳ طبع دارالفکر بیروت، ترمذی ج:۲ ص:۱۱۹، ابواب التفسیر)

ترجمہ: ''جس شخص نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی اس کو چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کو بنالے''

اس معاملہ (بیان مراد) میں قرآن وحدیث کا حکم ایک ہے، اس لئے کہ انہی دونوں پر دین کی بنیاد قائم ہے، علاوہ ازیں عربی زبان میں حقیقت بھی ہے، مجاز بھی، ظاہر بھی ہے اور مؤول بھی، ناسخ بھی اور منسوخ بھی (تو ایک جاہل انسان کس طرح ان میں سے کسی ایک کو متعین کرسکتا ہے؟ اور اس کا فیصلہ اور سمجھ کیسے معتبر ہوسکتی ہے؟۔

اور اگر یہ تاویل کرنے والا دوسرے فریق میں سے ہے (یعنی علوم مذکورہ کا عالم ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین کے بیان کردہ معنی اور مراد کے خلاف کوئی اور معنی و مراد بتلاتا ہے) تو یہ شخص "مبتدع" ہے لہٰذا اس کی بدعت (تاویل) پر غور کرنا پڑے گا، اگر قطعی دلائل یعنی متواتر نصوص اور قطعی اجماع کے خلاف تاویل کرتا ہے تو اس کو کافر سمجھنا چاہئے اور اگر ظنی یعنی قریب بہ یقین دلائل کا خلاف کرتا ہے، مثلاً حدیث مشہور اور اجماع عرفی کا مخالف ہے تو اس کو فاسق اور گمراہ کہا جا سکتا ہے کافر نہیں، اور اگر اختلاف کرنے والا ان دونوں فریقوں میں سے نہیں ہے تو اس کے اختلاف کو "اختلاف امتی رحمة" کے قبیل سے سمجھنا چاہئے۔

لیکن ان تینوں مرتبوں اور فریقوں میں فرق و امتیاز کرنے کے لئے بہت بڑے وسیع علم کی ضرورت ہے ظاہر یہ ہے کہ یہ رکیک تاویلات کرنے والا شخص زید جاہلوں اور ناوانوں کے فریق میں سے ہے، لہٰذا اس کو "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" کے سلسلہ میں جو زجر و وعید اور جہنمی ہونے کا استحقاق احادیث میں وارد ہوا ہے اس سے آگاہ کر کے اس برے کام سے باز رکھنا چاہئے، اور عوام الناس کو سخت تاکید کر دینی چاہئے کہ اس شخص سے گفتگو نہ کریں اور نہ اس کی بات سنیں۔ اور اگر یہ دوسرے فرقے (مبتدعہ) میں سے ہے اور اس کا مذہب معلوم ہے، مثلاً وہ رافضی، خارجی، یا معتزلی ہے، یا فرقہ مجسمہ سے تعلق رکھتا ہے تو علماء المسلمین پر اس کے مذہب و مسلک کی حقیقت کو ظاہر کر دینا چاہئے (تاکہ لوگ اس کے پاس نہ جائیں اور اس کی بات نہ سنیں) اور اگر وہ اپنے گمراہ عقائد کو مسلک اہل حق کے لباس میں پیش کرتا ہے اور چھپاتا ہے تو اس کی تاویلات و توجیہات کو ہمارے پاس لکھ کر بھیج دیں، تاکہ ہم اس کا حکم لکھ کر روانہ کر دیں"۔

والسلام!

مسجدوں سے ملحدوں کا اخراج اور داخل ہونے کی ممانعت

حدیث سے ثبوت۔ مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ تفسیر ''روح المعانی'' وغیرہ میں آیت کریمہ ''سنعذبهم مرتين'' کی تفسیر کے تحت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت مذکور ہے، ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اوسط'' میں اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین نے اس کی تخریج کی ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ اسی اثنا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے فلاں تو کھڑا ہو تو منافق ہے، ابھی مسجد سے نکل جا، اے فلاں تو کھڑا ہو تو بھی منافق ہے، ابھی مسجد سے نکل جا۔'' غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک منافق کا نام لے کر مسجد سے نکال دیا اور علی الاعلان رسوا فرمایا۔''

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے کھڑے ۳۶ منافقوں کو نام بنام کھڑا کر کے مسجد سے نکال دیا۔●

تفسیر ''ابن کثیر'' میں بھی یہ روایت مذکور ہے، ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ''سیرت'' میں ان منافقوں کا نام بنام اس طرح ذکر کیا ہے کہ تمام مجرم الگ اور ممتاز ہو گئے اور نام گنانے کے بعد ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ''یہ منافق مسجد نبوی میں بیٹھا کرتے اور مسلمانوں کی باتیں سنا کرتے تھے (اور مخبری کرتے تھے) نیز مسلمانوں کا اور ان کے دین کا (آپس میں) مذاق اڑایا کرتے تھے، چنانچہ ایک دن اس گروہ کے کچھ آدمی مسجد نبوی میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا یہ لوگ سر سے سر ملائے چپکے چپکے باتیں کر رہے ہیں، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد سے نکال دینے کا حکم دیا، چنانچہ بڑی سختی کے ساتھ یہ لوگ مسجد سے نکال دیئے گئے۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: یہی نہیں بلکہ اس شخص (ذوالخویصرہ) کے لئے تو نماز کی حالت میں قتل کر دینے کا حکم دینا بھی ثابت ہے، جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''یہ اور اس کے ساتھی قرآن تو

● حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ وہ (منافقین) سب کے سب [illegible] (کہ [illegible] ۳۳۲ [illegible] حذیفہ [illegible] ۹۱۳ [illegible])

پڑھتے ہیں مگر وہ ان کے حلقوم سے آگے نہیں بڑھتا۔ یہ لوگ دین سے تیر محسوس طریق پر نکل جائیں گے۔" (مگر وہ شخص اتفاق سے کہیں غائب ہوگیا اس لئے بچ گیا) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے "مسند احمد" ج ۳ ص: ۱۵ پر اس روایت کی تخریج کی ہے علاوہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "فتح الباری" میں ج ۱۲ ص ۲۶۵ پر فرماتے ہیں۔

"اس روایت کی سند بہت عمدہ ہے، اور جابر رضی اللہ عنہ کی روایت اس کی مؤید ہے، جس کی تخریج ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں کی ہے، اس کے راوی بھی سب ثقہ ہیں۔"

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: بلکہ "کنز العمال" ج: ۵ ص: ۲۹۸ اور "مستدرک حاکم" ج: ۳ ص: ۴۵ میں ابن ابی سرح وغیرہ کو تو مسجد حرام میں بھی قتل کردینے کا حکم وارد ہے۔ یہ ابن ابی السرح مردود کہا کرتا تھا کہ: "اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس وحی آتی ہے تو میرے پاس بھی ضرور وحی آتی ہے۔ ●

قرآن سے ثبوت: مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ●: قرآن حکیم میں بھی اللہ تعالیٰ ارشاد

● حضرت مصنف رحمہ اللہ حاشیہ میں (حوالوں کے درمیان) لکھتے ہیں: "شرح مواہب" (لدنیہ) کے اندر ہے "فتح مکہ کے ذیل میں بھی (یہ واقعہ) اسی طرح بیان کیا ہے اسی طرح حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے "فتاوی ابن تیمیہ" کی چوتھی جلد میں صفحہ ۱۹۱ پر اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بھی لکھا ہے۔

● نیز حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ انہیں (قادیانیوں) میں سے ایک سے مجھے سابقہ پڑا، اس نے کہا "ہمارا تو قرآن پر ایمان ہے اور قرآن میں آیا ہے "ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ۔ الخ" (اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں (میں داخل ہونے سے مسلمانوں) کو روکے (اور منع کرے)"۔ میں نے اس کے جواب میں کہا: ہمارا بھی قرآن پر ایمان ہے اور قرآن میں آیا ہے: "ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او قال اوحی الی ولم یوح الیہ شیء" (اور اس سے بڑھ کر ظالم (کافر) کون ہے جو اللہ پر بہتان لگائے (کہ اللہ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے) یا یہ کہے (دعویٰ کرے) میرے پاس وحی بھیجی گئی ہے حالانکہ اس کے پاس مطلق کوئی وحی نہیں بھیجی گئی) تو آیت سن کر وہ کافر بہت حیران رہ گیا، جیسے سانپ سونگھ گیا۔ یہ [illegible] شہر میرٹھ کا واقعہ ہے، وہاں مسلمانوں نے قادیانیوں کو مسجد میں داخل ہونے سے روک دیا تھا کہ تم مسلمان نہیں کافر ہو تم مسجد میں داخل نہیں ہوسکتے۔ مرزائیوں نے مسلمانوں کے خلاف عدالت میں دعوی دائر کردیا، حاکم عدالت ایک عیسائی جج تھا، اس نے کہا "میں فریقین کے علماء کے بیانات سننا چاہتا ہوں۔" چنانچہ مرزائیوں کی طرف سے بڑے بڑے جغادری مناظر جمع ہوگئے اور عدالت میں مناظرے ہوئے۔
مسلمانوں نے حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو دیوبند سے بلایا، آپ معاملہ کی نزاکت محسوس کرکے مقررہ تاریخ پر میرٹھ تشریف لے آئے، مرزائیوں کی طرف سے مشہور و معروف [illegible] مرزائی مناظر تھا، اس نے عدالت کے کمرے میں بڑے جوش و خروش کے ساتھ مذکورہ بالا پہلی آیت پڑھی اور کہا کہ ہم مسلمان ہیں مگر ہمارے مخالف ہمیں مسجد میں داخل ہونے سے روکتے ہیں، یہ بالکل قرآن کے حکم کے صریح خلاف ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت آہستگی اور متانت و وقار کے ساتھ کھڑے ہوکر اس کے جواب میں مذکورہ بالا دوسری آیت پڑھ دی کہ تم مسلمان نہیں ہو، اس لئے کہ تم مرزا غلام احمد کو صاحب وحی والہام نبی مانتے ہو، اس لئے اس آیت کریمہ سے مرزا بھی کافر اور تم بھی کافر ہو، لہٰذا مسلمان تم کو مسجد میں داخل ہونے سے روکنے میں بالکل حق بجانب ہیں، اس لئے کہ قرآن کریم کی آیت کریمہ "انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر" میں مسجد میں داخل ہونے کا حق صرف مومنوں کے لئے مخصوص کردیا گیا ہے مسلمان قرآن کے اسی صریح حکم پر عمل کررہے ہیں اس لئے بحکم قرآن تم مسجد میں نہیں داخل ہوسکتے۔ یہ تقریر [illegible]
[illegible]
مرزائی اس واقعہ کے بعد اپنے دلائل [illegible] کسی مرزائی کی [illegible] جرأت نہیں ہوئی۔

فرماتے ہیں:

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِى النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾ (سورۃ التوبہ: ۱۸،۱۷)

ترجمہ:..... ''مشرکوں کو اپنے خلاف کفر کی شہادت دیتے ہوئے اس کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں ___ اللہ کی مسجدوں کو تو صرف وہی لوگ آباد کرتے ہیں، جو اللہ اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہیں ___ الخ''۔

فرماتے ہیں: اور اگر بالفرض یہ کوئی مسجد تعمیر کرتے بھی تو وہ شرعاً مسجد نہ ہوتی (جیسے مسجد ''ضرار'' کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ڈھا دی گئی اس لئے کہ وہ مسجد نہ تھی)

جو مستحق تکفیر ہے اس کا حکم مرتد کا سا ہے:..... مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''تنویر الابصار'' میں ''ذمیوں کی وصیتوں'' کے ذیل میں فرماتے ہیں:

''گمراہ فرقہ کا کوئی آدمی اگر اپنی گمراہی کی بنا پر تکفیر کا مستحق نہیں ہے تو وصیت کے بارے میں اس کا حکم مسلمان کا سا ہے، اور اگر تکفیر کا مستحق ہے تو اس کا حکم مرتد کا سا ہے (کہ اس کا کوئی تصرف معتبر نہیں ہوتا)''۔

❁❁❁❁❁❁

خلاصۂ کتاب

تصنیف رسالہ ہٰذا کا مقصد:___ مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: یہ رسالہ مذکورہ ذیل احکام شرعیہ کو ثابت کرنے کیلئے لکھا گیا ہے:

ا:..... ضروریات دین (دین کے قطعی اور یقینی عقائد و احکام) میں کوئی تصرف، تاویل اور ان کی جو مراد اب تک امت نے سمجھی ہے، اس کے علاوہ کوئی اور مراد، مثلاً تا، اور ان کی جو عملی صورت تواتر سے ثابت ہے، اس سے نکال دینا، سب کفر کا موجب ہے، اس لئے کہ وہ لفظی یا معنوی متواتر نص جس کے معنی اور مراد کھلی ہوئی اور واضح ہو (جس طرح کے الفاظ اور معنی متواتر ہوتے ہیں، ایسے ہی) اس کی

مراد بھی متواتر ہوتی ہے، لہٰذا اس مراد میں کوئی بھی تاویل کرنا (اور مراد کو بدلنا) شریعت کے ایک یقینی امر کو رد کرنے کے مراداف اور کھلا ہوا کفر ہے) اگرچہ متاول (براہ راست) صاحب شریعت کی تکذیب یا اس کا ارادہ بھی نہ کرے۔

۲:......اور یہ کہ اس شخص کا حکم یہ ہے کہ (یہ کافر ہو گیا) اس سے توبہ کرائی جائے (اگر توبہ نہ کرے تو کفر کا حکم لگا دیا جائے، اسلامی حکومت ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے)۔

ایک زعم باطل کی تردید: بعض علماء کا خیال ہے کہ (محض توبہ کے لئے کہنا کافی نہیں ہے۔ بلکہ اس حد تک سمجھانا ضروری ہے کہ) اس کے دل میں یقین ڈال دیا جائے اور کلی طور پر اس کو مطمئن کر دیا جائے، اس کے بعد بھی اگر وہ راہ عناد اختیار کرے تب کفر کا حکم لگایا جائے ورنہ نہیں۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ خیال قطعاً باطل ہے، اس لئے کہ اس نظریہ کے مطابق تو دین کی کوئی مستحکم اور غیر متبدل حقیقت ہی باقی نہیں رہتی، بلکہ دین محض انسانی رائے اور خیال کے تابع ہو کر رہ جاتا ہے اور نظر و فکر ہی دین کا مدار بن جاتے ہیں (گویا جس زمانہ کے لوگ اپنی رائے اور قیاس کے مطابق جس کو دین قرار دے دیں گے بس وہی دین ہو گا) اور یہ قطعاً باطل اور غلط ہے۔ بلکہ "ضروریات دین" کا علی حالہا برحق ہونا ایک طے شدہ حقیقت اور افہام و تفہیم سے بالاتر ہے (کسی کے باور کرنے نہ کرنے پر قطعاً موقوف نہیں) جو ان پر (بے چون و چرا) ایمان لے آئے اور ان کو حق مان لے وہ اللہ کے دین کا متبع اور مومن ہے، اور جو ان کا انکار کرے اور نہ مانے (خواہ کسی بھی وجہ سے نہ مانے) وہ کافر ہے، خواہ کفر کا قصد کرے یا نہ کرے، (جیسا کہ آیت کریمہ: الراسخون فی العلم یقولون ...الخ" اس پر دال ہے کہ "سمجھ میں آنے نہ آنے" پر ایمان کا مدار نہیں ہے) صرف اجتہادی (اور اختلافی) مسائل میں رائے و قیاس (اور نظر و فکر) پر مدار ہوتا ہے (کہ ہر لائق اجتہاد عالم دین اپنی سمجھ اور رائے کے مطابق نصوص شرعی کی جو مراد اور معنی متعین کرتا ہے، اسی کو مانتا ہے اور اختیار کرتا ہے)

اور "ضروریات دین" کے باب میں تو جیسے حقائق اشیاء کے منکر "عنادیہ" اور "عندیہ" کہلاتے ہیں اور ان میں شک اور تردد کرنے والے "لا ادریہ" اور "شاک" کہلاتے ہیں، ایسے ہی "ضروریات دین" کے منکرین "معاندین" اور "ملحدین" کہلاتے ہیں، اور ان میں شک و تردد کرنے والے "متردد دین" اور "منافقین" کہلاتے ہیں، اور سب کافر ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ، جہل عذر نہیں ہے: ......فرماتے ہیں۔ اور جن علماء نے کلمۂ کفر سے ناواقفیت (کہ اس کلمہ کے کہنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے) کو عذر قرار دیا ہے، ان کی مراد ضروریات

دین کے علاوہ دوسرے امورِ شرعیہ ہیں (مثلاً مسائل اختلافیہ یا نظریہ کہ ان میں ناواقفیت کی صورت میں منکر کو کافر نہیں کہا جا سکتا) جیسا کہ "امر ثالث" کے ذیل میں ہم "فتح الباری" کی عبارتوں کے فوائد کے سلسلہ میں اس پر متنبہ کر چکے ہیں، اسی طرح "الاشباہ والنظائر" اور اس کے حاشیہ کی نقول کے ذیل میں بھی اس کی تصریح گزر چکی ہے، ان تصریحات کے علاوہ "خلاصۃ الفتاوی" میں فرماتے ہیں۔

"وجوہ کفر میں سے ایک صورت یہ ہے کہ ایک شخص اپنی زبان سے کلمہ کفر کہتا ہے اور اس کو یہ خبر نہیں کہ اس کلمہ کے کہنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے، مگر وہ کہتا ہے اپنے قصد و اختیار اور مرضی سے (کسی کے دباؤ یا جبر سے نہیں کہتا) تو جمہور علماء کے نزدیک یہ شخص کافر ہے اور ناواقفیت کی بناء پر اس کو معذور نہیں سمجھا جائے گا صرف بعض علماء اس کے مخالف ہیں (اور وہ اس شخص کو "معذور" سمجھتے ہیں اور کافر نہیں کہتے)"

"مجمع الانہر" میں "البحر الرائق" پر استدراک (تنقید) کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لیکن "درر" میں تصریح کی ہے کہ زبان سے کلمہ کفر کہنے والا اگر اپنے اختیار اور مرضی سے کہتا ہے تو جمہور علماء کے نزدیک وہ کافر ہے، اگرچہ اس کا یہ عقیدہ نہ ہو (کہ اس کلمہ کے کہنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے) یا اس بات کو نہ جانتا ہو (کہ یہ کلمہ کفر ہے) اور ناواقفیت کی وجہ سے اس کو معذور نہیں سمجھا جائے گا۔ صاحب "درر" نے اس قول کو "محیط" کے باب "الکراھۃ" اور باب "الاستحسان" کے حوالے سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"اور یہ اختلاف (کہ ناواقفیت عذر ہے یا نہیں؟) ضروریاتِ دین کے علاوہ دیگر امور (اجتہادیہ) میں ہے، ضروریاتِ دین میں تو کلمہ کفر کہنے والے کا حکم صرف یہ ہے کہ (وہ کافر ہے) اس سے توبہ کرائی جائے (اگر توبہ کرے تو فبہا ورنہ کافر قرار دے دیا جائے) باقی یہ (کلمہ کفر کہنے والی اگر) عورت ہو تو اس سے صرف توبہ کرائی جائے گی۔"

مرتد مرد و عورت کا حکم: — حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری" میں فرماتے ہیں:

"معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے معاذ کو یمن (کا حاکم بنا کر) بھیجا تو فرمایا: جو مرد اسلام سے پھر جائے (اول) اس کو اسلام لانے کی دعوت دینا، اگر وہ باز آ جائے (اور از سر نو مسلمان ہو جائے) تو فبہا ورنہ اس کی گردن مار دو، اسی طرح جو عورت اسلام سے پھر جائے اس کو بھی اسلام لانے کی دعوت دو، اگر اسلام لے آئے تو فبہا ورنہ اس کو بھی قتل کر دو۔"

حافظ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند "حسن" (اچھی) ہے۔

حافظ جمال الدین زیلعی نے بھی اس حدیث کو تخریج ہدایہ (نصب الرایہ) میں مسئلہ ثانیہ کے تحت "معجم طبرانی" کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ مگر اس میں (مرتد عورت سے) صرف توبہ کرانے کا ذکر ہے (قتل کا ذکر نہیں ہے)۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مرتد عورت کے بارے میں احناف کا مذہب یہی ہے (کہ عورت کو قتل نہ کیا جائے) الا یہ کہ مذکورۃ الصدر حدیث (جس میں مرتد عورت کے قتل کا حکم ہے) کا مصداق، سب وشتم کرنے والی عورت کو قرار دیا جائے، اس لئے کہ "درمختار" باب "جزیہ" کے آخر میں امام محمدؒ سے سب وشتم کرنے والی عورت کو قتل کر دینے کی صریح روایت موجود ہے۔ (لہٰذا معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت کو اسی پر محمول کیا جائے) صاحب "درمختار" بحوالہ "ذخیرہ" نقل کرتے ہیں کہ امام محمدؒ نے سب وشتم کرنے والی عورت کے قتل کر دینے پر عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے (اس حدیث میں آتا ہے) کہ عمیر رضی اللہ عنہ نے عصماء بنت مروان کے متعلق سنا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (گالیاں دیتی اور) ایذا پہنچاتی ہے تو ایک دن رات کو (موقع پا کر) اسے قتل کر ڈالا تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیر رضی اللہ عنہ کی (غیرت ایمانی کی) تعریف فرمائی۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: اس روایت اور استدلال کو یاد رکھنا چاہئے (بہت کارآمد ہے) زیلعی کی طرح "کنز" میں ج: ۳ ص: ۹۱ پر بھی مذکور ہے، چنانچہ مصنف "کنز" ج: ۳ ص: ۹۱ پر الشافی ش ق کے حوالے سے قابوس بن مخارق کی ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو مسلمانوں کے بارے میں لکھا کہ: "یہ زندیق ہو گئے ہیں۔" الی آخرہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب میں لکھا کہ: "جو دو آدمی زندیق ہو گئے ہیں، اگر وہ توبہ کر لیں تو فبہا ورنہ انہیں قتل کر دو۔" حافظ زیلعی رحمہ اللہ نے بھی "تخریج" میں باب "موت المکاتب او عجزہ" کے ذیل میں مذکورہ بالا روایت کی تخریج کی ہے، مگر اس میں صرف توبہ کرانے کا ذکر ہے (قتل کا ذکر نہیں)

مصنف رحمہ اللہ (تمام مذکورہ بالا روایات کو سامنے رکھ کر) فرماتے ہیں: انسان کی قدرت میں تو یہی ہے (کہ توبہ کرا لے، ایمان دل میں ڈال دینا اور مطمئن کر دینا تو خدا کا کام ہے، لہٰذا مذکورہ علماء کا نظریہ "ثلج صدر" صحیح نہیں، کیونکہ یہ انسانی قدرت سے باہر ہے)

دلوں میں ایمان ڈالنا اللہ کا کام ہے، ہم تو صرف توبہ کرانے کے مامور ہیں۔

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "صحیح بخاری" ج: ۱ ص: ۱۸ کتاب العلم میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں ہے کہ:

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جس ہدایت (دین) اور علم کو لے کر اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے وہ اس موسلا دھار بارش کی مانند ہے جو کسی خطۂ زمین پر برسی تو جو عمدہ اور صاف ستھری (زرخیز) زمینیں تھیں انہوں نے تو پانی کو اچھی طرح جذب کر لیا اور ان میں خوب گھاس چارے وغیرہ کی پیداوار ہوئی اور کچھ سنگلاخ زمینیں تھیں، انہوں نے پانی اپنے اندر روک لیا (اور گڑھے تالاب حوض وغیرہ پانی سے بھر گئے) اور لوگوں نے خود بھی پیا، مویشیوں کو بھی پلایا اور کھیتیوں کو بھی ان سے سیراب کیا، اور کچھ چٹیل میدان تھے (نہ انہوں نے خود پانی جذب کیا کہ روئیدگی ہوتی اور نہ ہی ان میں پانی ٹھہرا کہ مخلوق اس سے سیراب ہوتی)۔" آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ کے دین کی سمجھ اور فہم و فراست حاصل کر لی اور میری آوردہ تعلیمات نے اس کو نفع پہنچایا، چنانچہ اس نے خود بھی علم حاصل کیا اور دوسروں کو بھی علم دین سکھایا، اور تیسری مثال اس شخص کی ہے جس نے اس علم دین کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور نہ اس ہدایت کو قبول کیا جو میں لے کر آیا ہوں۔"

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دیکھئے! اس حدیث میں، دین و ایمان یا کفر و خذلان کا مدار قبول کرنے یا نہ کرنے پر رکھا ہے، جو اپنی اپنی فطرت کے مطابق انسانوں کا اپنا اختیاری فعل ہے، نہ کہ دلوں میں ایسا ایمان و یقین پیدا کر دینے پر کہ جس کے بعد بس جحود و عناد کا مرتبہ ہی رہ جائے، اسی لئے بعض علماء نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اس دعوت و تبلیغ کے بعد بھی اعراض و انکار کرنا یہی ہٹ دھرمی اور ضد (جحود و عناد) ہے، خواہ منکر کا قصد عناد ہو یا نہ ہو، (یعنی دعوت تبلیغ حق کے بعد اعراض و انکار کرنا ہی جحود و عناد ہے)۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں سعدی شیرازی رحمہ اللہ کا یہ شعر اسی حدیث کی تمثیل پر مشتمل ہے:

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم و خس

ترجمہ:...... "وہ بارش جس کی طبعی لطافت اور خوبی سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا، اسی بارش سے باغ و راغ میں لالہ و گل اگتے ہیں اور شور و بنجر زمین میں خار زار اور جھاڑیاں۔"

(جیسے یہ زمینوں کی سرشت کا فرق ہے، ایسا ہی فرق کافر اور مؤمن کی فطرت میں موجود ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے: یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا۔" میں اسی فرق کو واضح فرمایا ہے)

شیخ ابن ہمام "تحریر الاصول" میں منکر رسالت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ثبوت نبوت کے متواتر دلائل کے بعد رسالت کا انکار کرنے والے سے کسی مناظرہ کی ضرورت نہیں، بلکہ تو بہ نہ کرے تو ہم اس کو قتل کر دینے کا حکم دے دیں گے۔"

مصنف علیہ الرحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مختصر یہ ہے کہ تبلیغ حق سے زیادہ ہم پر اور کچھ لازم نہیں، جیسا کہ کافروں سے جہاد کے وقت صرف اسلام کی دعوت کافی ہے۔

توبہ کس سے کرائی جائے؟ اور کس سے نہیں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

فرماتے ہیں: اور یہ مسئلہ تو تمام ائمہ دین سے متفقہ طور پر منقول ہے، چنانچہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ "الصارم المسلول" میں فرماتے ہیں:

"اس مسئلہ کے ثبوت کے لئے (کہ مرتد سے توبہ کے لئے کہنا بھی ضروری نہیں) ابوادریس کی مذکورہ ذیل روایت کافی ہے:

ابوادریس خولانی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے چند ایسے زندیق لوگ پیش کئے گئے جو اسلام سے پھر گئے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا (کہ کیا واقعی تم لوگ دین سے پھر گئے ہو؟) انہوں نے (ارتکاب جرم سے) صاف انکار کر دیا، تب (استغاثہ کی جانب سے) ان کے خلاف ثقہ اور عادل گواہ پیش کئے گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (ان گواہوں کی شہادت کی بنا پر) ان کو قتل کرنے کا حکم دے دیا، اور ان سے توبہ نہیں کرائی (اس لئے کہ وہ پہلے ہی جھوٹا انکار کر چکے تھے، ایسے ہی جھوٹی توبہ بھی کر لیتے) ابوادریس خولانی کہتے ہیں۔ کہ ایک نصرانی کو بھی پیش کیا گیا جو مسلمان ہو چکا تھا اور پھر اسلام سے پھر گیا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے بھی دریافت کیا (کہ کیا تو اسلام سے پھر گیا ہے؟) اس نے جو جرم (ارتداد) اس سے سرزد ہوا تھا، اس کا اقرار کر لیا، تو آپ نے اسے توبہ کے لئے کہا، (اس نے توبہ کر لی) تو اس کو چھوڑ دیا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ: یہ کیا بات ہے؟! آپ رضی اللہ عنہ نے اس نصرانی سے توبہ کرائی اور ان زندیقوں سے توبہ نہیں کرائی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ: اس نصرانی نے تو اپنے جرم کا اقرار کر لیا (اس لئے میں نے اس کی توبہ بھی قبول کر لی کہ یہ سچا ہے) اور ان لوگوں نے اپنے جرم کا اقرار نہیں کیا، بلکہ صاف انکار کر دیا (اور جھوٹ بولا) یہاں تک کہ ان کے خلاف عادل گواہ پیش ہوئے (اور ان کی شہادت سے ان کا جرم اور جھوٹ ثابت ہو گیا) اس لئے میں نے ان سے توبہ نہیں کرائی (کہ یہ حجت شرعیہ سے جھوٹے ثابت ہو چکے، ان کی توبہ کا بھی اعتبار نہیں)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو ابوادریس خولانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور انہیں ابوادریس خولانی رحمہ اللہ سے ایک اور واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک شخص کو پیش کیا گیا جو نصرانی ہو گیا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے نصرانیت سے توبہ کرنے کے لئے فرمایا، اس نے توبہ

کرنے سے انکار کر دیا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کرا دیا۔ اور ایک دوسری جماعت پیش کی گئی جو قبلہ کی طرف نماز پڑھتے تھے حالانکہ وہ زندیق اور بے دین تھے اور ان کے زندیق ہونے پر گواہ قائم ہو چکے تھے، مگر انہوں نے اس جرم (زندقہ) کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، اور کہا کہ ہمارا دین تو صرف اسلام ہی ہے (مگر یہ جھوٹ تھا)، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کرا دیا (اور ان سے توبہ کے لئے نہیں کہا) اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں نے اس نصرانی سے توبہ کے لئے کیوں کہا؟ (اور زندیقوں سے کیوں نہیں کہا؟) میں نے اس نصرانی سے توبہ کے لئے اس لئے کہا کہ اس نے اپنا دین صاف ظاہر کر دیا (اور جھوٹ نہیں بولا) اس کے برعکس یہ زندیق جن کے خلاف عادل گواہ قائم ہو چکے تھے (اور ان کا جرم ثابت ہو چکا تھا) مگر انہوں نے مجھ سے جھوٹ بولا (اور ارتکاب جرم سے صاف انکار کر دیا) اس لئے میں نے "بینہ" (شرعی گواہ) قائم ہو جانے کے باوجود انکار جرم کرنے پر ان کو قتل کیا ہے۔"

مصنف علیہ الرحمۃ اللہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ جو زندیق اپنے زندقہ کو چھپائے گا اور ارتکاب جرم سے انکار کرے گا اور اس کے خلاف گواہ قائم ہو جائیں گے، اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس سے توبہ کے لئے بھی نہیں کہا جائے گا (اس لئے کہ وہ شر عام، مردود القول ہو چکا، اس کی توبہ کا بھی اعتبار نہیں)۔

ایک جاہلانہ اعتراض کا جواب: مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اگر کوئی جاہل معترض یہ کہے کہ کسی منکر کو مسکت دلائل سے عاجز کئے بغیر قتل کر دینا عدل پروردگار کے منافی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ: اگر ایسا ہے تو مسکت دلائل سے عاجز کر دینے کے بعد بھی قتل کرنا عدل کے منافی ہونا چاہئے، اس لئے کہ اس کو ہدایت اور قبول حق کی توفیق دیئے بغیر قتل کرنا بھی تو عدل پروردگار کے منافی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ شیطانی وسوسے ہیں ان سے خدا کی پناہ مانگنی چاہئے اور "لا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم" پڑھنا چاہئے۔

اس رسالہ کی تالیف کا مقصد تو مذکورہ بالا ہی تھا، مگر اس مسئلہ "تاویل" پر بحث کے دوران کچھ اور بھی مفید نقول اور حوالے بیان ہو گئے ہیں، جو اہم ترین فوائد سے خالی نہیں، مثل مشہور ہی ہے "بات سے بات نکل آتی ہے۔" اس لئے اور بھی مناسب و متعلقہ امور بیان کر دیئے گئے ہیں جو ان شاء اللہ ناظرین کے کام آئیں گے۔

آخری تنبیہ: فرماتے ہیں: بہرحال سن لیجئے! جس طرح کسی مسلمان کو کافر کہنا دین کے خلاف ہے، اسی طرح کسی کافر کو مسلمان کہنا اور اس کے کفر سے چشم پوشی کرنا بھی دین کے خلاف ہے۔ یہی اعتدال کی راہ ہے (مسلمان کو مسلمان کہیے اور کافر کو کافر) اس زمانہ میں عام طور پر لوگ افراط و تفریط میں مبتلا ہیں (ایک طرف اچھے بھلے مسلمان کو کافر بنانے میں مصروف ہیں دوسری طرف کھلے ہوئے کافروں کو مسلمان کہنے اور ان کو سینہ سے لگانے میں منہمک ہیں) بے شک حق کہا ہے جس نے کہا ہے: "جاہل یا حد افراط پر جا چڑھتا ہے یا حد تفریط میں گر پڑتا ہے۔"

خاتمہ

حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ حاشیہ میں فرماتے ہیں۔

''یہ مضمون ختم اور رسالہ تمام ہوا، اس رسالہ کی تحریر سے مقصد صرف اہل علم سے مؤلف کے حق میں حسن انجام اور خاتمہ بالخیر کی دعوات صالحہ حاصل کرنا ہے اور بس۔

میں ہوں احقر محمد انور شاہ، ابن معظم شاہ، ابن الشاہ عبد الکبیر، ابن الشاہ عبد الخالق، ابن الشاہ محمد اکبر، ابن الشاہ حیدر، ابن الشاہ محمد عارف، ابن الشاہ علی، ابن الشیخ عبد اللہ، ابن الشیخ مسعود النروری الکشمیری۔ اللہ تعالی ان سب پر رحمت فرمائیں۔''

شیخ زوری کے فرزند جلیل کے قلمی مکتوبات میں لکھا ہے کہ

''ان کے والد بزرگوار بغداد سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے، اول ملتان ٹھہرے، اس کے بعد لاہور منتقل ہو گئے، اور لاہور سے کشمیر آکر آباد ہو گئے، واللہ اعلم!''

۱۳۴۳ھ کے صرف چند ہفتوں میں اس رسالہ کی تالیف و ترتیب سے فراغت ہوئی۔

فہرست کتب حوالہ

"اکفار الملحدین"

مع اسماء مصنفین وسنین وفات

الف

ب

ت

(۵۰۵ھ)

تفسیر ابن کثیر: الحافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ)

تفسیر النساپوری: اسماعیل بن احمد نیشاپوری الضریر (۴۳۰ھ)

التقریر: ابن امیر الحاج (۸۷۹ھ)

التلخیص الحبیر: الحافظ ابن حجر العسقلانی (۸۵۲ھ)

تلخیص المستدرک: علامہ ذہبی (۷۴۸ھ)

التلویح: التفتازانی (۷۹۱ھ)

التمہید (فی بیان التوحید): ابو شکور محمد بن عبد السید الکشی السالمی الحنفی

تنویر الابصار متن الدر المختار۔ السید محمد بن خلیل الطرابلسی المعروف بالقاوقجی (۱۳۰۵ھ)

تہذیب الآثار: علامہ طبری (۳۱۰ھ)

تہذیب التہذیب: علامہ ابن حجر العسقلانی (۸۵۲ھ)

التوضیح: علامہ صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود المحبوبی (۷۴۷ھ)

ج

الجامع الصحیح: امام ابو عیسیٰ ترمذی (۲۷۹ھ)

جامع الفصولین: الشیخ بدر الدین محمود بن اسمٰعیل الشہیر بابن قاضی سماوۃ الحنفی (۸۲۳ھ)

الجمع و الفرق: محمد بن محمد الحنفی الحموی (۱۰۹۸ھ)

جوہرۃ التوحید: ابراہیم اللقانی (۱۰۴۱ھ)

ح

حاشیہ عبد الحکیم علی الخیالی: عبد الحکیم سیالکوٹی (تقریباً ۱۰۶۰ھ)

خ

الخانیۃ: قاضی خان (دیکھئے فتاویٰ قاضی خان) (۵۹۲ھ)

خزانۃ المفتین: حسین احمد محمد السمعانی الحنفی (فرغ من التصنیف ۷۴۰ھ)

الخصائص۔ امام نسائی (۳۰۳ھ)

خلاصۃ الفتاوی: شیخ طاہر بن احمد بن عبد الرشید البخاری (۵۴۲ھ)

خلق افعال العباد: امام بخاری (۲۵۶ھ)

الخیریۃ (فتاویٰ الخیریہ): علامہ خیر الدین الرملی (۱۰۸۱ھ)

د

دائرۃ المعارف: فرید وجدی

الدرر (درر الحکام فی شرح غرر الاحکام): المولیٰ محمد بن فراموز الشہیر بمولیٰ خسرو الحنفی (۸۸۵ھ)

الدر المختار شرح تنویر الابصار: علاء الدین محمد بن علی الحصکفی (۱۰۸۸ھ)

الدر المنتقیٰ: محمد بن علی الملقب علاء الدین الحصکفی (۱۰۸۸ھ)

ر

ردالمختار علی الدر المختار: علامہ محمد امین ابن عابدین شامی (۱۲۵۲ھ)

الرسالۃ السنیۃ: الحافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ)

الرسائل: علامہ ابن عابدین شامی (۱۲۵۲ھ)

روح المعانی: علامہ محمود آلوسی (۱۲۷۰ھ)

ریاض المرتاض: علامہ شوکانی (۱۲۵۰ھ)

الریاض (ریاض النضرۃ فی فضائل العشرۃ) محب الدین احمد بن عبداللہ المحب الطبری (۶۹۴ھ)

ز

زاد المعاد: حافظ ابن قیم (۷۵۱ھ)

س

سنن ابی داؤد: سلیمان بن اشعث السجستانی (۲۷۵ھ)

سنن نسائی: علامہ ابوعبدالرحمن نسائی (۳۰۳ھ)

السیر الکبیر: امام محمد (۱۸۹ھ)

سیرۃ ابن اسحاق: (۱۵۱ھ)

ش

شرح الاشباہ: علامہ حموی (۱۰۹۸ھ)

شرح التحریر: محقق ابن امیر حاج (۸۷۹ھ)

شرح الترمذی: القاضی ابوبکر ابن العربی (۴۶۸ھ و ۵۴۳ھ)

شرح جوہرۃ التوحید: شیخ عبدالسلام اللقانی (۱۰۷۸ھ)

شرح جمع الجوامع: تقی الدین السبکی (۷۵۶ھ)

شرح السیر الکبیر: علامہ سرخسی (۴۸۳ھ ـ ۴۹۰ھ)

شرح الشفاء: ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ)

شرح الصحیح المسلم: علامہ ابی (۸۲۷ھ ـ ۸۲۸ھ)

شرح الصحیح المسلم: علامہ نووی (۶۳۱ھ ـ ۶۷۶ھ)

شرح العقائد النسفی: علامہ تفتازانی (۷۹۱ھ)

شرح العقیدۃ الطحاویۃ: محمود بن احمد بن مسعود الحنفی القونوی (۷۷۰ھ)

شفاء العلیل: حافظ ابن قیم (۷۵۱ھ)

شرح الفرائض: علامہ عبدالحق ابن حجی (۱۱۰۳ھ)

شرح الفقہ الاکبر: ملا علی القاری (۱۰۱۴ھ)

شرح الکنز: علامہ زیلعی (۷۴۳ھ)

شرح معانی الآثار: ابوجعفر الطحاوی (۳۲۱ھ)

شرح منیۃ المصلی: الشیخ ابراہیم الحلبی (۹۵۶ھ)

شرح المواقف: علامہ جرجانی (۸۱۶ھ)

المواہب اللدنیہ: احمد بن محمد ابی بکر الخطیب القسطلانی (۹۲۳ھ)

شرح المواہب اللدنیہ: علامہ زرقانی

الفرق بین الفرق: الاستاذ ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر البغدادیؒ (۴۲۹ھ)

فصل المقال: علامہ ابن رشد الحفید (۵۹۵ھ)

فقہ الاکبر: الامام ابوحنیفہؒ (۱۵۰ھ)

فواتح الرحموت: عبدالعلی محمد بن نظام الدین بحرالعلوم (۱۲۲۵ھ)

ق

القواصم والعواصم: محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانیؒ (۸۴۰ھ)

ک

کتاب الایمان: الحافظ ابن تیمیہؒ (۷۲۸ھ)

کتاب الخروج: قاضی ابویوسفؒ (۱۸۲ھ)

کتاب العلو: علامہ ذہبیؒ (۷۴۸ھ)

کتاب الفصل: علامہ ابن حزمؒ (۴۵۶ھ)

کشف الاسرار شرح البزدوی: شیخ عبدالعزیز البخاریؒ (۷۳۰ھ)

الکلیات: قاضی ابوالبقا ایوب بن موسیٰ الحسینی الکفوی الحنفیؒ (۱۰۹۳ھ)

کنزالعمال: علی الحنفیؒ (۹۷۵ھ)

م

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر: الشیخ عبدالرحمن بن محمد المدعو شیخ زادہ (۱۰۷۸ھ)

مجمع الانہر: الشیخ محمد بن علی بن محمد الحصکفی

الجزائری الحنفیؒ (۱۱۲۸ھ)

المحیط: برہان الدین محمود بن تاج الدین الصدر الشہید البخاری الحنفیؒ (۶۱۶ھ)

المختصر: علامہ جمال الدین عثمان بن عمر ابن حاجبؒ (۶۴۶ھ)

مختصر مشکل الآثار: علامہ طحاویؒ (۳۲۱ھ)

المدخل: علامہ بیہقیؒ (۴۵۸ھ)

المسایرۃ: الشیخ ابن الہمام (۸۶۱ھ)

المستدرک: الحافظ ابوعبداللہ الحاکمؒ (۴۰۵ھ)

المستصفی: علامہ غزالیؒ (۵۰۵ھ)

مسند الامام احمد: امام احمد بن حنبلؒ (۲۴۱ھ)

المسوی علی الموطا: شاہ ولی اللہ الدہلویؒ (۱۱۷۶ھ)

معالم التنزیل: علامہ بغویؒ (۵۱۶ھ)

المعتصر مختصر مشکل الآثار: جمال الدین یوسف بن موسیٰ الملطی الحنفیؒ (۸۰۳ھ)

المفہم: الامام احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبیؒ (۶۵۶ھ)

المقاصد وشرحہ: علامہ تفتازانیؒ (۷۹۱ھ)

مکتوبات امام ربانی: مجدد الف ثانی الشیخ احمد السرہندی الحنفیؒ (۱۰۳۴ھ)

منتخب کنز العمال: الشیخ علی الحنفیؒ (۹۷۵ھ)

المنتقی فی الاحکام: الحافظ عبدالسلام (جد ابن تیمیہ)

منحۃ الخالق علی البحر الرائق: علامہ ابن

عابدین شامی (۱۲۵۲ھ)

منہاج السنۃ النبویۃ: حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ)

المنہاج: علامہ نووی (۶۳۱ یا ۶۷۷ھ)

الموافقات: علامہ شاطبی (۷۹۰ھ)

المواقف: علامہ عضد الدین الایجی (۷۵۶ھ)

موضح القرآن: شاہ عبدالقادر الدہلوی (۱۲۳۰ھ)

المواہب اللدنیہ: احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب القسطلانی (۹۲۳ھ)

الموطا: امام مالک (۱۷۹ھ)

المیزان: علامہ شعرانی (۹۷۳ھ)

میزان الاعتدال: علامہ ذہبی (۷۴۸ھ)

ن

نبراس شرح عقائد: شیخ عبدالعزیز الفرہاروی (۱۲۳۹ھ تقریبا)

النبلاء: علامہ ذہبی (۷۴۸ھ)

نسیم الریاض شرح الشفاء: علامہ خفاجی (۱۰۶۹ھ)

نہایہ: علامہ المبارک بن محمد ابن الاثیر الشیبانی الجزری ابو السعادات مجد الدین (۶۰۶ھ)

ی

الیواقیت: ابو المواہب عبدالوہاب بن احمد الشعرانی (۹۷۳ھ)

تمت بالخیر

مجاذیب کی پُراسرار دنیا
مکتبہ عمر فاروق
مثالی فکر انگیز
واقعات و لطائف
معلومات، واقعات، سبق آموز قصے اور علمی لطائف کا منتخب مجموعہ
مولانا عبدالرحمٰن راشد
مکتبہ عمر فاروق